اشفاق احمد

من چلے کا سودا

بنجارے کی ہانک

اس ڈرامہ سیریل کے وجود میں آنے کا تعلق ان دو شیت اور منتقی تاروں سے بندھا ہے جن میں سے ایک کا سرچشمہ تصوف اور عرفان ہے اور دوسرے کا منبع سائنس، خاص طور پر فزکس اور فزکس میں سے بھی کوانٹم تھیوری کے ساتھ وابستہ ہے۔

کوئی گیارہ ساڑھے گیارہ برس تک ایک متجسس نویسندہ کی حیثیت سے میں "نور والوں کے ڈیرے" پر باقاعدگی سے حاضری دیتا رہا اور سائیں فضل شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ارشادات سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس سے تقریباً آدھی مدت تک "اردو سائنس بورڈ" میں ان مسودوں کی ورق گردانی پر مامور رہا جن کا براہ راست تعلق سائنس کے مختلف موضوعات سے تھا۔ ان دونوں رسمی تعلقات سے مجھ پر کچھ ایسے عقدے کھلے جن سے میں محض ادب کے میدان میں رہ کر روشناس نہ ہو سکتا تھا۔

ڈیرے کے لنگر خانے کی کچی دیوار سے ڈھولگا کر سوچتے ہوئے اور دفتر میں سائنسی کتابوں کی پروف ریڈنگ کرتے ہوئے ایک بات اندر اور باہر، پورا بوجھ ڈال کر مجھ پر کھلی ہوئی تھی کہ اصل حقیقت بٹی ہوئی نہیں ہے۔ اس کے جو قطعے، ٹکڑے اور اجزاء الگ الگ نظر آتے ہیں ایک ہی کل کا حصہ ہیں۔— صوفیوں کا علم ایک ایسا ابدی اور عرفانی علم ہے جسے نہ تو عقل و دانش اور دلیل و برہان کے ترازو میں تولا جا سکتا ہے اور نہ ہی الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس ابدی علم کے اندر جدید فزکس کی جو ابدی شاخ اپنے طے شدہ مقام سے گزر رہی ہے اس کو بھی گہرے مراقبے اور ڈائریکٹ حسی بصیری اور ذاتی مشاہدے سے اسی طرح آنکا جا سکتا ہے جس طرح جدید آلات سے فزکس کے مفروضات جانچے جا سکتے ہیں۔

جب فزکس کے پروفیسروں اور باطن کے مسافروں کے تجربات میں ایک متوازی ہم آہنگی کا احساس ہوتا ہے تو حیرانی اس پر نہیں ہوتی کہ اس قدر قریبی مشابہت اور ایسی ہم آہنگی کا اچانک علم ہو گیا بلکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دو مختلف النوع ذریعوں میں یہ ہم آہنگی اور ایسی مماثلت کیوں پیدا ہوئی اور اس کے پیچھے کون سی عوامل کارفرما ہیں۔ یوں تو زندگی کے اسرار نہانی جاننے کے لیے صرف صوفیوں اور سائنس دانوں نے ہی کوشش نہیں کی بلکہ شاعروں، منجموں، مجذوبوں، بچوں، مسخروں اور پانسہ پھینکنے والوں نے بھی کچھ نتیجے نکالے ہیں اور بڑی دوٹوک باتیں کی ہیں لیکن یہ ساری باتیں زندگی اور کائنات کی تشریح اور توضیح سے تعلق رکھتی ہیں اس کے اندر کا بھید کھولنا نہیں بتاتیں۔

ان کی طرح میکینکس کا سہارا لے کر کلاسیکل فزکس بھی کائنات کی توضیح تک ہی محدود رہی۔ لیکن بیسویں صدی میں جب ایٹم نے اپنی حیران کن جزئیات کے ساتھ خود کو ہویدا کیا تو سائنس کو احساس ہوا کہ فزکس کی دنیا میں نامیاتی نقطۂ نظر قدیم میکانکی نظریے کے مقابلے میں زیادہ جاندار اور بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اس عہد کے بہت سے سائنس دانوں نے محسوس کیا کہ روحانیت کے قدیم بابوں اور دور جدید کے سائنس دانوں کی ماہیت اشیاء اور تشکیلات کائنات کے بارے میں تقریباً ایک سی سوچ پائی جاتی ہے۔ ان دونوں کی تحقیق 'بازجوئی اور استفسار کے راستے ضرور جدا جدا ہیں' لیکن ان کے اسلوب اور روش شناسی کے شیوؤں میں بڑی یکسانیت ہے۔ مثلاً دونوں کا انداز تحقیق بلحاظ تجربی اور عملی (امپیریکل) ہے۔ فزکس اپنی معلومات تجربات سے اور کائنات کے گہرے مشاہدے سے حاصل کرتی ہے اور تصوف مراقبے کے زور پر بصیرت کی تجربہ گاہ میں اترتا ہے۔ دونوں واردات کا مشاہدہ کرتے ہیں اور مشاہدے کے برتے پر اپنی معلومات کا اظہار کرتے ہیں۔ صوفی اور سائنس دان 'دونوں' اوک لگا کر کسی کی چھاگل کا پانی نہیں پیتے' اپنا چشمہ دریافت کر کے اس سوتے سے اپنے تجسس کی پیاس بجھاتے ہیں ___ پھر ان دونوں میں ایک گہری ہم آہنگی کی بنیاد اس حقیقت پر بھی ہے کہ دونوں کے مشاہدات ایسی اقلیموں میں ہوتے ہیں جہاں عام حسیات کی رسائی نہیں ہوتی۔ ماڈرن سائنس میں یہ اقلیم "ایٹم" اور "سب اٹامک" کی دنیاؤں سے تعلق رکھتی ہے اور تصوف میں ان کا رشتہ شعور کی ان غیر معمولی کیفیات سے بندھا ہے جو حسیات کی دنیا سے ماورا ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں طاقتوں اور دونوں جرگوں (یعنی سائنس اور تصوف) کی انتہائی سطحوں پر ان کے نکالے ہوئے تت کو عام زبان میں سمجھنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔

جب مرید نے مرشد سے پوچھا "یا حضرت! کیا اولیا اللہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں؟"

تو مرشد نے کہا: "تمہارا کیا خیال ہے وہ فنا ہو جاتے ہیں؟"

عرض کیا: "یا حضرت میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ فنا ہو جاتے ہیں!"

فرمایا: "تو کیا پھر وہ موجود ہوتے ہیں؟"

"یہاں ان کے ہونے کا سوال نہیں ہے مرشد!"

"تو پھر کیا ان کے نہ ہونے کی بابت پوچھ رہے ہو؟"

اسی طرح جب لیبارٹری میں ایک حیران و سرگرداں اسسٹنٹ سائنس دان نے ایک بڑے Scientist سے پوچھا "سر کیا الیکٹرونوں کی حالت ایک سی رہتی ہے؟"

تو انا تک Scientist نے کہا: "نہیں۔"

چھوٹے سائنس دان نے کہا: "تھینک یو سر! آپ کے کہنے سے اور آپ کے تجربے سے معلوم ہو گیا کہ الیکٹرون تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔"

پرانا بوڑھا سائنس دان بولا: "بالکل نہیں!"

اسسٹنٹ سائنس دان نے کہا: "سمجھ گیا سر! الیکٹرون ملتے نہیں' ساکت وصامت رہتے ہیں!"

بوڑھے سائنس دان نے کہا: "ہرگز نہیں۔"

"تو پھر سر!" چھوٹے نے ہکلاتے ہوئے کہا: "بات واضح ہو گئی سر کہ وہ حرکت میں رہتے ہیں!"

بڑے سائنس دان نے کہا: "ہرگز نہیں۔"

لیکن صوفی اور سائنس دان میں اتنی طویل ہم سفری کے باوجود اور ایک ہی منزل کی کھوج میں بڑھنے کے باوصف جو ایک نمایاں فرق ہے وہ یہ ہے کہ تصوف میں زندگی کا چلن ہی علم کا مظہر بن جاتا ہے اور حسیات سے ماورا تجربات میں سے گزرنے والا فرد سارے کا سارا تغیر و تبدیل ہو جاتا ہے' لیکن سائنس دان ان ماورائی واردات سے متاثر نہیں ہوتا اور ایک معروضی انداز میں ویسے کا ویسا کھڑا رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے سائنس دان بلکہ سارے بڑے بڑے سائنس دان اپنی قائم کردہ تھیوریوں کو تہذیبی' ثقافتی' روحانی اور اجتماعی رنگ عطا نہیں کر سکے۔ حیرت کا مقام ہے کہ ایک سائنس دان اپنی ڈسکوری کے تحیر میں ڈوب کر کایا کلپ نہیں ہوتا بلکہ اہلا گہلا الگ سا رہ کر "ہوکزو" کی طرح زندگی گزار جاتا ہے۔

اس وقت ہم علم و دانش کے بہت اونچے معیار پر ہیں لیکن ہماری زندگی' ہماری تہذیب' ساری انسانیت اور پوری مدنیت کی بقا کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ہم منطقی' متجاوز' پرخاش گر' عذاب انگیز اور سفاک رویوں پر نظر ثانی کر کے انہیں معاہدہ حدیبیہ کی مرحمت آمیز اور شفقت انگیز عمل میں داخل کرنے کی جرأت کریں ۔۔۔ اس عہد میں یہ ہے تو بڑا مشکل کام لیکن انسانی بقا کے لیے اس پر توجہ دی جانی نہایت ضروری ہے۔

اشفاق احمد

داستان سرائے
121-سی' ماڈل ٹاؤن
لاہور

قسط نمبر 1

کردار

حبیب بن یحییٰ بصری	:	بغداد کا ایک بوڑھا پھونس۔ بیٹے کا عاشق
ام سلمہ	:	یحییٰ بصری کی بیوی۔ بڑھیا۔ عمر ستر سال' دکھوں سے چھلنی لیکن رضائے الٰہی کو ماننے والی
اسامہ	:	عمر تیس کے لگ بھگ۔ نوجوان کے چہرے پر صبر اور استقامت واضح ہے
ارشاد	:	گہرے اضطراب سے اطمینان کی جانب سفر کرنے والا ایک آسودہ حال مرد' عمر پچاس کے قریب
ارشاد کی والدہ	:	عمر ستر کے قریب۔ دنیا سے وابستہ۔ بیٹے کی محبت میں گرفتار
لبھا خاکروب	:	ساٹھ برس کا بوڑھا۔ مضبوط جسم کا مالک۔ خوش دل کارکن
موچی رمضان	:	عمر چالیس پینتالیس۔ کھلی کھلی شخصیت' معرفت کے راستے کا مسافر
چرواہا عبداللہ	:	عمر پچاس کے قریب۔ نظروں میں عزم' آواز میں دبدبہ' پُرسکون' طمانیت سے لبریز
ڈاکیہ محمد حسین	:	عمر چالیس برس۔ خوبصورت تنومند۔ رمز شناس۔ آنکھوں میں دانش
مہارانی میناوتی	:	راجہ گوپی چند کی سوگوار ماں۔ خوبصورت' دبلی پتلی
مومنہ	:	خوبصورت لڑکی۔ الجھی ہوئی۔ زندگی کے دوراہے پر حیران و پریشان
کبیر خان	:	عمر پچاس کے لگ بھگ۔ کامیاب امیر آدمی' ارشاد کا دوست
عذرا سلمان	:	تھے دار امیر عورت۔ بڑی شان' بڑے مان والی
شجاع	:	جواری شکل کا امیر بزنس مین۔ ارشاد کا دوست

(نوٹ: موچی رمضان' چرواہا عبداللہ' لبھا خاکروب اور ڈاکیہ محمد حسین کے رول ایک ہی شخص کو مختلف میک اپ کے ساتھ کرنا ہیں)

سین 1 ان ڈور شام کا وقت

(پرانے بغداد کے ایک چھوٹے سے صحن اور ایک کمرے پر مشتمل گھر کے باہر ایک خوبصورت نوجوان بغداد کے درویشوں کا لباس پہنے آتا ہے اور بہت ہی ہولے سے دروازہ بجاتا ہے۔
کٹ کر کے اندر جاتے ہیں تو کوٹھڑی میں ایک سوکھا لمبا بابا اور ویسی ہی سوکھی اس کی بڑھیا موجود ہے۔ وہ زمین پر اپنے درمیان دھواں اٹھتے شوربے کی قاب رکھے بیٹھے ہیں اور اپنے اپنے قاشقوں سے شوربہ پی رہے ہیں۔ دستک سے چونک کر بابا کہتا ہے)

حبیب: جب سے اسامہ گیا ہے' اس دروازے پر ایسی ہی ہوا چلتی رہتی ہے---- گویا دستک دے رہی ہو۔

ام سلمہ: کچھ نہیں ---- سب تیرا وہم ہے یحیٰ بصری کے بیٹے۔ ان دنوں کوئی ہوا نہیں چلتی' نہ پروا نہ پچھوا۔

حبیب: پھر شاید دستک ہو ام سلمہ!

ام سلمہ: جس دروازے پر پچھلے چودہ برس سے دستک نہیں ہوئی' وہاں اب کدھر سے ہوگی۔
(اٹھ کر النگی سے دسترخوان پکڑنے لگتی ہے تو دستک پھر ہوتی ہے۔ رسی سے کھینچے ہوئے دسترخوان کو وہیں روک کر گردن دروازے کی طرف گھماتی ہے۔
اب کی بار دستک ذرا زیادہ زور کی ہوتی ہے۔)

ام سلمہ: کون ہے؟

اسامہ: میں ہوں---- میں اسامہ!

حبیب: اسامہ!

ام سلمہ: اسامہ کون بھائی؟

اسامہ: تمہارا بیٹا ماں---- اسامہ بن حبیب بن یحیٰ بصری!

ام سلمہ: ہمارا کوئی بیٹا نہیں بھائی۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔

حبیب: ام سلمہ!

ام سلمہ: ہمارا ایک ہی بیٹا تھا میاں اور چودہ برس پہلے ہم نے اسے خدا کی راہ میں وقف کر دیا۔ اب

ہمارا کوئی بیٹا نہیں۔

اسامہ: میں وہی تو ہوں اماں اسامہ ---- اسامہ بن حبیب ---- چودہ برس بعد تم سے ملنے آیا ہوں۔

ام سلمہ: اپنی چڑھتی جوانی میں ہمارے بیٹے نے خود ہم سے درخواست کی تھی بھائی کہ مجھے اللہ کے رستے کا مسافر بننے کی اجازت مرحمت فرماؤ۔

حبیب: اس وقت ہم نے بخوشی اسے اجازت دے دی تھی۔

اسامہ: میں وہی اسامہ ہوں ابا اور تم سے ملنے آیا ہوں۔

ام سلمہ: ہم یحییٰ بصری کے گھرانے کے لوگ ہیں بھائی! ایک مرتبہ چیز دے کر واپس نہیں لیا کرتے۔ ہم اسے خدا کی راہ میں وقف کر چکے' اب ہمارا کوئی بیٹا نہیں ---- تجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔

(پھر زمین پر قاب کے سامنے بیٹھتے ہوئے اور اپنی دونوں آنکھوں کے نیچے سے دو آنسو تیزی کے ساتھ چٹکی پر اڑاتے ہوئے کہتی ہے)

ام سلمہ: ہواؤں کے بے طور چلنے سے کان تو بجتے ہی ہیں' آج ذہن بھی بجنے لگا اور بڑی دیر کی اور دور کی آوازیں آنے لگیں۔

(جب حبیب بادل نخواستہ قاب سے ایک چمچ بھر کر منہ کی طرف لاتا ہے تو کٹ کر کے دکھاتے ہیں کہ اسامہ نے ایک مرتبہ پھر دروازہ بجانے کو ہاتھ اٹھایا ہے مگر روک لیا ہے۔ ذرا سا سر جھکا کر اپنے باپ کے دروازے کے پٹ کو بوسہ دیتا ہے اور وہاں سے چل دیتا ہے)

ڈزالو

سین 2 آؤٹ ڈور صبح کا وقت

(بہت صبح کا وقت ہے۔ ارشاد کی گاڑی نہر کنارے جا رہی ہے۔ فٹ پاتھ پر ایک خاکروب جھاڑو پھیر رہا ہے۔ ارشاد اپنی گاڑی روکتا ہے۔ اس میں سے نکلتا ہے اور خاکروب کے پاس جاتا ہے۔ جب وہ خاکروب لمبا سے ہاتھ ملاتا ہے' کچھ دیر کے لیے تصویر سٹل ہوتی ہے۔ پھر وہ دونوں کچھ باتیں کرتے ہیں۔ اس دوران گیت جاری رہتا ہے۔ پھر ارشاد ہاتھ ملا کر اپنی لمبی سیاہ کار میں سوار ہوتا ہے۔

کھڑکی کا شیشہ اتار کر پھر خاکروب کو سلام کرتا ہے۔ وہ آشیرباد کے انداز میں ہاتھ اٹھا کر جواب دیتا ہے۔ اس دوران گیت جاری رہتا ہے۔)

تیرے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن چڑھے

(وزیر شاہی مسجد یا ایسی ہی کوئی آباد جگہ۔ کسی تھڑے پر ایک موچی بیٹھا اپنی لگن میں جوتی سی رہا ہے۔ اس کا ہاتھ پھرتی سے چلتا ہے۔ ایک فاصلے سے پیدل بھیڑ کو چیرتا ہوا ارشاد آتا ہے۔ اب وہ اشاروں میں اپنی مشکلات بیان کرتا ہے‘ جیسے وہ موچی کو اپنی ساری زندگی کے حالات سنا رہا ہو۔ موچی رمضان آنند سے جوتا سیئے جا رہا ہے۔ وہ توجہ نہیں دیتا اور کبھی کبھی سر ہلاتا ہے۔ پھر وہ کام چھوڑ کر توجہ دینے کے انداز میں ارشاد کو دیکھتا ہے۔ ارشاد کا چہرہ جیسے معرفت کی پھوار پڑنے سے کھل اٹھتا ہے۔ پھر وہ حیران حیران مرشد کی شکل دیکھتا ہے۔ لمحہ سٹل ہوتا ہے۔ گیت جاری رہتا ہے)

کٹ

سین 4 آؤٹ ڈور دن

(ایک پرانے کھنڈر میں ارشاد آنکھیں بند کیے دیوار سے سر لگائے بیٹھا ہے۔ بکریوں کے گلے سے بندھی گھنٹیوں کی صدا آتی ہے۔)

ڈزالو

سین 5 ان ڈور دن

(یہ سین راجہ گوپی چند کے عہد کا ہے۔ ایک پرانے سے کٹ آؤٹ دریچے میں مہارانی میناوتی بیٹھی ہے۔ بہت سی خوبصورت لڑکیاں تھال میں دیے سجائے‘

پھولوں میں بجی گھنگرے پہنے رانی سے کچھ فاصلے پر چپ چاپ کول چلتی ہیں چل
رہی ہیں 'جیسے وہ کوئی ادا س سا ناچ دوہرا رہی ہوں۔ ان سب کے پیچھے یہ مکالمے
جاری ہیں:)

بہت سی عورتیں: ماں اب کہہ ہم چلی جائیں۔ محل میں اب ہمارا کیا کام ---- راجہ نے جوگ لیا ----
فقیر ہوئے ---- اب کون سے دروازے پر جائیں ---- راج ماں بتا پانی بن مچھلیاں
کہاں جائیں ----

(چند لمحے کیمرہ دائرے میں گھومتی رانیوں پر رہتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ ان کو
چھوڑ کر مہارانی میناوتی پر آتا ہے۔ اس کے سارے بال سفید ہیں۔ چہرے پر راج
ماتا کا دبدبہ ہے۔ وہ جھروکے میں سے نیچے دیکھ رہی ہے۔ کیمرہ اس پر مرکوز رہتا
ہے۔ اس کی بوڑھی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔)

آواز (ارشاد): نہ پروا چل رہی ہے نہ پچھوا 'لیکن یہ دو تین بوندیں مجھ پر پڑی ہیں 'شاید یہ میری
ماں میناوتی کے آنسو ہیں۔

آواز (رانی): میرے بیٹے بات سن! تیرا حسن دیکھ کر میں سوچ میں پڑی رہتی ہوں۔ تو فقیری
اختیار کر لے۔ پھر تیرا بدن بامراد ہو گا۔ یہ زمانہ ---- یہ عالم خواب ہے۔ جوگی ہو
جا ---- میرا کہنا مان ---- تیرا یہ کندن سا بدن غیر فانی ہو جائے گا۔ میرے بیٹے
سادھو بن جا ----

(کیمرہ چند ثانیے کے لیے رانی پر رکتا ہے۔ تصویر سٹل ہوتی ہے)

آواز: نہ پروا چل رہی ہے نہ پچھوا ---- لیکن یہ دو تین بوندیں شاید میری ماں کے آنسو ہیں۔

ڈزالو

سین 6 آؤٹ ڈور دن

(کھنڈر کی دیوار سے سر لگائے ارشاد بیٹھا ہے۔ ایک فاصلے پر چرواہا بکریاں ہنکاتا
آتا ہے۔ یک دم گیت جاری ہوتا ہے:

تیرے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا

چرواہا ارشاد کے پاس آ کر بیٹھتا ہے اور ایک شاداب چھڑی کو چاقو سے چھیلتا
ہے۔ اس دوران بکریاں ادھر ادھر پھیلی چر چگ رہی ہیں۔ ارشاد چرواہے کے

آنے پر مودب کھڑا ہو جاتا ہے۔ اب بھی اس نے اپنی پشت دیوار سے لگا رکھی ہے اور اس کی آنکھیں بند ہیں۔)

چرواہا عبداللہ: (سپراموز) تو کیا جانے معرفت کیا ہے! تجھے کسی نے بہکا دیا ہے۔ نہ تو نے کچھ دن حکومت کی نہ زندگی کا لطف اٹھایا---- چھتیس پکوان کھانے والے کو جوگ سے کیا کام' یہ راستہ دشوار بھی ہے اور کٹھن بھی۔ چھڈ دفع کر' واپس چلا جا۔

(ارشاد دیوار سے لگا لگا بیٹھ جاتا ہے' جیسے اندر سے ڈھے گیا۔)

آواز (چرواہا): جوگ کا پہلا قدم تب اٹھے گا جب غصے کو ختم کرے گا---- غرور تکبر راکھ بنا کر حکم حکومت داؤ پر لگا دے گا۔ یہ رنگ اتار پھینک' پھر جوگ کی سوچنا۔

(اب چرواہا اپنی چھڑی زور سے زمین پر مارتا ہے۔ ارشاد اپنے زانوؤں کے گرد دونوں بازو حمائل کر کے یوں بیٹھا ہے گویا یہ چھڑی کی ضرب اسی کے تن پر لگی ہو۔ منظر چند ثانئے کے لیے ساکت ہوتا ہے۔)

کٹ

سین 7 ان ڈور علی الصبح

(دریچے میں ارشاد کی ماں کھڑی ہے۔ اس کے بال سفید ہیں لیکن کانوں میں بالے اور گلے میں ہار ہے' سر پر منقش کیا ہوا دوپٹہ ہے اور وہ چہرے سے مہارانی میناوتی لگتی ہے۔ اس کے چہرے پر آنسو ہیں۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھتی ہے۔ کچھ لمحوں بعد پھاٹک کھلتا ہے۔ کیمرہ ماں جی کے پوائنٹ آف ویو سے دیکھتا رہتا ہے۔ کار اندر آتی ہے۔ پھر ارشاد اس میں سے باہر نکلتا ہے۔ اس دوران بے حد مدھم آواز میں صبح کی اذان ہوتی ہے۔ جس وقت ارشاد کار سے اترتا ہے' اس وقت کیمرہ اس کے چہرے کو کلوز اپ میں ٹریٹ کرتا ہے۔ اس کے چہرے پر چند قطرے گرتے ہیں۔ وہ اوپر دیکھتا ہے گویا جانا چاہتا ہے کہ یہ بارش کہاں سے آئی ہے۔)

سین 8 ان ڈور رات

(ارشاد پلنگ پر کہنی کے بل لیٹا ہے۔ اس کے پلنگ پر جابجا صوفیائے کرام کی کتابیں بکھری ہوئی ہیں۔ وہ کہنی کے بل لیٹ کر پڑھنے میں مشغول ہے۔ گیت جاری ہوتا ہے:)

تیرے من چلے کا سودا ہے یہ کھٹا اور میٹھا

کٹ

سین 9 ان ڈور صبح کا وقت

(ناشتے کی میز پر چھوٹی سی ریت گھڑی پڑی ہے۔ کیمرہ اسے کلوز اپ میں لیتا ہے اور سکرین پر چند لمحے صرف یہ گھڑی دکھائی دیتی ہے۔ گھڑی کے کلوز اپ کے بعد کیمرہ ٹریک بیک کرتا ہے۔ ماں اور ارشاد ناشتے کی میز پر ہیں۔ ارشاد ساتھ ساتھ کچھ پڑھنے میں بھی مشغول ہے اور ماں کی باتیں بھی سن رہا ہے۔)

ماں: میری بات سن ارشاد!

ارشاد: (ٹوسٹ کھاتے ہوئے ساتھ پڑھتے ہوئے) سن رہا ہوں ماں۔

ماں: کیا پڑھ رہا ہے تو؟

ارشاد: ایک پرانی کہانی ہے ماں---! آج سے بہت سال پہلے کی۔ ہمارے ملک کے اس حصے کی جسے پنجاب کہتے ہیں۔

ماں: کیا ہے اس میں؟

ارشاد: راجہ گوپی چند کے جوگ لینے کا واقعہ ہے ماں!

ماں: کیا تو کوئی اچھی سی کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ سیاست کی---ہسٹری کی---انٹرنیشنل افیئرز کی کتاب---کوئی جاسوسی ناول----

ارشاد: یہ---- یہ تو سب سے بڑی داستان ہے ماں---اس میں دل کا چور پکڑا جاتا ہے اور اسے اپنی جھنڑی لگ جاتی ہے۔

ماں: چھوڑ بیٹے---- میرا دل ہول کھاتا ہے۔ ارشاد!

ارشاد: جی ماں جی---- ارشاد!

ماں: جب میں فرنچ ونڈو میں کھڑی ہو کر تمہاری راہ دیکھتی ہوں ارشاد تو وقت ختم کر ساکت ہو جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے ایک پل صدیوں میں گزرا۔ کبھی تمہارے ساتھ ایسے ہوا؟

ارشاد: (حیران ہو کر ماں کو دیکھتا ہے) میرے ساتھ تو ہر روز اسی طرح ہوتا ہے ماں۔ جب میں کامران کی بارہ دری' نندن کے ٹیلے اور موہنجوداڑو کی گلیوں کو دیکھتا ہوں تو میری دید کے ایک لمحے نے صدیوں کے زمانے کو پکڑ رکھا ہوتا ہے---- ایک پل کی نوک پر صدیوں کے پردے لہراتے ہیں۔

(ریت گھڑی کو اٹھاتا ہے۔ کیمرہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر صرف اس کے ہاتھ کا کلوزاپ لیتا ہے۔)

ارشاد: (آواز سپر امپوز) یہ دیکھ ماں ریت گھڑی لمحوں میں گر رہی ہے۔ لیکن کبھی کبھی یہ رک جاتی ہے----

(اب انگلی سے گھڑی کو سیدھا کر دیتا ہے۔ ریت گرنا بند ہو جاتی ہے۔ تصویر سٹل میں بدلتی ہے۔ آواز جاری رہتی ہے۔)

اور وقت رک جاتا ہے فرد کے لیے' کبھی کبھی گروہ کے لیے' کبھی پوری بستی کے لیے' کرۂ ارض کے لیے۔ بگ بینگ والے کہتے ہیں پہلے وقت نہیں تھا۔ پھر ایک زور کا دھماکہ ہوا اور وقت چل نکلا۔

ماں: اب تو اور اور طرح کی باتیں کرنے لگا ہے ارشاد!

ارشاد: (مسکرا کر) اب تو مجھے لگتا ہے کہ وقت صرف رکتا نہیں' کبھی کبھی یہ پیچھے کو بھی کھسکنے لگتا ہے---- کبھی ایک ہی جست میں صدیاں آگے نکل جاتا ہے---- کبھی اسی جگہ واپس آ کر پیچھے کہیں اور نکل جاتا ہے۔

ماں: (پیار سے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتی ہے) دیکھ ارشاد! یہ سب کچھ---- تنہائی کی وجہ سے ہے' لیکن میں تیری تنہائیاں پر نہیں کر سکتی بیٹا' تو بیاہ کر لے۔

ارشاد: شکر کر ماں' ایک بار اللہ نے خود گرہست کے چکر سے نکال دیا۔ ایکبار پھر بیاہ کر لوں! تو بھی کمال کرتی ہے۔ میں پرورش کا فن نہیں جانتا ماں! میں روز روز بوٹے کو پانی نہیں دے سکتا۔ میں شادی کر لوں---- ایم اے کرنے کے بعد پھر پانچویں جماعت میں داخلہ لے لوں۔

ماں: بڑے سکھ ہیں گرہست میں۔

ارشاد: کبھی کبھی تو وقت رک جاتا ہے' لیکن ہمیشہ نہیں رک سکتا۔ مرد کبھی تو تن من دھن سے

عورت کا ہو سکتا ہے لیکن ہمیشہ ان لمحات میں قید نہیں رہ سکتا۔ ریشم کا کیڑا وقت کے کوئے سے باہر نکل آتا ہے۔

ماں: بکواس نہ کر----

ارشاد: جس طرح آج کی عورت وقفے وقفے کے بعد بچے کو نہلا دھلا کر' سجا بنا کر بے تحاشا چوم سکتی ہے' لاڈ پیار کر سکتی ہے' اس کے لیے ٹوائز خرید سکتی ہے' سوئیٹس لا سکتی ہے لیکن مسلسل بچے کی غلام نہیں رہ سکتی' اس کے ساتھ گھنٹوں کھیل نہیں سکتی' بور نہیں ہو سکتی---- ایسے ہی میں ہوں۔

ماں: یہ ساری باتیں تو ان اوٹ پٹانگ کتابوں سے سیکھتا ہے؟

ارشاد: یہ بات میں نے مارتھا سے سیکھی تھی ماں۔ وہ بچوں کو اچھے کپڑے' خوبصورت کھلونے ٹافیوں کے ڈبے لے کر دیتی تھی---- ان پر جان چھڑکتی تھی لیکن ان کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ ان کو ایک اذیت سمجھتی تھی' آزار جانتی تھی۔ ان کے ساتھ لمبا وقت صرف کرنا اس کے لیے مشکل تھا۔

ماں: عورت اور بچے میں فرق ہے ارشاد!

ارشاد: عورت کا بھی دل بہلانا پڑتا ہے ماں---- اور بہلاتے ہی رہنا پڑتا ہے۔ اب میں یہ کام نہیں کر سکتا (ہاتھ جوڑ کر) معاف کرنا! میں تو اپنا دل نہیں بہلا سکتا' کسی اور کے دل کو کیا سہارا دوں۔

(کتاب اٹھا کر پڑھنے لگتا ہے)

ماں: مجھے تو تیری سمجھ نہیں آئی ارشاد!

ارشاد: مجھے خود اپنی سمجھ نہیں آ رہی ماں!!

کٹ

سین 10 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد کار میں جا رہا ہے۔ یکدم سڑک پر ایک ڈاکیہ نظر آتا ہے۔ ارشاد بریک لگاتا ہے۔ ڈاکیہ موڑ کاٹ کر ایک گھر کے اندر داخل ہوتا ہے۔ ارشاد آوازیں دیتا ہے۔)

ارشاد: محمد حسین صاحب---- جناب محمد حسین صاحب---- سر---- جناب محمد حسین صاحب----

(ڈاکیہ پلٹ کر نہیں دیکھتا۔ ارشاد جھنجھلا کر سر ہلاتا ہے اور کار سٹارٹ کر کے لے جاتا ہے۔)

کٹ

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(ایک بہت بڑی فیکٹری میں ارشاد کی کار آتی ہے۔ دائیں بائیں چوکیدار اور پورٹر سلام کرتے ہیں۔ وہ لمبے راستوں پر سے ہو کر فیکٹری کے مختلف حصوں میں جاتا ہے۔)

کٹ

سین 12 ان ڈور دن

(کچھ دیر ارشاد فائلوں پر سائن کرتا ہے۔ پھر سب کچھ دھکیل کر خالی الذہن ہونے کی کوشش میں گھومنے والی کرسی سے پشت لگا کر بیٹھتا ہے۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ پھر تھوڑا سا دروازہ کھول کر مومنہ اندر جھانکتی ہے۔)

مومنہ: مے آئی کم ان سر؟

ارشاد: (بددلی کے ساتھ) آیئے---- آیئے!

(مومنہ قدرے خوفزدہ انداز میں آ کر کھڑی ہو جاتی ہے)

مومنہ: سر آپ نے سیکرٹری کے جاب کے لیے اشتہار دیا تھا----

ارشاد: (اب وہ بغور مومنہ کو دیکھتا ہے) ٹھیک----

مومنہ: جی آپ نے اشتہار میں کہا تھا کہ امیدوار خود ان پرسن آپ سے ملے---- اسی لیے میں----

ارشاد: بیٹھیے---- تعلیم؟

مومنہ: جی---- ایف ایس سی کا امتحان نہیں دے پائی تھی۔

ارشاد: لیکن ہم نے تو کم از کم بی اے کوالیفکیشن مانگی تھی۔ آپ کا بایو ڈیٹا پلیز!

مومنہ: سر میں --- بائیوڈیٹا تو نہیں لائی (گھبرا کر) وہ سر اس سے پہلے میں ایک ایڈورٹائزنگ ایجنسی میں بطور ماڈل کام کرتی تھی...... یہ...... یہ......

(جلدی سے گھبرا کر پرس کھولتی ہے اور کچھ تصویریں ارشاد کو دیتی ہے۔ وہ تصویریں پکڑتا ہے۔)

ارشاد: ان تصویروں کا میں کیا کروں؟

مومنہ: سر میں بڑی کامیاب ماڈل تھی۔ آپ دیکھیں تو سہی تصویروں کو۔ پورے آٹھ سال میں نے کام کیا ہے۔ پھر سر ایک لڑکی میرے ساتھ جیلس ہو گئی۔ (وقفہ) سر ہم لوگ اتنی جیلس کیوں ہوتی ہیں؟

ارشاد: (ذرا ریلیکس ہو کر) تو آپ نے کبھی Secretarial Job نہیں کیا؟

مومنہ: (سر جھکا کر) نہیں سر! لیکن آپ میری تصویریں دیکھ لیں پلیز۔ ان میں سب کچھ موجود ہے۔ ساری کوالیفی کیشن----

ارشاد: بی بی--- کیا نام ہے آپ کا؟

(کیمرہ تصویروں پر آتا ہے۔ مومنہ ماڈل گرل کے مختلف پوزوں میں نظر آتی ہے۔)

مومنہ: مومنہ---- مومنہ عدیل!

ارشاد: ہمارا یہ کام کچھ آسان نہیں مومنہ! اس میں کئی قسم کی Skills آنا ضروری ہیں۔

مومنہ: میں سیکھ لوں گی سر!

ارشاد: ٹائپنگ میں کتنی سپیڈ ہے؟

مومنہ: ٹائپنگ سر--- مجھے ٹائپ کرنا نہیں آتا سر۔

ارشاد: کبھی کمپیوٹر ہینڈل کیا ہے؟

(مومنہ گھبرا کر نفی میں سر ہلاتی ہے۔)

ارشاد: Any experience with account?

مومنہ: سر میں سیکھ لوں گی بہت جلدی۔ لوگ مجھے بڑا انٹیلی جنٹ سمجھتے ہیں۔

ارشاد: آپ ضرور انٹیلی جنٹ ہوں گی لیکن آئی ایم سوری مومنہ!

مومنہ: سر ایسے نہیں کہیں' میرے تین بچے ہیں' اور وہ گدھا مجھے چھوڑ گیا ہے' مجھے جاب کی سخت ضرورت ہے۔

ارشاد: گدھا؟

مومنہ: مائی ہز بینڈ سر! وہ ٹیلی فون ڈیپارٹمنٹ میں تھا سر اور ایک آپریٹر کے ساتھ دوبئی چلا گیا۔ بڑا احمق تھا سر! دوبئی میں وہ کیا کرے گا بھلا---- وہ تو پھر بھی آپریٹری کرلے گی۔

ارشاد: آپ نروس ہو کر اتنی باتیں کر رہی ہیں کہ ویسے بھی---- آپ باتیں کرنے کی شوقین ہیں؟

مومنہ: وہ سر پہلے تو میں بالکل نارمل تھی---- نارمل باتیں کیا کرتی تھی لیکن جب سے عدیل چلا گیا ہے' میری زبان ہی نہیں رکتی---- سر ایک تو اس کی یہ گندی عادت تھی---- چلیے جانے دیجیے۔ وہ دوبئی میں کیا کرلے گا بھلا! زیادہ سے زیادہ ریاض چلا جائے گا۔

ارشاد: آپ باتیں کریں بلا تکلف---- لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو جاب آفر نہیں کر سکتا۔

مومنہ: وہ سر جب سے عدیل گیا ہے' ایک تو میں کھانے بہت لگ گئی ہوں---- بھوک ختم ہی نہیں ہوتی اور دوسرے جی چاہتا ہے کہ میں بولتی رہوں ہر وقت' لیکن میں روتی بالکل نہیں سر کیونکہ مجھے رونا آتا ہی نہیں۔

ارشاد: کوئی بات نہیں! جب آپ ذرا ذہنی طور پر سیٹل ہوں گی تو پھر سے سب کچھ نارمل ہو جائے گا۔ اچھا جی شکریہ۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو جاب آفر نہ کر سکا۔

مومنہ: (اٹھتے ہوئے) اچھا جی شکریہ! ویسے تھوڑی دیر کے لیے آپ کا چہرہ دیکھ کر مجھے لگا جیسے---- جیسے آپ مجھے رکھ لیں گے۔ شکریہ سر! میرے تین بچے ہیں سر---- سارے سکول ایج کے ہیں----

(چلی جاتی ہے۔ چند ثانیے کمرے میں خاموشی رہتی ہے۔ ارشاد فائلیں دیکھتا رہتا ہے۔ چند لمحے گزر جانے کے بعد دروازہ تھوڑا سا کھلتا ہے اور مومنہ سر نکال کر پوچھتی ہے)

مومنہ: سر میں دو منٹ کے لیے آسکتی ہوں اندر؟

(ارشاد سر کے اشارے سے اجازت دیتا ہے۔ مومنہ اندر آتی ہے۔)

ارشاد: بیٹھو معصومہ!

مومنہ: مومنہ سر! یہ نام میری نانی نے رکھا تھا سر۔ مجھے پسند تو نہیں---- لیکن ہم جیسوں کا کوئی بھی نام ہو' ٹھیک ہے۔

ارشاد: (مسکرا کر) ویسے تو ہر انسان کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے۔

مومنہ: سر پتہ نہیں کیا بات ہے' اب کہتے ہیں میری قسمت خراب ہے۔ سر آپ قسمت میں

Believe کرتے ہیں؟

ارشاد: (سرِ اثبات میں ہلا کر) ہاں کرتا ہوں۔

مومنہ: میں قسمت میں Believe تو نہیں کرتی، لیکن میری فرینڈز کہتی ہیں مومنہ جب کام بننے لگتے ہیں تو پھر یکدم بگڑ جاتے ہیں، یہی قسمت ہے --- میری ای کہتی ہیں فیصلے اوپر ہوتے ہیں، کیا واقعی سر؟

ارشاد: مومنہ! انسان دو پاؤں کا جانور ہے۔ اس کا ایک پاؤں تدبیر سے اٹھتا ہے اور دوسرے قدم کو اس کی قسمت اٹھاتی ہے۔ تمہارے ڈی این اے نے یہ بات طے کر دی تھی کہ تمہاری آنکھوں کا اور بالوں کا کیا رنگ ہوگا --- یہ بات بھی طے ہے کہ تمہارا قد اتنا ہی ہوگا --- یہ تمہاری قسمت ہے۔ اور ان بالوں کو، اس رنگ کو اور قد کو جو چار چاند میک اپ اور ہیل والی جوتیاں لگاتی ہیں، وہ تدبیر ہے۔

مومنہ: سر! ہمارے ہاں ایک لڑکی آئی تھی، بالکل آرڈینری لیکن جو اس نے ہیئر سٹائل نکالے --- جو اس کو لباس سوجھتے تھے وہ سب سے بازی لے گئی۔ اس کی جیلسی نے تو مجھے مروا دیا۔

ارشاد: قسمت گندھی ہوئی مٹی ہے۔ کوئی اس سے اینٹیں بناتا ہے --- کوئی کوزہ تیار کرتا ہے --- کوئی اس مٹی میں پھول اگاتا ہے، خوب روز کے ---

مومنہ: لیکن سر میں اسے کیا کہوں؟ بڑے گھر میں شادی ہوئی، قسمت بن گئی۔ لیکن پھر شوہر چھوڑ گیا، یہ بھی قسمت۔ سر نوکری ملی، ماڈل گرل میں ایسی تھی کہ جس پروڈکٹ کا میں اشتہار بناتی، وہ پروڈکٹ ہاتھوں ہاتھ نکل جاتی۔ پھر ایک معمولی لڑکی جیلس ہو گئی سر، بالکل معمولی۔ نوکری سے نکلوا دیا۔ یہ کیسی قسمت ہے جو مجھے کبھی ایک رنگ میں غوطہ دیتی ہے، کبھی دوسرے رنگ میں --- اور تھی بھی بالکل معمولی لڑکی۔

ارشاد: میں بھی اس سوال کا جواب تلاش کر رہا ہوں۔ میرے دل میں بھی ایک بڑا سا "کیوں" ہے لیکن میں تمہاری طرح نہیں پوچھتا مومنہ۔

مومنہ: آپ کے دل میں سوال ہے سر! آپ کے دل میں بھی --- اتنا سب کچھ ہوتے ہوئے آپ کے دل میں بھی سوال ہے؟!

ارشاد: جب سب کچھ مل جاتا ہے --- دولت، عزت، محبت --- جب ہر رنگ کی خوشی، ہر رنگ کی آسائش مل جاتی ہے پھر اصل --- "کیوں" جاگتا ہے --- بڑا سا بھی اٹھتا ہے اور پوچھتا ہے میں یہاں کیوں آیا ہوں؟ میں کیوں زندہ ہوں؟؟ اس کیوں نے مجھ تباہ ہ کو

ستایا---- راجہ بھرتری ہری کے دل میں جاگا---- لیکن آئی ایم سوری' میں آپ سے ابراہیم ادھم کی بات تو نہیں کرنا چاہتا۔

(دراز کھولتا ہے اور کچھ سو سو کے نوٹ نکالتا ہے۔)

اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو---- پلیز یہ---- تھوڑی سی مدد----

مومنہ: (اٹھتے ہوئے) سر ضرورت تو مجھے بڑی ہے لیکن پتہ نہیں کیوں ابھی مجھے شرم آتی ہے۔ اگر کسی روز حالات بہت ہی خراب ہو گئے تو میں سب سے پہلے آپ کے پاس آؤں گی---- مجھے آپ کو دیکھ کر اعتماد سا آ گیا ہے۔

(مومنہ اٹھ کر جاتی ہے۔ ارشاد اس کے جانے پر اٹھ کر سرو قد کھڑا ہوتا ہے۔)

کٹ

سین 13 ان ڈور چند لمحے بعد

(ارشاد کے بیڈ روم میں اس کی ماں آتی ہے۔ وہ تلاشی لینے کے انداز میں پہلے اس کے سرہانے تلے دیکھتی ہے۔ پھر ڈریسنگ ٹیبل کے دراز کھولتی ہے۔ پھر کپڑوں والی الماری کی کنسوئیاں لیتی ہے۔ آخر میں تپائی پر پڑی کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھتی ہے۔ اس کے بعد راکنگ چیئر پر بیٹھ کر فون ملاتی ہے۔)

ماں: ہیلو! ہاں ذرا شجاع صاحب کو بلانا (وقفہ) ہیلو---- وعلیکم السلام---- ارشاد تمہاری طرف تو نہیں آیا؟ لو میں نے کیا کھلی چھٹی دینی ہے؟ یہ تم دوست ہی کسی کام کے نہیں۔ (وقفہ) بیٹا میری عمر ہے کہ میں اسے باندھتی پھروں۔ تم لوگ پکڑ دھکڑ کر شادی کروا دو اس کی---- میں کب ناراض ہوں گی بھائی۔ میں تو الٹا دعائیں دوں گی تم لوگوں کو---- اس کی میم نہیں آئے گی لندن سے---- کبھی نہیں شجاع---- بھئی طلاق ہی سمجھو---- ہاں بھئی پھنسا دو کہیں---- اچھا---- اچھا---- ٹھیک ہے' میں گھر پر ہی ہوتی ہوں' کسی وقت بھی آ جانا۔

کٹ

سین 14 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ارشاد اپنے دفتر کی کھڑکی کے ساتھ لگا کھڑا ہے۔ گیت بجتا ہے:

تیرے من چلے کا سودا ہے----

وہ اپنے دائیں ہاتھ کو کھولتا ہے۔ اسی ہاتھ کے انگوٹھے سے پوروں پر کچھ گنتا ہے۔ پھر وہ گھومنے والی چیئر پر بیٹھ کر انٹر کام ملاتا ہے۔)

ارشاد: ذکی صاحب پلیز! (فون کا چونگا کان سے لگائے وہ کچھ سوچنے کے انداز میں پنسل سے کچھ تصویریں سی بناتا ہے۔ گیت جاری رہتا ہے) ذکی صاحب! ابھی آپ کے آفس کے سامنے سے ایک خاتون گزرے گی---- ہاں بہت سی عورتیں گزرتی ہیں۔ اس نے غالباً زرد رنگ کا لباس پہن رکھا ہے۔ خاتون---- لڑکی نہیں---- خاتون----اس کا نام مومنہ عدیل ہے۔ اسے اپنے سٹور آفس میں ایڈجسٹ کر لیں۔ پھر وہی بات---- کوئی کوالیفیکشن نہیں ہے۔ آپ اسے کوئی مناسب جاب دیں----

This is not my headache

(فون کو پٹخ کر رکھتا ہے۔ قوالی کی آواز سپر امپوز کیجیے:

میں ہاں کچی تے میں رڑ جانا----

سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔)

کٹ

سین 15 آؤٹ ڈور رات

(ماں کار میں جا رہی ہے۔ ایک جگہ وہ ڈرائیور کی پچھلی سیٹ کو تھپتھپا کر روکنے کے لیے کہتی ہے۔ یہ جگہ ریڈ لائٹ ایریا سا لگتا ہے۔ ماں اترتی ہے۔ اس نے چادر اوڑھ رکھی ہے اور اپنے آپ کو اس میں لپیٹ رکھا ہے۔ وہ بازار میں چلتی ہے۔ اس وقت نسوانی آواز میں کوئی گیت بجتا ہے اور اسی پر گھنگھروؤں کی آواز اور طبلے کی تھاپ اسے بازار کا رنگ دیتے ہیں۔)

کٹ

سین 16 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(ماں سیڑھیاں چڑھتی ہے۔ سیڑھیوں پر اسے ایک تماش بین ملتا ہے جس نے

بوسکی کا سوٹ اور گلے میں موتیے کا ہار پہن رکھا ہے۔ تماش بین ماں کو سلام کرتا ہے۔ وہ ہلکا سا سر ہلا کر جواب دیتی ہے۔ اور اوپر پہنچتی ہے۔ گیت جاری رہتا ہے۔ اب آخری سیڑھی تک اس کا ماتھا پہنچتا ہے۔ اسے ایک ناچنے والی کے پاؤں کی چلت پھرت نظر آتی ہے' باقی کمرے کا کچھ نظر نہیں آتا۔ جس وقت ماں آواز دیتی ہے' کوٹھے پر ناچنے والی کے پاؤں ساکت ہو جاتے ہیں اور گانا بند ہو جاتا ہے۔)

ماں: نوبہار! بتا کیا ارشاد تیرے کوٹھے پر آتا ہے؟

آواز نوبہار: (ایکو میں رک رک کر جواب آتا ہے) تو نے غلط سنا ہے ماں---- (طبلے کی تھاپ کے ساتھ)

میں پرکار کٹنی ہوں' بچھڑ مولا میرا نام ہے۔ میں پانی میں آگ لگا دیتی ہوں' یہ میرا کام ہے۔ جس راستے میرا ایک بار گزر ہو جائے وہاں سے محبت یوں اڑ جاتی ہے جیسے پارا آگ پر رکھنے سے اڑ جاتا ہے لیکن ارشاد مجھ سے یوں گزر گیا' جیسے پانی چھلنی سے گزرتا ہے---- دیکھ ماں ---- اسے تلاش نہ کر ---- تو بھی میری طرح تھک جائے گی اور گھومتی رہے گی جیسے چاک پر مٹی تھک تھک کر گرتی ہے پر گھومتی ہے۔

(یکدم طبلے پر تہائی بجتی ہے۔ ساتھ ہی گیت رواں ہوتا ہے:

تیرے من چلے کا سودا----

ناچتے ہوئے دو قدم سکرین پر آتے ہیں۔)

ڈزالو

سین 17 آؤٹ ڈور دن

(ڈاک خانے کی افراتفری---- مختلف کلرک لفافوں پر مہریں لگا رہے ہیں۔ کیمرہ بار بار لفافوں پر مہریں لگاتے دکھاتا ہے۔ مہریں کلوزاپ میں دکھائی جاتی ہیں۔ اب ایک دروازے سے ارشاد داخل ہوتا ہے۔ وہ ایک کھڑکی کے پاس جا کر رکتا ہے۔ یہاں محمد حسین ڈاکیے مہریں لگا رہا ہے۔ ارشاد جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔)

ارشاد: حضور مجھ پر بھی مہر لگا دیں----

محمد حسین: جس لفافے پر تیرا پتہ ہی درج نہیں اس پر کیا مہر لگاؤں میں' کہاں بھیجوں اسے؟

ارشاد: پتہ بھی آپ خود لکھ دیجئے آقا!

محمد حسین: دیکھو ارشاد! کہنا آسان کرنا مشکل ---- پہلے طریقے سے واقفیت حاصل کر' پھر قدم رکھ۔ غصہ چھوڑ ---- تکبر ختم کر ---- حکم حکومت پر قلم پھیر ---- پھر پتہ لکھ دوں گا' مہر بھی لگا دوں گا ---- تصدیق کروں گا خود۔

ارشاد: لیکن کیسے ---- کیسے؟ طریقہ بھی تو بتائیں حضور!

محمد حسین: دو راستوں پر قدم نہ رکھ ---- دوئی چھوڑ دے ---- راستہ ایک ہی بھلا بھائی۔ بدگمانی چھوڑ ---- وبد حاسے نکل۔

ارشاد: آپ نکال دیجئے سرکار!

محمد حسین: ناں بھائی ناں ---- فیصلہ تیرا اپنا ہو گا ---- پتہ ہم لکھ دیں گے ---- تو نے تو اپنے لفافے پر اتنا کچھ لکھ رکھا ہے کہ کوئی جگہ ہی نہیں۔ ہم سرناواں کہاں لکھیں۔ مہر کہاں لگائیں۔

(یکدم جیب سے رومال نکال کر ارشاد اپنا چہرہ ڈھانپ لیتا ہے۔ سارے میں مہریں لگانے کی آواز غالب رہتی ہے۔)

کٹ

سین 18

ان ڈور رات

(ماں پلنگ پر لیٹی ہے۔ ارشاد ایک چھوٹی پلیٹ میں کچھ گولیاں اور پانی کا گلاس لے کر آتا ہے۔ دوا ماں کو پلاتا ہے۔ اس دوران باتیں ہوتی ہیں' پھر ارشاد پلنگ کے ساتھ لگی کرسی پر بیٹھ کر کہانی سناتا ہے۔)

ماں: ارشاد!

ارشاد: جی ماں جی!!

ماں: تو کہاں رہتا ہے بیٹا؟

ارشاد: میں آپ کے قدموں میں ----

ماں: قدموں میں تو رہتا ہے لیکن ویسے کہاں رہتا ہے؟

ارشاد: میں آپ کے پاس اماں!

ماں: کوئی نہیں میرے پاس ---- میرے پاس ہو تو مرا دل گواہی نہ دے!

ارشاد: ایک راجہ کو پی چند تھا اس ---- اس کی سولہ سو رانیاں تھیں ---- اس کے چندن بدن کو

دیکھ کر اس کی ماں رانی مینا وتی کہتی تھی' میرے سندر بدن بیٹے جوگ لے لے ---- فقیری اختیار کر لے کہ اس بدن کا چندن سدا نہیں رہے گا۔

ماں: (یکدم اٹھ کر تڑپ جانے کے انداز میں) نہیں نہیں! ماں ایسے نہیں کہہ سکتی۔ وہ اس کی ماں نہیں ہو گی۔ ارشاد ---- بھلا ماں کب فقیر ہونے کی اجازت دے سکتی ہے۔ نہیں ارشاد ---- وہ ماں نہیں ہو گی' ماں نہیں ہو سکتی ---- کوئی سوتیلی ہو گی۔

ارشاد: بس وہی تو ماں تھی جس نے راستہ نہیں روکا' دعا دے کر رخصت کر دیا۔

ماں: نہیں' وہ ماں نہیں تھی ---- ماں نہیں تھی ---- نہیں ارشاد نہیں۔

(ارشاد جاتا ہے۔ ماں سرہانے تلے سے کتاب نکال کر پڑھتی ہے۔)

ڈزالو

سین 19 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد کار میں سوار ہے۔ گیت کی دھن چل رہی ہے: تیرے من چلے کا سودا ---- کار فیکٹری میں داخل ہوتی ہے۔ ارشاد اترتا ہے۔)

کٹ

سین 20 ان ڈور دن

(ارشاد بڑے تذبذب میں بیٹھا ہے۔ دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ پھر مومنہ تھوڑا سا دروازہ کھول کر پوچھنے کے انداز میں سر اندر کرتی ہے۔)

مومنہ: سر مے آئی کم ان؟

ارشاد: آیئے!

(مومنہ کچھ ڈری سی' کچھ چڑائی کے ساتھ اندر آتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں کیک کا ڈبہ ہے۔)

مومنہ: سر میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی تھی۔

ارشاد: میرا؟ وہ کس لیے؟

مومنہ: جی مجھے نوکری مل گئی بڑی اچھی' سٹور میں ---- آپ کے سٹور میں۔

ارشاد: (تجاہل عارفانہ کے ساتھ) اچھا---کب؟

مومنہ: آپ کو پتہ ہے سر! آپ ہی نے تو نوکری دلوائی ہے مجھے۔

ارشاد: میں نے؟! اچھا ایسے ہی سہی۔

مومنہ: میں یہ کیک لائی تھی جی آپ کے لیے 'بلیک فورسٹ'!

ارشاد: آپ کا بہت بہت شکریہ' لیکن میں کیک کھاتا نہیں۔ڈاکٹروں نے منع کر رکھا ہے۔

مومنہ: تھوڑا سا کھالیں سر۔ بالکل تازہ ہے۔باقی آپ اپنے سرونٹس کو بانٹ دیں۔

ارشاد: معصومہ! یہ کیک تم گھر لے جانا' اپنے بچوں کے لیے---

مومنہ: سر میں نے اس دن آپ سے جھوٹ کہا تھا---

ارشاد: کیسا جھوٹ---؟

مومنہ: سر میرا صرف ایک بچہ ہے--- میرا خیال تھا کہ اگر میں تین بچے کہوں گی تو آپ مجھے نوکری دے دیں گے۔

ارشاد: سوچ لیں ایک بچہ بھی ہے کہ نہیں؟

مومنہ: (مسکرا کر) نہیں جی ایک تو ہے اور جو نیئر کیمبرج کی تیاری کر رہا ہے۔

(اٹھ کر جانے لگتی ہے)

ارشاد: بھائی یہ کیک لے جائیے۔

مومنہ: آپ اسے اپنے پی اے کو دے دیجیے سر! وہ بانٹ دے گا۔

ارشاد: تھینک یو!

مومنہ: یو آر ویلکم سر!!

(جاتی ہے اور دروازے سے لوٹتی ہے)

میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں سر مجھے قسمت کی سمجھ آگئی ہے۔

ارشاد: اچھا!

مومنہ: جب آدمی اللہ سے جھگڑنے لگتا ہے نا سر بہت زور کے ساتھ تو پھر اس کی قسمت سنور جاتی ہے۔اور جب وہ سر جھکا دیتا ہے تو بگڑنے لگتی ہے۔ایم آئی رائٹ؟

ارشاد: نسخہ تو اچھا ہے' لیکن بار بار نہ آزمانا۔ اس کی رسی لمبی ضرور ہے لیکن کبھی کبھی جھگڑے کے خطرناک نتائج بھی نکل آتے ہیں معصومہ۔

مومنہ: پلیز سر' مومنہ!

(مومنہ دروازہ پار کرتی ہے' پھر لوٹتی ہے)

سر کیا آپ اس دن کی طرح میری ایک اور مدد کر سکتے ہیں؟

ارشاد: (دراز کھلتا ہے) کس قدر؟

مومنہ: دو ہزار دے دیجیے سر! میں تنخواہ ملتے ہی آپ کو لوٹا دوں گی۔ سارے کے سارے۔

ارشاد: دیکھیں گے----!

(دراز سے نوٹ نکال کر سامنے پھینکتا ہے)

مومنہ: تھینک یو سر۔

کٹ

سین 21 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(سوئمنگ پول میں ارشاد تیر رہا ہے۔ پھر وہ باہر نکلتا ہے اور باتھ روب پہن کر ایک خوبصورت چھتری تلے بیٹھتا ہے۔ یہاں اس کا دوست کبیر خان بیٹھا ہے۔ دونوں جوس پینے لگتے ہیں۔)

کبیر: یوں زندگی بسر کرتے رہو ارشاد! لڑنا چھوڑ دو' انجوائے لائف----اٹ از اے گفٹ!

ارشاد: لیکن میں انجوائے نہیں کرتا---- نہیں کر سکتا---- نہیں کرنا چاہتا۔

کبیر: اسی لیے تم---- کیا نام بتایا تم نے ابھی؟

ارشاد: مومنہ۔

کبیر: ہاں مومنہ---- اسی لیے تم لمبی لمبی باتیں کرتے رہے مومنہ سے۔ تمہاری پوزیشن کا آدمی یوں باتیں کرتا ہے کسی سیکرٹری سے----ایک آرڈینری ملازمہ سے!

ارشاد: مجھے ترس آگیا تھا اس پر----

کبیر: نہیں' تم اس سے باتیں کر کے انجوائے کر رہے تھے----
You were having a good time گدھے آدمی۔ فلرٹ کرنے میں جو لذت ہے' وہ کسی سیریس **Love affair** میں ہو سکتی ہے!

ارشاد: **Who on earth was flirting** کمال ہے۔ میں نے تمہیں صرف یہ بتایا ہے کہ خواہ مخواہ باتیں کرنا میری طبیعت پر بوجھ ڈالتا ہے۔

کبیر: طبیعت کو ہلکا کرتا ہے----

ارشاد: تم یہ سب کچھ نہیں سمجھ سکتے۔ میں اپنی نگرانی کر رہا ہوں۔ میں اپنے کنڈکٹ کو درست

رکھنا چاہتا ہوں---ناک سیدھ چلنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

کبیر: کس لیے؟ کیوں؟ اس کی کیا ضرورت ہے بھلا؟ کس نے کہا ہے تم سے؟

ارشاد: کسی نے نہیں کہا' یہ میرے اپنے من کا سودا ہے---میں اپنے لفافے پر مہر لگوانا چاہتا ہوں۔

کبیر: اپنے لفافے پر!

ارشاد: جس طرح تم یہ سمجھ نہیں پائے کہ مجھے مومنہ سے باتیں کر کے افسوس ہوا' اسی طرح تم یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ لفافے پر مہر لگوانا کیا ہوتا ہے۔

کبیر: اٹھو---شاور لو اور میرے ساتھ چلو۔

ارشاد: کہاں؟

کبیر: کہیں---میں تمہیں قتل تو نہیں کروں گا۔

ارشاد: (ہنس کر) کاش کر دو کبیر اور جلدی کر دو!

کبیر: کر دوں گا ایک دن!

کٹ

سین 22

ان ڈور رات

(کبیر خان' ارشاد اور عذرا ایک عالی شان مکان میں موجود ہیں۔ عقب میں فوارہ نظر آتا ہے' اندر یہ تینوں بیٹھے کافی پی رہے ہیں۔)

عذرا: کبیر بھائی! آپ تو سب کی زندگی کو تماشا سمجھتے ہیں۔ ہر انسان کو کوئی نہ کوئی پرابلم تو ہوتا ہی ہے۔

کبیر: تمہیں کیا پرابلم ہے؟ روپیہ پیسہ بے تحاشا ہے---

عذرا: بس؟

کبیر: ایک نکما شوہر تھا---وہ مر گیا ہے۔

عذرا: توبہ کبیر بھائی! آپ کتنے سنگدل ہیں۔

کبیر: تمہیں اپنے شوہر سے محبت تو نہیں تھی عذرا---

عذرا: محبت نہ سہی وہ میرا شوہر تو تھا۔

کبیر: خیر اس فیوڈل لارڈ کے جانے سے مسئلے کم ہوئے ہیں' زیادہ نہیں ہوئے۔

عذرا: (لمبی آہ بھر کر) ارشاد صاحب! آپ گفتگو میں Participate نہیں کر رہے۔

ارشاد: (یکدم) ہاں جی کر تو رہا ہوں بلکہ ---

عذرا: کیوں جی؟ کیا مجھ جیسی عورت کو جس کا شوہر چھ ماہ ہوئے فوت ہوا ہو کوئی مسئلہ نہیں؟ کوئی پرابلم نہیں---؟

کبیر: ہاں بہت مسئلے ہیں--- بڑے پرابلم ہیں' لیکن سب خود ساختہ۔

عذرا: اور ایسے مسائل حل کرنے سب سے زیادہ مشکل ہوتے ہیں جو خود ساختہ ہوں۔

کبیر: (اٹھتا ہے) ایک تو تمہارا سٹاف اتنا سلو ہے! ایک ٹوتھ پک مانگی تھی' غائب ہی ہو گیا تمہارا بیرا۔

(اندر کی طرف جاتا ہے)

عذرا: آپ جب بھی آتے ہیں ارشاد صاحب' چپ چپ بیٹھے رہتے ہیں۔

ارشاد: میں آپ کی باتیں سننا پسند کرتا ہوں۔

عذرا: لیکن دیوار سے کوئی کب تک بولتا جائے۔

ارشاد: آئی ایم سوری!

عذرا: ہمارے ایک پرانے اٹالین دوست ہیں--- بڑے رومانٹک! وہ جب بھی پاکستان آتے ہیں' مجھ سے ایک لفظ بولتے ہیں Bonjorno Signora--- اور جاتے وقت کہتے ہیں چاؤ سینورا۔ ان کی وائف کا خیال کچھ اور ہے۔

ارشاد: (مسکرا کر) شبہ کرتی ہے اپنے شوہر پر!

عذرا: بُوجھ لیا آپ نے۔ بڑی جیلس ہے مجھ سے۔

ارشاد: جی۔

عذرا: کیا مطلب! کچھ کمنٹ کریں۔

ارشاد: دیکھئے نہ تو میں ان لوگوں کو جانتا ہوں' نہ آپ سے میری اس قدر بے تکلفی ہے۔

عذرا: آپ بھی--- بس کیا کہوں ارشاد صاحب---!

ارشاد: کہیے کہیے---!

عذرا: آپ بھی دوسرے سینور Bonjorno ہیں۔

(دونوں خوش دلی سے ہنستے ہیں۔ کبیر خان آتا دکھائی دیتا ہے۔)

کبیر: کیوں بھئی کیا ہوا! میں نے مس کیا--- جلدی بتاؤ۔

ارشاد: تم نے صرف ایک ٹوتھ پک مس کیا تھا' سول گیا ہو گا۔

کبیر: تو تھ پک!

(ارشاد اور عذرا ہنستے ہیں۔ کبیر خان حیرانی سے دیکھتا ہے۔)

کٹ

سین 23 ان ڈور صبح کا وقت

(ارشاد اور ماں بیٹھے ہیں' ماں چپ ہے۔)

ارشاد: آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ آپ کو کتنا دکھ ہو گا؟

ماں: سنو ارشاد! جو تمہارے دل میں ہوتا ہے' وہ میرے ناخنوں میں ہوتا ہے۔ تم پر راجہ گوپی چند کی کہانی کا اثر ہو گیا ہے۔ انسان کو سوچ سمجھ کر مطالعہ کرنا چاہیے۔

ارشاد: سوچ سمجھ کر ہی رخ متعین کیا ہے ماں!

ماں: سنو ارشاد! میں راج ماتا میناوتی نہیں ہوں۔ وہ بڑی عورت تھی۔ میں نے اس کی کہانی پڑھی ہے' تمہارے سرہانے تلے سے نکال کر۔ وہ یقیناً بہت بڑی عورت تھی' جس نے خود اپنے بیٹے کو فقیری کا راستہ دکھایا لیکن میں---- میں ایسے نہیں سوچ سکتی (رونے لگتی ہے اور وفور جذبات سے بھیگی اٹھ کر چلی جاتی ہے۔) کبھی نہیں---- کبھی نہیں----

(ارشاد ہوا میں دیکھتا ہے۔ رانی میناوتی کا سین سپرامپوز ہوتا ہے۔)

ڈزالو

سین 24 ان ڈور دن

(ارشاد اپنے دفتر میں پشت کرسی سے لگائے پریشان بیٹھا ہے۔ سامنے ایک بزنس مین بڑے اشتیاق سے ایک بلڈنگ کا نقشہ پھیلا کر سمجھانے میں مشغول ہے۔)

شجاع: رائے ونڈ پر---- بالکل لب سڑک---- یہ زمین میں خرید چکا ہوں۔ فیکٹری تمہارے نام میں بنے گی' پیسہ میں لگاؤں گا۔

ارشاد: پر کیوں؟

شجاع: یار تم بزنس کے معاملے میں بہت کچی ہو۔ میں سب کچھ تمہارے نام پر کرنا چاہتا ہوں۔

ارشاد: اگر میں مکر جاؤں اور یہ پچاس کنال کی بنی بنائی فیکٹری ہتھیالوں---- تو----؟

شجاع: بھائی تمہیں ہتھیانے کی کیا ضرورت ہے۔ ادھر یہ رجسٹری پڑی ہے' سنبھالو اسے۔ میں شجاع نہیں جو تم سے ایک مرتبہ بھی پوچھوں کہ وہ رجسٹری کہاں ہے۔

ارشاد: جناب بھائی شجاع صاحب! میں اور فیکٹری لگانا نہیں چاہتا۔

شجاع: میری خاطر ارشاد---- پلیز پارٹنر شپ ڈیڈ سائن کر دو۔ چلو ففٹی ففٹی نہ سہی' تم ستر فیصد لے لینا۔

ارشاد: او گدھے تمہارا دماغ خراب ہوا ہے۔ نہ مجھے پیسہ لگانے کو کہہ رہے ہو نہ مجھے کام کرنے کو کہہ رہے ہو۔ یہ کیا چکر ہے۔ مجھے اتنی بڑی آفر کیوں دے رہے ہو شجاع؟

شجاع: میں نہیں جانتا کیوں---- لیکن کوئی آواز مجھے اکسا رہی ہے۔ میرے اندر کوئی کہہ رہا ہے---- اگر ارشاد مان گیا تو سب ٹھیک ہو جائے گا---- کوئی کہہ رہا ہے----

ارشاد: (چھت کی طرف دیکھ کر) محمد حسین پوسٹ مین صاحب! بس ہو جائیے سر---- بس کر دیجئے---- سرناواں لکھیں نہ لکھیں' مہر لگائیں نہ لگائیں' بس ہو جائیں۔ میں انسان ہوں آخر' کوئی پتھر تو نہیں ہوں۔

کٹ

سین 25 ان ڈور دن

(ڈاک خانے میں ایک لمبا چوڑا سین۔ اس کا ماحول بنائیے۔ پھر بڑھتے بڑھتے کیمرہ اس کھڑکی پر آتا ہے جہاں محمد حسین ٹکٹوں پر مہریں لگا رہا ہے۔ کھڑکی کے ساتھ ارشاد کھڑا ہے۔ اس نے ہاتھ نہیں جوڑے لیکن اس کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مکمل بنتی ہے۔)

ارشاد: حضور میں چلنا چاہتا ہوں اس راستے پر---- لیکن مجھ سے فیصلہ نہیں ہو پاتا۔

محمد حسین: لیکن یہ فیصلہ تو تم ہی کو کرنا ہو گا ارشاد----!

ارشاد: جس قدر میرا جھکاؤ ادھر کا ہو رہا ہے حضرت' اتنی ہی چمگادڑیں مجھ پر گر رہی ہیں۔

محمد حسین: گریں گی ہی گریں---- یہ تو معمولی ہے بھائی! اس راستے میں چمگادڑیں تو اڑ اڑ کر چمٹیں گی۔

ارشاد: فیکٹریاں' زمینیں' دولت' عورتیں---- سب میری طرف بھاگ رہی ہیں آقا۔

محمد حسین: (ہنستے ہوئے) ابھی سے پھونک نکل گئی کاکا جی' ابھی سے۔ ابھی تو کام سٹارٹ بھی نہیں

ہوں۔ ابھی تو ہم نے کِک ہی نہیں ماری۔

(محمد حسین ہنستا جاتا ہے۔)

ڈزالو

سین 26 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(دریا کنارے جہاں دور دور ریت ہے' ایک سیلوٹ کی شکل میں ارشاد بھاگ رہا ہے۔ گیت فیڈ ان کیجئے۔ وہ کچھ دیر بھاگتا رہتا ہے۔ پھر ایک جست لگا کر دریا میں چھلانگ لگا دیتا ہے۔)

کٹ

سین 27 ان ڈور گہری رات

(ماں سو رہی ہے۔ فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھتی ہے۔ ایک ملازمہ ساتھ والے کمرے میں آتی ہے اور فون اٹھانا چاہتی ہے۔)

ماں: ناں ناں رضیہ فون نہ اٹھانا---- کوئی بری خبر ہے---- بجنے دے---- بجنے دے اور بھاگ کے دیکھ ارشاد صاحب اپنے بیڈ میں ہیں کہ نہیں ادیکھ پاگل---- کھڑی کیا کر رہی ہے۔ بیڈ روم میں جا کر دیکھ ---- ضرور کوئی بری خبر ہے---- ورنہ اس وقت کیوں بجے گا ٹیلیفون----

(فیڈ آؤٹ)

قسط نمبر 2

کردار

ارشاد	:	ہیرو
سجاد	:	ریسرچ لیبارٹری میں کام کرنے والا ذہین نوجوان
نائیلہ	:	خوبصورت حساس لڑکی' لیبارٹری اسسٹنٹ
سلمٰی	:	ریسرچ لیبارٹری میں کام کرنے والی متجسس ذہن کی مالک
عامر	:	خوبصورت نوجوان۔ اپنے حالات سے پریشان
مومنہ	:	ہیروئن
ماں	:	ارشاد کی والدہ
موچی رمضان	:	
خاکروب لبھا	:	ایک ہی روشنی کی تین کرنیں
ڈاکٹر محمد حسین	:	
شجاع	:	ارشاد کا دوست
عذرا سلمان	:	شجاع کی سہیلی' فیوڈل لارڈ کی بیوہ
سکندر	:	نوجوان آدمی۔ زندگی میں ہر حال ترقی کرنے کا خواہاں
منشی	:	عیار شکل' خوشامدی' درمیانی عمر کا دبلا پتلا آدمی

اور ارشاد کا پی اے' شجاع کا ملازم' عذرا کا ڈرائیور

سین 1 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد اپنی فیکٹری کی لمبی گیلری میں دور سے چلا آرہا ہے۔ کیمرہ سامنے ہے۔ وہ کافی فاصلے سے آکر مڑتا ہے۔ کیمرہ اس کی بیک پر ہو جاتا ہے۔ وہ مڑ کر سامنے دیکھتا ہے۔ پہلے بورڈ پر "ریسرچ ڈیپارٹمنٹ" لکھا ہے۔ ارشاد اندر جاتا ہے۔ اس دوران گیت جاری رہتا ہے:)

جے رب ملدا نہاتیا دھوتیا ملدا ڈڈواں مچھیاں

کٹ

سین 2 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ریسرچ لیبارٹری کے اندر دو لڑکیاں اور ایک نوجوان ریسرچ میں مشغول ہیں۔ ان سب سے ہٹ کر ایک بینچ پر ایک نوجوان بیٹھا ہے۔ اس نے پینٹ اور قمیص پہن رکھی ہے۔ سب کی طرح اس نے بھی سفید کوٹ زیب تن کر رکھا ہے۔ کیمرہ کام کرتے ریسرچ آفیسرز کو چھوڑ کر اس پر جاتا ہے۔ وہ سب سے روٹھا ہوا الگ رہا ہے اور تسبیح پھیر رہا ہے۔ پہلے ارشاد دونوں لڑکیوں اور نوجوان ریسرچ آفیسر سے باتیں کرتا ہے۔ پھر اس کی نگاہ اس نوجوان پر پڑتی ہے جو آنکھیں موندے تسبیح پھیرنے میں مگن ہے۔ ارشاد قدم قدم چلتا اس کے پاس جاتا ہے اور کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھتا ہے اور سلام کرتا ہے۔)

: سر ہم ضرور ریسرچ کریں گے کہ وہ کون سا وائرس ہے جو اس قدر احتیاط کے باوجود Localized ہو جاتا ہے اور ہمارے کیمیکل کی ساری آئیونائزیشن پر اثر انداز ہوتا ہے۔

نائلہ: بھولا تم Zeal سے کام کر رہے ہو لیکن ان کیمیکلز کے ڈی جنریٹ ہونے کا پروسس معلوم کرنا اتنا آسان بھی تو نہیں۔ دعائیں کرو ہم لگے ضرور رہیں گے سر۔

: میں کب کہتا ہوں نائلہ یہ آسان کام ہے۔ مشکل مسئلہ حل ہو جائے تبھی تو خوشی ملتی ہے۔ تبھی تو فتح کا احساس ہوتا ہے۔

ارشاد: آپ کچھ دلچسپی نہیں لے رہیں مس نائلہ! پہلے تو آپ سب سے زیادہ گرمجوشی سے اپنے

پلان سمجھایا کرتی تھیں۔

سجاد: ان کو سر آفات سماوی ہو گئی ہیں۔
(سلمیٰ بڑا ناتی ہے۔)

ارشاد: کیا مطلب؟

سجاد: سر انہیں ریسرچ سے ڈرا دیا گیا ہے کہ یہی چیز آفات کا باعث ہے۔

سلمیٰ: نہیں سر! یہ سجاد اور نائیلہ کا خیال ہے کہ میں ڈر گئی ہوں۔ دراصل سر ہم لوگوں کی ایسی پوزیشن نہیں کہ ہم آپ سے کھل کر بات کر سکیں۔ میرا مسئلہ اور ہے۔

ارشاد: نہیں بھئی ہم نے تو چن چن کر ریسرچ سیل میں نڈر لوگ لیے ہیں --- رسک لینے والے' بے خوف --- سوال پوچھنے والے --- حل نکالنے والے --- جرح کرنے والے ---

نائیلہ: سر یہ ایک بڑی الجھن میں پھنس گئی ہے۔

سلمیٰ: نہیں سر الجھن نہیں ہے۔ میں سچ مچ یقین رکھنے لگی ہوں کہ سائنس اور اس کی ایجادات اور یہ سب کچھ جو ریسرچ کا نتیجہ ہے' یہ سائنسی ترقی دراصل مذہب کے خلاف ہے اور ہمیں اس طرف زیادہ دھیان نہیں دینا چاہیے۔

ارشاد: سلمیٰ! کیا مجھے بتا سکتی ہو کہ مذہب سے تمہاری کیا مراد ہے؟ کون سا مذہب تمہارے ذہن میں ہے؟

سلمیٰ: کوئی سا بھی مذہب --- ہر ایک مذہب سر! ایوری Religion !

ارشاد: تمہیں پتہ ہے اسلام کا گولڈن پیریڈ کون سا تھا؟

سلمیٰ: (منہ اٹھا کر نہ جاننے کے انداز میں دیکھتی ہے)

ارشاد: جب تفکر کی عادت تھی مسلمانوں کو --- تدبر کا رجحان رہا --- جب مسلمان سائنس دان سوچتا تھا --- نماز بھی پڑھتا تھا --- رات کو تاروں کو بھی دیکھتا تھا --- ہندسوں کی تلاش بھی کرتا تھا اور زکوٰۃ بھی دیتا تھا --- ناپ تول کر۔ جب Aqua Regia ایجاد کرنا ضروری ہو گیا تھا --- تین تیزابوں کا محلول!

سجاد: سر یہ الجھائی گئی ہیں بڑی محنت کے ساتھ۔

سلمیٰ: نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے سر! واقعی میں سمجھتی ہوں کہ سائنس کا مذہب سے کوئی جوڑ نہیں۔ جب جب مذہب اوپر اٹھنے لگتا ہے' یہ سائنس اس کی ٹانگ کھینچتی ہے۔ آئی ایم سوری سر!

ارشاد: نو نو! This is a research labortory and here ideas are a living thing.
No apologies please کھل کر بات کرو۔

نائلہ: سر آپ مان لیں اس کی برین واشنگ کی گئی ہے۔

ارشاد: سلمیٰ! مذہب اور سائنس ایک دوسرے کے دشمن نہیں ہیں۔ یہ بات پرانے زمانے کے پادریوں نے خوفزدہ ہو کر چلا دی تھی۔ یہ دونوں --- مذہب اور سائنس اپنے اپنے مقام پر انسانوں کی فلاح چاہتے ہیں۔ سائنس انسان کے جسم اور اس کے ماحول کو بہتر بناتی ہے اور مذہب اندر کی فضا اور اس کی روح کی بالیدگی کرتا ہے۔ بدنصیبی یہ ہے کہ کچھ ٹیکنالوجسٹس مائنڈیو سائنس دان نہیں --- سائنس کے ترکھان کبھی کبھی منفی سوچ رکھ کر منفی ایجادات بھی کرتے ہیں ---

سلمیٰ: لیکن سر میں تو --- میرا تو خیال ہے --- بڑا لٹریچر میں پڑھ چکی ہوں۔ میرا خیال ہے مذہب میں سائنس کی مطلق گنجائش نہیں۔

ارشاد: ہاں کلچر ضرور سائنس سے لڑائی کرتا ہے --- اور اس کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ کلچر تبدیلی سے گھبراتا ہے۔ لیکن مذہب تو لائف کا essence ہے --- زندگی کا نچوڑ ہے۔ وہ سوچ کے خلاف نہیں ہو سکتا --- سائنس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

Religion has no fear of science. It does not tremble before discussion but before ignorance....yes

نائلہ: سر! یہ چینج سر بالکل recent ہے۔

(وہ مسکرا کر بہت دور بیٹھے ہوئے نوجوان کو دیکھتے ہیں۔ ارشاد بھانپ لیتا ہے اور نوجوان کی طرف چلتا ہے۔ قریب پہنچ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے)

کٹ

سین 3 ان ڈور دن

(دفتر میں کوئی بھی موجود نہیں۔ صرف ایک پی اے صورت آدمی میز پر فائلیں درستی کے ساتھ رکھ رہا ہے اور بہت ہی اہم محسوس کر رہا ہے۔ تھوڑا سا دروازہ کھول کر موحد اندر جھانکتی ہے۔)

موحد: مے آئی کم ان پلیز؟

پی اے: آیئے! کم ان!!

(مومنہ اندر آتی ہے)

مومنہ: اوہ--- آئی ایم سوری! سر نہیں آئے آج؟

پی اے: آئے ہیں--- لیکن نیچے ریسرچ میں ہیں۔

مومنہ: اچھا میں پھر آ جاؤں گی۔

پی اے: مجھے کام بتا دیں جناب!

مومنہ: مجھے اُن سے ملنا تھا۔

پی اے: (ذو معنی انداز میں) پھر تو اور بات ہے۔

کٹ

سین 4 ان ڈور شام کا وقت

(شجاع بیٹھا اپنی بندوق صاف کر رہا ہے۔ ایک ملازم اندر آتا ہے)

ملازم: سر! ارشاد صاحب کی والدہ آئی ہیں۔

شجاع: بلاؤ--- لے کر آؤ جلدی۔ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔

(اس وقت ارشاد کی ماں پیچھے پیچھے آتی ہے)

ماں: یہ شاید نیا آدمی رکھا ہے تم نے شجاع--- مجھے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

شجاع: آیئے آیئے آنٹی جی! تم جاؤ فتح محمد۔ آیئے آنٹی جی! آپ کو کون روک سکتا ہے بھلا---- کسی کی مجال ہے۔

ماں: یہ تو تم سمجھتے ہو شجاع! (لمبا سانس لے کر بیٹھتی ہے) اب تو مجھے یوں لگتا ہے کہ میں اپنے گھر میں بھی بے روک ٹوک نہیں پھر سکتی۔

شجاع: کیوں آنٹی جی--- کیوں؟

ماں: مجھے لگتا ہے جیسے ارشاد میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتا۔ (رومال نکال کر آنکھیں پونچھتی ہے) میرے کون سے پانچ سات بچے ہیں شجاع کہ ایک چھوڑ دے گا تو دوسرا سہارا بن جائے گا۔ اگر--- اگر--- پتہ نہیں شجاع میرا دل ڈرتا ہے--- کچھ ہونے والا ہے۔

شجاع: آپ کیوں فکر کرتی ہیں آنٹی! ارشاد بالکل ٹھیک ٹھاک نارمل زندگی بسر کر رہا ہے۔ وہ ذرا مارتھا کے ساتھ Divorce کا اثر ہے اس کے دل پر۔

ماں: میرا خیال تھا کہ --- مجھے پتہ چلا تھا کہ یہ نوبہار کے چکر میں ہے۔ میں وہاں گئی ---

شجاع: آپ --- آپ کیوں گئیں۔ آپ مجھے حکم کرتیں۔

ماں: نہیں شجاع! مجھے ہی جانا چاہیے تھا۔

شجاع: نہیں آنٹی جی' آپ کو غلط انفرمیشن ملی ہے کہیں سے --- نوبہار بے چاری کیا بگاڑ سکتی ہے ارشاد جیسے آدمی کا! ساری دنیا پھرا ہے --- برسوں لندن میں رہا ہے۔ ولایتی عورت کے بعد اسے نوبہار جیسی عورت Attract نہیں کر سکتی' کم از کم لمبے وقفے کے لیے --- یہ آپ نے ایسے ہی زحمت کی۔

ماں: شجاع!

شجاع: جی آنٹی جی!

ماں: مجھے لگتا ہے کوئی ٹائم بم پھٹنے والا ہے --- وہ غلط غلط کتابیں پڑھتا ہے۔ مجھے لگتا ہے اس کے اعتقادات میں فتور آ رہا ہے۔ شجاع! ارشاد کی حالت ٹھیک نہیں۔ وہ راتوں کو گھر پر نہیں ہوتا۔

شجاع: گھر پر نہیں ہوتا؟

ماں: تمہیں بتایا تو ہے میں نے! عجیب عجیب کتابیں پڑھتا ہے --- عجیب عجیب لوگوں سے ملتا ہے۔ اس کا پیٹرن آف لائف ٹھیک نہیں رہا شجاع! سوچو تو سہی۔ نوبہار کی بات تو چلو دل مانتا ہے' امیر لوگ ایسے کرتے ہی ہیں لیکن --- کسی موچی سے ملنا --- ڈاکیے کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جانا --- اپنے آپ کو غلط غلط کہانیوں کے حوالے سے الجھانا ---

شجاع: کیا کہہ رہی ہیں آنٹی!!

ماں: تمہیں کیا پتہ وہ ٹھیک نہیں۔ ایسے صوفیا کی کہانیاں پڑھتا ہے جنھوں نے دنیا ترک کی۔ سارا دن ایسے لوگوں کے متعلق سوچتا ہے جو اللہ کی راہ پر چل کر سب کچھ بھول گئے۔

شجاع: اس میں کیا برائی ہے کہ کوئی اللہ کی راہ پر چلے۔ یہ تو اچھی بات ہے آنٹی جی۔

ماں: کون سی عورت ہے شجاع --- دنیا کی کون سی عورت ہے چاہے وہ ماں ہو' بیوی ہو' بہن ہو --- وہ عورت دیکھنا چاہے گی کہ مرد اللہ کا ہو جائے۔ عورت کے لیے یہ بڑا خطرے کا مقام ہے۔ وہ سیاست میں چلا جاتا مجھے رنج نہ ہوتا۔ وہ نوبہار کا ہو جاتا میں برداشت کر لیتی لیکن اللہ کے بندے کے نزدیک تو عورت مٹی ہے مٹی۔ میں --- کیسے اسے جیتے جی مر جانے کی اجازت دوں۔ کیسے؟ کیسے شجاع؟ اس کے کنڈن سے

بدن کو بھوک' پیاس' تنہائی' ریاضت کے حوالے کروں کیسے ؟ کس دل سے شجاع----
مرنے سے پہلے مر جانے دوں۔

کٹ

سین5 آؤٹ ڈور دن

(یہ ایک تمثیلی سین ہے۔ ایک سات آٹھ برس کا بچہ ہاتھ میں پتنگ لیے ریل کی پٹڑی پر بھاگ رہا ہے۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کی ماں آوازیں دیتی آ رہی ہے۔ بھاگتی بھاگتی ماں بچے کو پکڑ لیتی ہے اور دو چار چانٹے رسید کر کے پٹڑی سے اتارتی ہے۔ اس دوران ٹرین آتی ہے اور گزر جاتی ہے۔ ماں بچے کو دبوچ کر چومتی ہے اور چومتی چلی جاتی ہے۔)

کٹ

سین6 ان ڈور دن

(ارشاد دفتر میں فائلوں پر سائن کر رہا ہے۔ پیچھے تحت اللفظ میں کھیاوتیا سے یہ نظم پڑھی جاتی ہے:

اوکھا گھاٹ فقیری دا ئی اوکھا گھاٹ فقیری دا

جب نظم کا متن ختم ہوتا ہے' دروازے پر دستک ہوتی ہے)

ارشاد: کم ان پلیز!

(ارشاد اپنے کام سے سر نہیں اٹھاتا۔ اس وقت عامر جو اسے ریسرچ سنٹر میں بنچ پر بیٹھا نظر آیا تھا' اندر آتا ہے۔ عامر نے پینٹ قمیص پہن رکھی ہے' سر پر عرب وضع کا سا سرخ رومال ہے' ہاتھ میں تسبیح ہے جسے وہ اب بھی دانہ دانہ چلا رہا ہے۔)

عامر: سلام علیکم سر!

ارشاد: وعلیکم سلام! آیئے بیٹھیے!!

عامر: آپ نے مجھے طلب فرمایا سر!

ارشاد: میں نے ریکوئسٹ کی تھی کہ آپ مجھ سے ملیں۔ تشریف رکھیے۔

عامر: (روٹھے انداز میں) میں ٹھیک ہوں سر۔

ارشاد: کرسی اچھی چیز ہے۔ بیٹھنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ بیٹھیے --- آپ کو پسند کرے گی۔
(عامر ان مانے جی سے بیٹھتا ہے۔)

ارشاد: سگریٹ پیتے ہیں آپ؟

عامر: پیتا تو ہوں سر لیکن آپ کے سامنے نہیں۔

ارشاد: آئی سی! تھینک یو فار دس مارک آف رسپیکٹ۔

عامر: عامر خان۔

ارشاد: آپ باقاعدگی سے فیکٹری آتے ہیں؟

عامر: جی --- پورے پونے نو بجے میں گیٹ پر ہوتا ہوں۔

ارشاد: اور سارا دن آپ بینچ پر بیٹھ کر تسبیح پھیرتے ہیں اور ریسرچ میں حصہ نہیں لیتے۔

عامر: اس کا نام لینا ہر کام سے افضل ہے سر۔

ارشاد: یقیناً --- یقیناً! اس میں کیا شک ہے لیکن اس میں ایک بڑا سا لیکن ہے۔

عامر: جی سر!

ارشاد: کہیں اندر سے --- خیر چھوڑو مجھے یہ حق تو نہیں پہنچتا کہ میں تمہیں کسی قسم کا مشورہ دوں۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہیں اس وقت کس قسم کی ایڈوائس درکار ہے کیونکہ میں خود الجھا ہوا ہوں لیکن اگر تم مجھے اپنے پرائیویٹ مسئلے میں تھوڑی سی انٹرفیرنس کی اجازت دو تو ---

عامر: جی ضرور --- کیوں نہیں۔

ارشاد: کیا تم اللہ کو تلاش کر رہے ہو اس کی رضا کو ڈھونڈ رہے ہو کہ تمہارا کوئی اور مقصد ہے؟

عامر: (غصے سے) اور کیا مقصد ہو سکتا ہے سر!

ارشاد: Relax---Relax کبھی کبھی اصلی مقصد اپنی نگاہوں سے بھی چھپ جاتا ہے۔ نمائش کی خاطر --- دوسروں پر برتری جتانے کے لیے --- اصلاح کا ارادہ لے کر کسی راہ پر چلنے سے بھی اصل مقصد پوشیدہ ہو جاتا ہے۔

عامر: اصلاح میں کیا برائی ہے سر؟

ارشاد: میں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ اصلاح میں برائی ہے' لیکن اس کے لیے خاص آدمی ہوتے ہیں۔ ان کو اوپر سے توفیق ملتی ہے۔ وہ برسوں اپنی اصلاح کر چکنے کے بعد یہ راستہ اختیار

کرتے ہیں۔

Are you one of them?

عامر: پتہ نہیں سر!

ارشاد: جو آدمی خود اصلاح یافتہ نہیں' وہ دوسروں کو کیا تعلیم دے گا---- جو خود Sure نہیں' وہ دوسروں میں تیقن کیسے پیدا کر سکتا ہے!

عامر: میں نے سوچا نہیں سر۔

ارشاد: دیکھو عامر! جس کے پاس دولت نہ ہو وہ سخی نہیں ہو سکتا۔ سخاوت کے لیے اچھے دل کی نہیں' بھرے خزانے کی بھی شرط ہے۔ جو آدمی تعلیم یافتہ نہیں' وہ کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ علموں بس کریں او یار---- جب علم ہے ہی نہیں تو بس کس بات کی----؟

عامر: سر میں بڑا ہی پریشان تھا پچھلے دنوں----

(یک دم منظر ڈزالو کر کے ہم ان دونوں کو لان میں چلتا دکھاتے ہیں۔ دونوں کے مکالمے سپر امپوز کیجیے)

ارشاد: آئی سی!

عامر: جی میری بڑی بہن کو Divorce ہو گئی۔ وہ چار بچے لے کر گھر آ گئی۔ ابا میرے کو ہارٹ ٹربل ہو گئی اس واقعے کے بعد---- اب میں آپ کو کیا بتاؤں سر ایک سیریز ہے ناکامیوں اور بدنصیبیوں کی۔

ارشاد: اور اگر چند لمحوں کے لیے سوچیں کہ یہ تکلیفیں رفع ہو جائیں---- ہر طرف راوی چین ہی چین لکھے تو پھر---- پھر اللہ کا پلّا چھوڑ دو گے؟

عامر: (گھبرا کر) پتہ نہیں سر!

ارشاد: اللہ کا نام تکلیف میں لینا بڑی اچھی بات ہے' سب سے بڑی Solace ہے لیکن---- پھر ایک بڑا لیکن ہے عامر خان!

عامر: کیا سر؟

ارشاد: اللہ کے نام کو آپ سکون کے لیے تو استعمال کر سکتے ہیں لیکن Evasion کے طور پر اسے نہیں برت سکتے۔

عامر: لیکن میں تو سر---- ایسا نہیں کر رہا۔

ارشاد: جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے' جب تم نے ریسرچ سیل جوائن کیا تھا تمہارے ایم ایس سی کے امتحان مکمل نہیں ہوئے تھے۔

عامر: جی سر---- ایک پرچہ رہتا ہے۔

ارشاد: ادھورے کاموں سے ادھورے نتیجے نکلا کرتے ہیں عامر! زندگی کا مقصد ذمہ داری ہے ---- اور سب سے بڑی ذمہ داری اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے۔ Are you ready for it?

عامر: ہو جاؤں گا سر! میں لگا ہوا ہوں' کوشش کر رہا ہوں۔

ارشاد: دیکھو عامر! میں قطعیت سے بات نہیں کر رہا۔ میرے مرشد کہا کرتے ہیں کہ عام طور پر اگر دل میں کوئی چور نہ ہو تو آدمی جلدی منزل طے کرتا ہے' اسی لیے امیر آدمی اگر تہیہ کر لے تو وہ بڑے دربار میں بہت کم عرصے میں پہنچ جاتا ہے۔

عامر: میں سمجھا نہیں سر!

ارشاد: بھائی غریب آدمی کے دل کے کسی کونے کھدرے میں دولت کی محبت ---- آسائش کی محبت ---- روشن مستقبل کی خواہش چھپی ہوتی ہے۔ وہ اس کے اوپر غلاف چڑھاتا ہے لیکن یہ چور نکلتا نہیں' کہیں دل میں بھیس بدل کر بیٹھ جاتا ہے۔ غریب عموماً بہ پیر بن کر بیٹھ جاتا ہے' آگے نہیں بڑھ سکتا' یو انڈرسٹینڈ مائی پوائنٹ؟

عامر: نو سر!

ارشاد: اصلی بات دل سے آرزو نکالنا ہے۔ امیر کا امیری سے دل پُر ہو چکتا ہے' غریب کے دل میں ابھی ہوس ہوتی ہے حاصل کرنے کی ---- خواہش کے بت آستینوں میں چھپائے رکھے ہیں تم نے کہیں ---- میرا مطلب ہے کہیں فرسٹریشن تو نہیں تمہیں؟

عامر: کیا پتہ سر!

ارشاد: کوئی عورت؟ لڑکی؟ یہ بھی ایک بڑا بت ہے۔ شام کو پاش پاش کرو' صبح شیو کے وقت سالم ---- آئینے میں پھر موجود ہوتا ہے۔

عامر: شاید سر!

ارشاد: بھائی کل سے رزق حلال کماؤ' ایم ایس سی کے پرچے کی تیاری کرو اور دل میں جھاڑو پھیر کر دیکھا کرو کہ دل میں کتنا گند اکٹھا ہو گیا ہے جو نظر نہیں آتا۔ عورت مرد کو کبھی پنپنے نہیں دیتی اور بچہ عورت کی راہ روکتا ہے ---- مرد عورت دونوں مارے جاتے ہیں۔ سوچ لو ---- سگریٹ پیو گے؟

عامر: ٹھیک ہو سر!

(سگریٹ لے کر سلگاتا ہے۔ اس سین کو دو تین حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا۔

کبھی یہ دونوں لان پر کرسیاں ڈالے باتیں کر رہے ہیں' کبھی دونوں باغ میں ٹہل رہے ہیں اور ہر مرتبہ یہ دفتر میں ای ڈز اٹو کر کے واپس آجاتے ہیں۔ اس کے لیے پروڈیوسر بہتر جانتا ہے کہ وہ سین کو کیسے یکسانیت کا شکار ہونے سے بچائے گا)

کٹ

سین 7 ان ڈور دن

(ماں صوفے پر بیٹھی ہے۔ سکندر جینز اور چیک کی قمیص پہنے سامنے کھڑا ہے)

سکندر: جی میں سمجھ گیا ماں جی!

ماں: کیا سمجھا بھلا؟

سکندر: میں نے ارشاد صاحب پر نگاہ رکھی ہے۔ جہاں کہیں وہ جائیں انہیں فالو کرتا ہے۔ جس کسی شخص سے بات کریں نوٹ کرتا ہے۔
لیکن کیوں ماں جی؟

ماں: اس سے تجھے مطلب؟ یہ لے پانچ ہزار روپیہ! بس مجھے پوری خبر لا کر دیا کر ـــــ اور غفلت نہ کرنا۔

سکندر: (روپے پکڑ کر) لیجیے پہلے تو غفلت ہو سکتی تھی' اب ہرگز نہیں ہوگی ماں جی۔ آپ بے فکر رہیں۔ وہ ماں جی' ایک بات ہے۔

ماں: کہہ

سکندر: میری ماں بیمار ہے جی۔ ڈاکٹر نے کا آپریشن بتاتے ہیں۔ غریب آدمی کیا کر سکتا ہے۔

ماں: اچھا اچھا' وہ بھی ہو جائے گا۔

کٹ

سین 8 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد اپنی لمبی سیاہ کار پر جا رہا ہے۔ پیچھے سے ایک موٹر سائیکل اسے فالو کر رہی ہے۔ پھر سکندر تیزی سے اسے کراس کر کے آگے نکل جاتا ہے۔ ایک دوراہے پر پہنچ کر موٹر سائیکل روک لیتا ہے اور انجن میں کسی خرابی کو دیکھنے کی غرض سے جھکتا ہے۔

پاؤں کے بل بیٹھ کر موٹر سائیکل میں مصروف ہوتا ہے لیکن اس کا دھیان پیچھے آنے والی کار پر ہے۔ اب کار موڑ کاٹ کر ایک بائی لین میں جاتی ہے۔ کچھ لمحے بعد موٹر سائیکل اسے فولو کرتا ہے)

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(جھٹ پٹے کا وقت ہے۔ موچی رمضان اپنا سامان پیک کرنے میں مشغول ہے۔ موچی کے پاس ہی نیچے ہو کر ارشاد بیٹھا ہے۔ اس کی ساری نشست میں عاجزی ہے۔ وہ دونوں باتیں کر رہے ہیں۔ کچھ لمحوں بعد سکندر جو ارشاد کی کار کو فولو کرتا ہے' موچی کے اڈے پر آتا ہے اور اپنا پاؤں موچی کے اڈے پر رکھ کر پالش کرنے کو کہتا ہے۔ موچی اپنی صندوقچی کھولتا ہے' پالش برش نکالتا ہے اور پالش کرنا شروع کرتا ہے۔ اب کیمرہ ایسے زاویہ پر جاتا ہے کہ سکندر کے گھٹنے اور زانو تلے سے ارشاد کا چہرہ اور موچی کا ہاتھ اور چہرہ نظر آتا ہے لیکن سکندر کے دھڑ کے اوپر کا حصہ نظر نہیں آتا)

موچی رمضان: اب بھائی جان دنیاوی تعلیم اور روحانی تعلیم کے درجات ہیں۔ جیسے دنیاوی تعلیم میں طالب علم پرائمری' میٹرک' بی اے' ایم اے کرتا ہے ایسے ہی سالک بھی پہلے طفل مکتب ہوتا ہے' پھر کئی امتحانات پاس کرتا ہے اور قدم قدم بڑھتا ہے' لیکن یاد رکھنا بھائی جان دنیا کی تعلیم میں کچھ کچھ تکمیل کی صورت ہے' لیکن دین میں سب مسافر ہیں۔ سارے ہی فٹ پاتھ راہ گیر ہیں اور راستہ ختم نہیں ہوتا۔ جو ترک سیکھتا ہے اس کے لیے ترک کی منزل کھڑی ہے۔ یہاں منزلیں ختم ہونے میں نہیں آتیں۔ یہاں ثابت قدمی سے چلتے رہنا اور آگے بڑھنے کی توفیق مانگتے رہنا ہی تعلیم ہے......اور یہ بھی یاد رکھو بھائی جان! دنیاوی تعلیم اور دینی تعلیم میں ایک واضح فرق اور بھی ہے......دینی تعلیم Snakes & Ladder کا کھیل ہے۔ آدمی بھی بھی آخری سیڑھی سے بھی پھسل جاتا ہے' مگر مچھلی والے حضرت یونس علیہ السلام اور جد الانبیاء کی دعاؤں کے سہارے سفر پہلی منزل سے شروع کرتا ہے......لیکن اگر نیت نیکی ہو تو......نیت پر انحصار ہے سارا!

ساتھ ساتھ بابے پیغمبروں کی مانگی ہوئی دعاؤں کی کمند ڈال کر پھر سیڑھی چڑھ جاتا ہے۔

(اب کیمرہ موچی اور ارشاد کو چھوڑ کر صرف سکندر کے چہرے پر مرکوز ہوتا ہے جس نے ٹھاٹا باندھ رکھا ہے۔)

کٹ

سین 10 ان ڈور رات

(ماں سوئی ہوئی ہے۔ اچانک اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ وہ پلنگ سے اٹھتی ہے اور آہستہ آہستہ جیسے نیم خوابی کی حالت میں چلتی ہے۔ کیمرہ اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ ایسے میں گھر کا سارا گیٹ اپ نظر آتا ہے۔ آخر میں وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل کا ایک دروازہ آہستہ سے کھولتی ہے۔ اندر کیمرہ زوم کر کے پلنگ پر جاتا ہے۔ بستر اتھل پتھل ہے اور اس پر ارشاد موجود نہیں۔ ماں اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی ہے اور زار و زار روتی ہے۔ اسی دوران ہیر کا یہ بند سپر امپوز کیجئے)

جس دا چن پتر سولہ لا بیٹھا دتا رب دا ماں سہہ گئی جے نی
جس دے سوہنے یار دے کن پاٹے اوہ تاں نڈھڑی چوڑ ہو گئی جے نی

کٹ

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(عذرا دیہات میں ایک چارپائی پر بیٹھی ہے۔ اس نے سر پر چادر اوڑھ رکھی ہے اور بہت فیشن ایبل عینک لگا رکھی ہے۔ اس کے ارد گرد کچھ دیہاتی بچے اور عورتیں کھڑی ہیں۔ ایک منشی قسم کا عیار آدمی نہایت خوشامدی انداز میں کھڑا ہے)

منشی: جی مائی باپ! جس وقت ٹیوب ویل ٹوٹا ہے اسی وقت میں نے پی پی صاحب کو ٹیلی فون کھڑکایا ہے۔

عذرا: خاک ٹیلی فون کھڑکایا ہے۔

منشی: آپ سرکار ڈنر پر گئے ہوئے تھے۔

عذرا: تو آپ کو خود آنا چاہیے تھا۔ ایوب کو بھیج دیتے ---- مجھے تار دیتے ---- دس دن سے ٹیوب ویل بند ہے۔ آپ کو پتہ ہے منشی جی فصلوں کا کتنا ہرج ہو جاتا ہے اس طرح۔

منشی: ہاں جی۔

عذرا: ہاں جی کا کیا مطلب ہے!

منشی: غلطی ہو گئی سرکار!

عذرا: ابھی اسی وقت موٹر رکھوائیں جیپ میں اور ساتھ چلیں۔

منشی: سرکار میں صبح تڑکے پہنچ جاؤں گا۔ میری بچی شہدی سخت بیمار ہے۔

عذرا: پھر صبح تڑکے کا وعدہ یاد رکھنا۔

منشی: لو جی بی بی صاحب' میری اپنی فصلیں پیاسی کھڑی ہیں۔

عذرا: چلئے رکھوائیے موٹر پلیز! (گھڑی دیکھ کر) مجھے خود دیر ہو رہی ہے۔

منشی: کچھ راشن پانی کے لیے دے جاتے بی بی صیب!

عذرا: جب آئیں آپ کی طرف کچھ دینا ہی نکلتا ہے' کبھی آپ مجھے بھی رقم وقت پر پکڑا دیا کریں ٹھیکے کی۔

منشی: لو سرکار! بادشاہوں کو کیا ضرورت ہے!!

عذرا: بادشاہوں کو تو بھلا کوئی خرچے ہی نہیں ہوتے۔ لیجئے پانچ ہزار ہیں۔

منشی: اللہ بی بی صیب کے خزانے بھرے رکھے۔ دنیا و دین کا بھلا ---- اللہ مولا کرم کرے ---- فضل کرے ----

کٹ

سین 12 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد اپنی کار میں جا رہا ہے۔ دور سے لمبا جمعدار جھاڑو پھیرتا نظر آتا ہے۔ وہ لمبے کے قریب جا کر کار روکتا ہے۔ اس میں سے اترتا ہے اور لمبے کی طرف جاتا ہے۔ اس وقت سکندر موٹر سائیکل پر پاس سے گزرتا ہے۔ تھوڑی دور جا کر مڑتا ہے۔ جس وقت لمبا اور ارشاد باتیں کر رہے ہیں' قریب سے گزر جاتا ہے۔ گیت جاری ہوتا ہے۔

تیرے من چلے کا سودا ہے یہ کھٹا اور میٹھا

لبھا خاکروب کی اٹھائی ہوئی دھول میں دونوں کھڑے باتیں کر رہے ہیں)

ارشاد: آپ کو کچھ ملا بھاجی؟

لبھا: ملا جی ضرور ملا (سینے پر ہاتھ مار کر) میں کوئی مکرتا ہوں۔

ارشاد: کیسے ملا سرکار---- کس طرح؟

لبھا: جیسے آپ ملے بھاجی! اپنی مرضی سے 'اپنی طلب سے' موٹر کار سے اتر کر---- چابیاں گھماتے آئے' میں نے کہا او آیا دولہا---- درشن دینے----

ارشاد: اور اس کے درشن بھی ہوئے؟

لبھا: اس کے بھی ہوئے۔ سوہنے نے آپ بلا کر کہا---- آج سے تیرا نام لبھا---- لبھا موجاں کر---- جندرے توڑ' تے دلاں وچ وڑ جا۔

ارشاد: اب آپ موجیں کر رہے ہیں----!

لبھا: بالکل موجاں! بارہ سال کی ٹھک گئی تھی۔ دس سال پورے ہو گئے' دو سال باقی رہ گئے۔ موجاں ای موجاں۔ لبھے خاکروب کیاں موجاں ای موجاں۔

ارشاد: بارہ سال کی سزا کیوں ہو گئی؟

لبھا: غلطی ہو گئی تھی۔

ارشاد: کیسی غلطی؟

لبھا: وجود کی غلطی! سائیں نے فیصلہ دے کے لبھا خاکروب نام رکھ دیا۔ سرکاری جھاڑو مل گیا۔ مٹی دھوڑ مفتا مفت! اروناٹھ پہر دا جھونگے وچ (نعرہ مار کر) آ ہا ہا ہا لبھا خاکروب!

ارشاد: اس سے پہلے حضور کا کیا نام تھا؟

لبھا: (آنکھیں ڈبڈبا کر) کس سے پہلے؟

ارشاد: دس سال پہلے؟

لبھا: دس سال پہلے---- دس سال پہلے؟ (آنسو جاری ہو جاتے ہیں) دس سال پہلے تو میں کچھ بھی نہیں تھا' راولپنڈی کا شیارا۔ بالکل بے حیثیت معمولی آدمی! وجود کی غلطی ہو گئی۔ مرشد نے بارہ سال کی سزا بول دی۔ سرکاری جھاڑو مل گیا (جھاڑو چومتا ہے) مٹی گھٹا مفت' آٹھ پہر دا رونا مرنا جھونگے میں (جھک کر جھاڑو دینا شروع کر دیتا ہے اور ساتھ ہی میاں محمد صاحب کا مصرعہ گاتا ہے)

میں گلیاں دا کوڑا روڑا تے محل چڑھایا سائیاں

(ارشاد دیکھنے کا دیکھتا رہ جاتا ہے)

میں جو آپ کے بنگلے پر آتا---- کوئی دربان اندر جانے دیتا' کوئی چپڑاسی اندر اطلاع دیتا حضور کو---- کھڑے کھڑے نکال دیتا (ہنستا ہے) سرکار دے دربار پہنچنا آسان ہے؟ آپ کے پیدا ہو گئی---- آپ خود آ گئے کار کی چابیاں گھماتے---- ایسے دولہا ملا----

ارشاد: تو پھر آپ کہتے ہیں خدا آپ کو ملا۔

لبھا: ہاں جی ملا---- خوب ملا۔ کب سے آ کر لگا یہاں سینے سے جیسے آپ ملے سرکار۔

ارشاد: لبھا صاحب! میں سمجھا نہیں اب بھی۔

لبھا: جیسے کتے کو مالک ملتا ہے صاحب جی! مالک کی مرضی سے' کتے کی مرضی سے نہیں۔ اوپر والے کو میلے لبھے پر ترس آ گیا۔ پالن ہار نے سوچا لبھا کو چل کر ملیں' اس کی مرضی سے سرکار۔ میری کیا مجال اسے ملوں۔ میں کون ہوتا ہوں اس کو ملنے والا---- گندی جوتی' میلے کپڑے' سر سے پاؤں تک کوجا' گند میں لتھڑا ہوا۔ لو سرکار اس کا جو جی چاہے کرے' بے پرواہ ہے۔ بے حساب سرکار۔ (ہنستا ہے) لو جی پوچھتے ہیں لبھا تجھے رب کیسے لبھا۔

(ہنسے جاتا ہے۔)

کٹ

سین 13

آؤٹ ڈور دن

(ایک پجیرو میں عذرا سفر کر رہی ہے۔ پجیرو میں کوئی خرابی ہوتی ہے۔ ڈرائیور اتر کر انجن دیکھتا ہے۔ پھر آ کر بیگم سے کہتا ہے:)

عذرا: کیا ہوا؟

ڈرائیور: پمپ ٹوٹ گیا ہے۔

عذرا: کیا مطلب؟

ڈرائیور: جی اسے اتر کر ویلڈ کرانا پڑے گا' پھر گاڑی آگے جا سکے گی۔

عذرا: کتنی دفعہ تمہیں کہا ہے اسلم کہ تیل پانی چیک کر کے شہر سے باہر نکلا کرو۔

اسلم: جی سارا کچھ چیک کر کے نکلا تھا۔

عذرا: ایڈیٹ! پتہ نہیں تمہیں کس نے لائسنس دے دیا ہے۔ اتنی بڑی تنخواہ لیتے ہو اچھے خاصے چودھویں گریڈ کی طرح' یہ کرتوت ہیں تمہارے۔ پھر سے جا کر دیکھو۔ کچھ ہو سکتا ہے تو کرو۔ آ جاتے ہیں وہاں سے ڈرائیور بننے۔ کچھ نہیں بن سکتا پاکستان کا' جب تک

لیبر کلاس کا یہ حال ہے۔

(ڈرائیور جاتا ہے۔ اب عذرا بڑے غصے کے ساتھ موبائل ٹیلی فون پر نمبر ملاتی ہے۔ دو تین نمبر ملانے کے بعد مطلوبہ نمبر ملتا ہے۔)

عذرا: ہیلو---جی میں عذرا اسلمان بول رہی ہوں۔ شکر ہے آپ کی ڈائریکٹ لائن مل گئی---- جی جی ایمرجنسی سی ایمرجنسی---- میں تو پھنس گئی ہوں۔ میں تو کبھی آپ کو تکلیف نہ دیتی ارشاد صاحب لیکن شجاع کا نمبر نہیں مل رہا۔ جی ہاں---- میں ملتان روڈ پر لاہور سے قریباً دس میل دور---- اس ایڈیٹ ڈرائیور نے---- بالکل اوپر سے شام پڑ رہی ہے بالکل----اف یو ڈونٹ مائینڈ تھینک یو----ذرا جلدی آجائیں' بڑی گرمی ہے۔

کٹ

سین 14 آوٹ ڈور کچھ لمحے بعد

(ارشاد کے ہاتھ میں فون ہے۔ سامنے مومنہ عدیل کھڑی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سفید لفافہ ہے۔ وہ کچھ بچی کچھ جھوٹی سی نظر آرہی ہے۔)

ارشاد: نہیں نہیں۔ میں خود آجاتا ہوں---- ٹھیک ہے آپ فکر نہ کریں۔ آپ ڈرائیور کے ساتھ آنا نہیں چاہتیں؟ نہیں نہیں فکر نہ کریں آئی ایم کمنگ----(فون رکھتا ہے) ہاں بھئی اب تمہارا کیا پروبلم ہے؟

مومنہ: سر پروبلم نہیں ہے۔

ارشاد: کیا ہے!

مومنہ: سر یہ رقم ہے۔

ارشاد: (جیسے سب کچھ بھول چکا ہے) رقم؟ کون سی رقم----

مومنہ: سر وہ آپ نے میری مدد کی تھی' دو ہزار روپے دیئے تھے مجھے۔

ارشاد: بیٹھئے بھلا آپ کھڑی کیوں ہیں۔ میں نے آپ کی مدد کی تھی؟ نہیں بھائی آپ کو غلطی لگی ہے۔ جو آدمی اپنی مدد نہیں کر سکتا وہ کسی اور کی کیا مدد کرے گا معصومہ۔

مومنہ: مومنہ سر!

ارشاد: سوری!

مومنہ: یہ سر دو ہزار نہیں ہیں' آدھی رقم ہے---- آدھی میں اگلے مہینے دے دوں گی۔

ارشاد: بات یہ ہے مومنہ مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں ہے---- As a matter of fact مجھے کسی بھی رقم کی کوئی خاص حاجت نہیں ہے۔ یہ رقم میرے کام کی نہیں اور دوسری رقم کا کھاتہ نہیں کھلتا۔

مومنہ: یہ کیسے ہو سکتا ہے سر کسی کو Money کی ضرورت نہ ہو!

ارشاد: ہوتا ہے کبھی کبھی---- Not often ۔ جب کسی چیز کی زیادتی ہوتی ہے تو پھر اس کی افادیت کم ہو جاتی ہے۔ ہوتا ہے کبھی کبھی۔ لیکن یہ پیسے میں نہیں لے سکتا واپس۔

مومنہ: سر آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ رقم واپس لے لیں گے۔

ارشاد: آئی ایم سوری' میں یہ رقم نہیں لے سکتا۔

مومنہ: اچھا سر آپ اس طرح کریں یہ ہزار واپس لے لیں اور مجھے ایک ہزار اپنے پاس سے اور قرض دے دیں۔ ایسے میں آنرایبل محسوس کروں گی۔

(ارشاد لفافہ پکڑتا ہے اور دراز سے پرس نکال کر ایک ہزار کا نوٹ دیتا ہے۔)

ارشاد: آئی ایم سوری مسز مومنہ---- مومنہ؟

مومنہ: مومنہ عدیل سر!

ارشاد: ہاں مومنہ عدیل مجھے ضروری جانا ہے۔ ایکس کیوزمی!

مومنہ: سر----؟

ارشاد: فرمایئے۔

مومنہ: وہ جی بات یہ ہے کہ میں ماڈل گرل نہیں تھی۔ سٹور میں یہ میرا پہلا جوب ہے۔ زندگی میں پہلا جوب!

ارشاد: تو آپ نے مجھے غلط انفرمیشن کیوں دی----؟

مومنہ: وہ سر میری ایک فرینڈ ماڈل گرل ہے۔ وہ کہتی تھی کہ ماڈل گرل کا جوب گلیمرس ہوتا ہے' جلدی نوکری مل جاتی ہے۔ لوگ سمارٹ لڑکیوں کو پسند کرتے ہیں۔

ارشاد: آپ کا اصلی نام مومنہ عدیل تو ٹھیک ہے ناں----؟

مومنہ: کیوں نہیں سر---- پہلے میرا نام مومنہ ابراہیم تھا جی۔

ارشاد: مومنہ ابراہیم---- You were married twice?

مومنہ: نہیں سر ابراہیم میرے ابا جی کا نام ابراہیم تھا۔

ارشاد: (سر ہلا کر) پتہ نہیں مومنہ آپ کا سچ کدھر سے شروع ہوتا ہے اور جھوٹ کہاں ختم ہوتا ہے۔

مومنہ: سر بھی کا یہ حال ہے۔

ارشاد: اچھا بھئی مجھے ذرا جلدی ہے----!

(پاس سے گزرتا ہے۔ مومنہ اسے مسکرا کر دیکھتی ہے۔)

کٹ

سین 15 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد کینال ویو کے قریب نہر پر کار میں جا رہا ہے۔ اچانک موٹر سائیکل پر ایک ڈاکو اسے فولو کرنے لگتا ہے۔ یہ ڈاکو چہرے پر رومال باندھے ہوئے ہے۔ وہ کبھی کار کے آگے موٹر سائیکل لے جاتا ہے' کبھی پیچھے سے فولو کرتا ہے۔ یہ بھرپور Chase Scene ہے۔ کچھ فاصلے پر جا کر وہ عین سڑک کے وسط میں موٹر سائیکل روک کر پستول نکالتا ہے اور ارشاد کی گاڑی کو روکتا ہے۔ ارشاد کار روکتا ہے۔ ڈاکو قریب جاتا ہے اور ارشاد کو نکلنے کا اشارہ کرتا ہے۔ ارشاد دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر نکلتا ہے۔ ڈاکو کار کی چابی نکال کر اپنی جیب میں ڈالتا ہے۔ پھر پرس ارشاد کی جیب سے نکال کر اپنی ہپ پاکٹ میں ڈالتا ہے۔ اس وقت ایک ریڑھا پہنچتا ہے۔ اس پر ریڑھا چلانے والے کے علاوہ موچی بھی سوار ہے۔ وہ ریڑھے پر سے چھلانگ لگا کر ڈاکو پر حملہ کرتا ہے۔ اب ڈاکو اور موچی میں لڑائی ہوتی ہے۔ ساتھ ارشاد بھی شامل ہوتا ہے۔ آخر میں موچی ڈاکو کو پسپا کر کے چت کرتا ہے۔ اس وقت اس کا رومال چہرے سے اترتا اور نظر آتا ہے کہ وہ بالکل موچی کا ہم شکل ہے۔ جس وقت ڈاکو چت لیٹا ہے اور موچی کا پاؤں اس کے سینے پر ہے' ارشاد اس کی جیب سے چابیاں اور پرس نکالتا ہے۔ ارشاد حیرانی سے کبھی ڈاکو اور کبھی موچی کو دیکھتا ہے۔ پھر وہ حیران ہو کر سر جھٹکتا ہے۔ اب تصویر سٹیل ہوتی ہے اور چند ثانیے ایسے ہی رہتی ہے۔ پھر ارشاد دیکھتا ہے کہ ڈاکو تیز بھاگا جا رہا ہے اور ریڑھا بھی کافی دور ہے جس پر اس کا موچی استاد جا رہا ہے۔ ارشاد اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اس کے سارے کپڑے لہو میں لت پت ہیں اور جابجا قمیص پھٹ چکی ہے۔ ارشاد حیرت میں ہے کہ بھاگنے والا ڈاکو اور موچی دونوں ایک ہی شخص نظر آتے ہیں۔ موچی اور ڈاکو کا رول ایک ہی شخص ادا

کرے گا اور ساری فائٹ اور منظر کی تشکیل بڑے سلیقے سے ایسے کی جائے گی
جیسے یہ سب کچھ خواب میں ہو رہا ہے۔ یہ منظر دو تین منٹ سے ہرگز کم نہ ہوگا۔
پروڈیوسر صاحب کسی فائٹ ماسٹر سے رجوع فرمائیں اور بڑی تکنیک سے اسے
فلمائیں۔ شکریہ)

کٹ

سین 16 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ڈرائنگ روم میں ماں تسبیح لیے صوفے پر بیٹھی ہے اور آنکھیں بند کر کے تسبیح
پھیرنے میں مشغول ہے۔ یکدم دروازہ کھلتا ہے اور ارشاد خونی لباس میں اندر
داخل ہو کر بھاگ کر سیڑھیاں چڑھتا ہے۔ ماں چونک کر گھبراتی ہے اور ارشاد کے
پیچھے چلاتی ہوئی جاتی ہے۔ کیا ہوا ارشاد---- ارشاد بیٹے یہ خون کیسا ہے----
ارشاد ارشاد---- دونوں سیڑھیاں چڑھ جاتے ہیں۔)

کٹ

سین 17 ان ڈور وہی وقت

(ارشاد اپنے بیڈ روم میں بھاگ کر داخل ہوتا ہے اور اندر جا کر غسل خانے میں
منہ دھوتا ہے۔ اس کے پیچھے اس کی ماں آتی ہے۔ منہ دھونے کے بعد ارشاد باہر
نکلتا ہے۔ وہ بڑی جلدی میں قمیص بدلتا ہے اور پھر تیزی سے باہر نکل جاتا ہے۔
وہ ماں کی باتوں کا گھبرا کر کچھ جواب دیتا ہے کچھ نظر انداز کرتا ہے۔)

ماں: کیا ہوا میرے بیٹے----؟

ارشاد: کچھ نہیں ماں---- کچھ نہیں ہوا۔

ماں: لیکن تیرا یہ حال---- یہ---- یہ کیسے ہوا؟

ارشاد: حملہ ہو گیا کار پر---- شکر ہے جان بچ گئی۔

ماں: تجھے چوٹ تو نہیں آئی----؟

ارشاد: شکر ہے وہ آ پہنچے ورنہ کار بھی جاتی 'پرس بھی---- اور شاید آپ کا بیٹا بھی----!

ماں: کون آ پہنچے؟ ارشاد تو مجھے بتاتا کیوں نہیں تفصیل کے ساتھ ----؟

ارشاد: مددگار اماں ---- ہادی ---- رہنما آپہنچے۔

ماں: کس نے حملہ کیا تجھ پر ارشاد؟ کون تھا وہ ----؟

ارشاد: یہ مجھے کیا پتہ اماں کون تھا وہ! چہرے پر رومال بندھا تھا اور ---- موٹر سائیکل پر سوار تھا ----!

ماں: موٹر سائیکل پر سوار تھا ----!

ارشاد: ہاں ماں ---- کئی دن سے مجھے لگ رہا تھا کوئی مجھے فولو کر رہا ہے۔

ماں: موٹر سائیکل پر تھا وہ ----!

ارشاد: مجھے جلدی ہے ماں ---- پھر کسی وقت باتیں کریں گے۔ شکر کریں ارشاد بچ گیا ---- خدا حافظ۔

ماں: (اپنے آپ سے) موٹر سائیکل پر تھا وہ' موٹر سائیکل پر ----

کٹ

سین 18 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد کار چلاتا ہوا وہاں پہنچتا ہے جہاں ہیرو کھڑی ہے۔ ڈرائیور باہر کھڑا ہے اور عذرا اندر بیٹھی ہے۔ ارشاد پاس پہنچ کر کار سے اترتا ہے۔ عذرا بھی اترتی ہے۔)

عذرا: (اترتے ہوئے) بھئی کمال کر دی آپ نے ارشاد صاحب! سوکھے ہی ڈال دیا۔ لگتا ہے آج سارے شہر کے ٹیلی فون خراب ہیں۔

ارشاد: شکر کیجئے میں آ گیا ----!

عذرا: (پلٹ کر ڈرائیور سے) تم اسلم! انجن کا پرزہ ٹھیک کروا کے آجانا۔

ارشاد: اسے ساتھ لے چلیں۔ میں کوئی مستری بھیج دوں گا۔

عذرا: نہیں نہیں' He will manage۔ جلدی آجانا اسلم!

(کار میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھتی ہے۔ ارشاد کار روانہ کرتا ہے۔)

کٹ

سین 19 ان ڈور شام کا وقت

(ماں بہت پریشان کھڑی ہے۔ اس کے سامنے شجاع بیٹھا ہے۔ ماں پریشانی کے عالم میں بول رہی ہے۔)

ماں: اب میں کیا بتاؤں شجاع----!

شجاع: نہیں آنٹی جی آپ کو تو کچھ پتہ ہو گا کہ وہ اس وقت ہے کہاں----؟

ماں: کبھی مجھے کچھ بتاتا ہو تب ناں----

شجاع: اگر کوئی سیریس بات ہوتی تو وہ مجھے اطلاع کرتا۔

ماں: اب پتہ نہیں تم کس بات کو سیریس سمجھتے ہو۔ اس کی ساری قمیض لہو سے لت پت تھی۔

شجاع: عجیب آدمی ہے۔ ایک تو آنٹی جی اس رابن ہڈ کو ایڈونچر کا اتنا شوق ہے----

(جلدی جلدی فون ملاتا ہے۔)

ماں: جانے کہاں گیا ہے!

شجاع: یہ کوئی اچانک حادثہ نہیں ہے۔ جب وہ کہتا ہے ایک آدمی اسے کئی دنوں سے فولو کر رہا تھا تو یقیناً یہ Planned کھیل ہے۔ جانے اس کے پیچھے کیا سکیم ہے----!

ماں: (یکدم صوفے میں دھنس جاتی ہے) موٹر سائیکل پر سوار آدمی---- کئی دن سے----اوہ مائی گاڈ!

شجاع: (فون پر) ہیلو---- کون---- بھائی پی اے صاحب کو بلائیں۔ نہیں ہیں؟ ڈائریکٹ لائن پر بھی کوئی نہیں۔ ارشاد صاحب کہاں ہیں؟ میں کوئی بھی بول رہا ہوں' دیکھ کر بتاؤ ارشاد صاحب دفتر میں ہیں کیا؟ ارشاد صاحب---- میں فرانسیسی تو نہیں بول رہا---- ارشاد صاحب----

کٹ

سین 20 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد اور عذرا کار پر جا رہے ہیں۔ عذرا فلرٹ کرنے کے موڈ میں نظر آتی ہے۔)

ارشاد: تعجب کی بات تو یہ ہے کہ ڈاکو اور میرے رہنما کی ایک شکل تھی' جیسے وہ دونوں جڑواں

بھائی ہوں۔ ایک ہی شکل' ایک ہی قد' ایک ناک نقشہ ----

عذرا: پتہ ہے ارشاد صاحب' یا تو آپ دیر سے آنے کے لیے مجھے یہ کاک اینڈ بل سٹوری سنا رہے ہیں یا پھر آپ کو Hallucination ہوئی ہے۔ آج کل ویسے بھی پولیوشن کی وجہ سے Hallucination عام ہے۔

ارشاد: تو آپ سمجھتی ہیں کہ نہ مجھ پر حملہ ہوا نہ مجھے کوئی بچانے آیا۔ یعنی سب کچھ نظر کا دھوکا ہے۔ یہ سارا واقعہ ----

عذرا: میں نے عجیب بات نوٹ کی ہے ارشاد صاحب! آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو بہت وقت ضائع کر دیتے ہیں غلط باتوں میں' اصل بات کا Cue نہیں پکڑتے۔

ارشاد: وہ بھی یہی کہتے ہیں!

عذرا: وہ ---وہ کون ---!

ارشاد: حضرت محمد حسین صاحب پوسٹ مین!

عذرا: آر یو آل رائیٹ ارشاد؟

ارشاد: ہاں بالکل!

عذرا: ذرا کار روکیں گے (ارشاد کار روکتا ہے) بڑا اچھا موسم ہے۔ کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ کچھ دیر یہاں سستائیں' بیٹھیں' باتیں کریں!

ارشاد: (نروس ہو کر) میں ضرور اترتا عذرا --- لیکن آج مجھے مارتھا کا فون آنے والا ہے۔ میں گھر پہنچنا چاہتا ہوں۔

عذرا: (ناراض ہو جاتی ہے) میں نے تو سنا تھا کہ آپ نے مارتھا کو طلاق دے دی ہے ----

ارشاد: بلکہ اس نے مجھے طلاق دے دی ہے۔

عذرا: تو پھر آپ کیوں اس کے فون کا انتظار کر رہے ہیں؟

ارشاد: اس نے طلاق دی تھی' یہ نہیں کہا تھا کہ وہ فون نہیں کرے گی۔ نہ ہی میں نے عہد کیا تھا کہ میں اس کا فون نہیں سنوں گا۔

عذرا: ارشاد صاحب!

ارشاد: جی ارشاد!!

عذرا: آپ بڑے Elusive ہیں۔ یہی بات آپ میں بڑی بری بھی ہے اور یہی Attract بھی کرتی ہے۔ پتہ ہے اتنے کلومیٹر کا ساتھ رہا آپ نے ایک بار بھی مجھے نہیں بتایا کہ میں کتنی خوبصورت ہوں۔

ارشاد: کیا مجھے بتانا چاہیے تھا؟ کیا آپ کو معلوم نہیں ----؟

عذرا: شاید معلوم تو ہے ---- لیکن میں آپ کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

کٹ

سین 21 آؤٹ ڈور دن

(ڈاکیہ محمد حسین لفافوں پر مہر لگا رہا ہے۔ کھڑکی کے سامنے ارشاد سماجت کے انداز میں کھڑا ہے۔)

ارشاد: حضور اس کی شکل بالکل آپ جیسی تھی۔

محمد حسین: ہاں تو پھر؟

ارشاد: تو ---- میں سمجھ نہیں پا رہا حضرت! ڈاکو بھی وہی ---- اور بچانے والا بھی وہی۔

محمد حسین: پھر کہتے ہو سرناواں لکھ دوں ---- مہر بھی لگا دوں ---- رجسٹری بھی کر دوں۔ اوہ بھائی مارنے والا بھی وہی ہے جو زندگی بخشنے والا ہے۔ وہی رحیم و کریم ہے اور وہی قہار و جبار ہے ---- وہی کشتی ہے اور وہی بھنور ہے۔ تم سے احمق ساری عمر کانٹے چننے میں بسر کرتے ہیں اور کانٹے ہی کو زندگی سمجھتے ہیں گلاب تک پہنچ نہیں پاتے۔ کبھی گلاب بھی کانٹوں سے جدا ہوا؟ کبھی رات بھی دن سے بچھڑی ہے ----؟

ارشاد: سمجھ گیا سرکار' سمجھ گیا۔

محمد حسین: کچھ نہیں سمجھے ۔ نہ ہی سمجھ سکو گے ساری عمر ---- تم رنگ دیکھتے ہو ابھی حالانکہ تجلی کا کوئی رنگ نہیں ---- سارے رنگوں کے مجموعے کا نام تجلی ہے۔

ارشاد: میرا دعوت نامہ لکھ بھیجئے سرکار ----!

محمد حسین: تیرا دعوت نامہ ---- ارے بے وقوف! مہمان ---- اور وہ بھی شان والا ---- معمولی مہمان کے لیے سو صفائی ستھرائی ہوتی ہے' علیحدہ کمرہ تیار کیا جاتا ہے ---- پھر وہ سارا گھر خالی کروا کے اترتا ہے۔ وہ کب کسی اور کے ساتھ رہتا ہے مکان میں۔ کر لیا گھر خالی ---- ہو گئی سفیدی پالش ---- تیاری ہو گئی ساری؟

ارشاد: ہمیں کیسی حضرت کی تو ہے ---- کچھ کچھ ----

محمد حسین: لے اسے دعوت نامے تھوڑے ---- کہتا ہے دعوت نامہ بھیج دو' سرناواں لکھ دو' مہر لگا دو ایسے کیسے ہو ---- ایسے کیسے؟ گھر خالی نہیں اور مہمان رکھے گا ---- ہٹ تیری کی ----

جا میرا وقت ضائع نہ کر---- دنیا کے کتے جا چلا جا----

کٹ

سین 22 ان ڈور شام کا وقت

(اس وقت شاندار ڈرائنگ روم میں ماں پورے جلال میں کھڑی ہے۔ اس کے سامنے سکندر ہے جو ارشاد کو کار پر فولو کرتا رہا ہے۔ سکندر بالکل پسپا حالت میں ہے اور ماں چڑھتی چلی جاتی ہے۔)

ماں: نمک حرام! اب میں سمجھی ہر روز تو مجھے آکر نت نئی کہانی سناتا تھا۔ کبھی موچی کے پاس کھڑے تھے ارشاد صاحب---- جی آج وہ خاکروب سے باتیں کرتے رہے۔ احمق گدھے کیا ارشاد جیسا رئیس ابن رئیس ایسے لوگوں کی صحبت میں اٹھتا بیٹھتا ہے----!

سکندر: سرکار میں نے خود ان آنکھوں سے دیکھا۔

ماں: میں نے تیری ماں کا علاج کرایا۔ تجھے مکان خرید کر دیا۔ احسان فراموش اور تو نے حملہ کیا میرے بیٹے پر! تیری یہ مجال!!

سکندر: ماں جی میں نے حملہ نہیں کیا' وہ کوئی اور چکر ہوگا ارشاد صاحب کا۔ آپ میری کھال کھنچوا دیں۔

ماں: وہ تو پولیس کھینچے گی۔ ہزاروں روپیہ میں نے تجھے دیا' کس لیے؟ اس لیے کہ تو ارشاد کو اکیلا پا کر اس سے پرس چھینے۔ دغاباز' فریبی!

سکندر: اگر میں ہی ڈاکو ہوں تو مجھے گولی سے اڑا دیں ماں جی---- لیکن میں وہ نہیں---- وہ نہیں جو آپ سمجھتی ہیں۔ وہ کوئی اور تھا۔ میں پیچھے سے آرہا تھا' میں نے خود دیکھا ڈاکو کی شکل بھی وہی تھی اور ریڑھے والے کی بھی وہی۔ پتہ نہیں ارشاد صاحب کیا کر رہے ہیں ماں جی۔

ماں: (زبردست تھپڑ مارتی ہے) خبردار جو اب بھی مجھے ماں جی کہا!

(یکدم تصویر سٹل ہوتی ہے۔)

کٹ

قسط نمبر 3

کردار

ارشاد :	ہیرو
موچی رمضان :	رہبر۔ معرفت کی راہ میں ارشاد کی رہنمائی کرنے والے
چرواہا عبداللہ :	
ماں :	ارشاد کی والدہ
شجاع :	ارشاد کا دوست
بابا تحسین :	ساٹھ برس کا دبلا پتلا متقی پرہیزگار کاریگر
جہاں آرا :	خوبصورت۔ بیس برس کی ہنس مکھ پھرتیلی لڑکی
جیون :	جوان بھولا اور خوبصورت
جیون کی ماں :	اماں وڈی۔ دوہرے بدن کی تیز زبان
چوہدری :	عمر پچاس سال، دراز قد، احمق کھلے دل کا مالک
چوہدرائن :	عمر چالیس سال کے لگ بھگ۔ اجڈ شوقین مزاج
افسر (1)	
افسر (2)	

سین 1　　　　　　آؤٹ ڈور　　　　　　دن

(رمضان موچی اپنے اڈے پر بیٹھا ہے اور گندی سی ڈبی سے پرانی زنگ آلود چورس برنجیاں نکال نکال کر ایک پرانی چپلی میں ہتھوڑی کے ساتھ ٹھوکے جاتا ہے۔ یہ چپلی کوئی اسے مرمت کے لیے دے گیا تھا۔ ڈائیلاگ پر وقت زیادہ لگے تو وہ اپنی لکڑی کی صندوقچی سے ایک پرانا پتاوہ نکال کر بھی اس چپلی میں ڈالے' پھر اس کو لئی لگا کر اندر جمائے اور پتاوہ بڑا ہونے کی وجہ سے اس کو قینچی سے ارد گرد کاٹے لیکن توجہ ساری مکالمے پر رہے۔ ارشاد عقیدت مندی سے اس کے سامنے بیٹھا ہے اور اس کی بات غور سے سن رہا ہے۔)

رمضان: دیکھو بھائی جان! راستہ ایک ہی ہے اور راہ وہی راست اور پکی ہے جو سیدھی ہے۔ راہ کو غور سے دیکھو' جیسے درخت پر بیٹھا کٹ بڑھئی گھاس میں کیڑے کو دیکھتا ہے۔ پھر اس راہ کو پرکھو---- جانچو---- آنکو---- اس کو آزماؤ---- چلو گزرو---- پرتیاؤ۔ پھر اپنے آپ سے پوچھو---- صرف اپنے آپ سے' کسی اور سے نہیں۔ کسی اخبار' رسالے' کالم یا ایڈیٹوریل سے نہ پوچھو---- اپنے آپ سے پوچھو۔ اپنے آپ سے سوال کرو کہ آیا اس راستے کا کوئی دل بھی ہے یا نہیں۔

ارشاد: راستے کا دل؟

رمضان: اس راستے کا قلب ہے کہ نہیں۔

ارشاد: قلب؟

رمضان: اور قلب بھی چالو ہے کہ نہیں۔

ارشاد: چالو قلب----؟

رمضان: دیکھو بھائی جان' راستہ تو چالو ہے ہی۔ لوگ آ رہے ہیں' جا رہے ہیں۔ رک رہے ہیں' جھک رہے ہیں۔ راستہ تو چالو ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس راستے کا قلب بھی چالو ہے کہ نہیں۔ اگر ہے تو سبحان اللہ اس کو فوراً اختیار کر لو---- مسافت طے کرنے لگ جاؤ اور اگر اس راستے کا کوئی دل نہیں ہے' کوئی قلب نہیں ہے تو اس کو چھوڑ دو۔ اس سے الگ ہو جاؤ۔

ارشاد: حضور میرے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ گزرا!

رمضان: وہ بھائی جان عجیب واقعات بھی گزرنے کے لیے ہوتے ہیں' گزر گیا ہو گا۔

ارشاد: اس واقعے میں آپ ہی مجھے گھیرتے ہیں اور آپ ہی مجھے بچاتے ہیں۔ آپ ہی حملہ آور ہیں اور آپ ہی محافظ ہیں۔ آپ ہی سب کچھ ہیں۔

رمضان: خود کوزہ و خود کوزہ گرو خود گل کوزہ۔

ارشاد: نہیں سر' آپ کے دو روپ ہیں۔ آپ ہی مارنے کے لیے یورش کرتے ہیں اور آپ ہی لپک کر میری مدافعت کرتے ہیں۔ آپ میری زندگی اور سلامتی کی حفاظت فرماتے ہیں۔

رمضان: وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا!

ارشاد: کیا ایسے ممکن ہو سکتا ہے سر کہ یہ میری نظر کا دھوکا تھا---- میرا وہم تھا۔

رمضان: دیکھو بھائی جان' نیوٹن کی فزکس تک تو اسے نظر کا دھوکا یا وہم انسانی سمجھا جاتا رہا' لیکن کوانٹم مکینکس کے بعد ذرا مشکل ہو گیا ہے۔ میں تم سے تین مرتبہ کہہ چکا ہوں بھائی جان کہ اگر اپنے بابوں کی راہ پر چلنے کا شوق ہے تو تم کو سائنس سے گہرا لگاؤ پیدا کرنا پڑے گا۔

ارشاد: سائنس سے؟

رمضان: ساری سائنس سے نہیں تو کم از کم فزکس سے ہی۔ فزکس جب لطیف ہوتی ہے تو میٹا فزکس بن جاتی ہے۔

ارشاد: کیا ہمارے بابوں کو فزکس آتی تھی سر؟

رمضان: ہمارے Mystics کے پاس بھائی جان اپنے تجرباتی اور آزمائشی عمل کا ایسا وسیع فریم ورک تھا جس میں آج کے دور کی ترقی یافتہ ترین طبیعاتی تھیوری کو آسانی سے سمیٹا جا سکتا ہے۔

ارشاد: لیکن حضور کیا ان کو معلوم تھا کہ وہ جس رخ----

رمضان: دنیا میں صرف دو صاحبان علم ایسے ہیں جو عمل کے اکھاڑے میں اتر کر علم حاصل کرتے ہیں بھائی جان---- ایک سائیں دوسرا سائنٹسٹ' دونوں کو اپنی اپنی لیبارٹری میں قلعہ بند ہو کے علم حاصل کرنا پڑتا ہے' کتاب پڑھ کے نہیں---- رسالہ پڑھ کے یا کالم لکھ کے نہیں۔ بات لیبارٹری میں منکشف ہوتی ہے اور علم حاصل ہوتا ہے تو الفاظ ان کا ساتھ نہیں دیتے اور ان کا بیان رک جاتا ہے۔ وہ کہہ نہیں سکتے۔

ارشاد: ان کا بیان رک جاتا ہے حضور!

رمضان: سائنس دانوں پر اللہ کا کرم یہ ہوا بھائی جان کہ انہوں نے الفاظ چھوڑ کر ہندسے پکڑ لیے اور Mathematical Equations میں اپنے کشف کا اظہار کرنے لگے۔ ہندسے لفظوں سے بازی لے گئے۔ سبحان اللہ! ہندسہ لفظ سے محترم ہو گیا---- معتبر ہو گیا----

ارشاد: حضور آپ کون ہیں؟

رمضان: میں موچی ہوں بھائی جان---- خاندانی موچی! میرے والد غلہ منڈی کے موچی تھے۔ میرے دادا قصور کے موچی تھیں---- پڑدادا اچ شریف میں جوتے گانٹھنے کا کام کرتے تھے۔

ارشاد: سر کہیں آپ---- وہ موچی تو نہیں؟

رمضان: نہیں بھائی جان! نہیں نہیں نہیں---- میں وہ موچی نہیں بغداد کا موچی---- یا جھنگ کا موچی---- یا وہ دوسرا ایزمان کا موچی---- وہ اور لوگ تھے۔ انہوں نے اپنا بھید چھپایا ہوا تھا بھائی جان---- میرا تو کوئی بھید ہی نہیں۔ میں تو بلکہ موچی گیری چھوڑ کر زیادہ تر پالش کرتا ہوں۔

ارشاد: تو پھر اس دن آپ ہی مجھ پر حملہ آور ہوئے اور آپ نے ہی مجھے بچایا تھا اور وہ آپ ہی کا وجود تھا جس نے----

رمضان: نہیں بھائی جان' نہیں! میں تو کہیں بھی نہیں تھا۔ Sub-Atomic لیول پر مادہ اپنے وجود کے ساتھ کسی خاص مقام پر نہیں ہوتا---- ہوتا نہیں بھائی جان' بس ہونے کا ایک میلان سا ہوتا ہے---- رجحان سا ہوتا ہے۔ بس ایک احتمال کی سی صورت ہوتی ہے بھائی جان---- یہ احتمال ایک موج بن جاتا ہے---- اصل موج نہیں' آواز کی لہر یا پانی کی لہر جیسی---- بس ایسی ہی خیالی سی موج اور پھر ایک بات کا خیال رہے---- ایسے واقعات بتانے کے لیے نہیں ہوتے' سمجھانے کے لیے نہیں ہوتے---- اندر سمجھانے کے لیے ہوتے ہیں۔

(اچانک ایک لڑکا پیڑوں کا تھال لیے موچی کے آگے بھاگتا گزرتا ہے اور ساتھ ساتھ کہتا ہے: چھاپہ' چھاپہ۔ اس کے پیچھے اکرم بکرم دوسرے خوانچہ فروش بھی چھاپہ چھاپہ پکارتے بھاگتے ہیں۔ رمضان موچی بھی خوفزدہ ہو کر اپنی صندوقچی میں جلدی جلدی چیزیں ڈال کر اس کی نواڑ کا پٹہ پکڑ کر بھاگتا ہے۔ کارپوریشن کے وردی والے کارندے ہیولے کر اس کے پیچھے بھاگتے ہیں اور اس کے کندھوں پر اور کمر پر ہیولے سے ساتے پیچھا کرتے ہیں۔ ارشاد اپنی جگہ پر بت

بنا حیران و ششدر اس عمل کو دکھ بھرے انداز میں دیکھتا ہے۔)

فیڈ آؤٹ

سین 2 ان ڈور رات

(شجاع' ماں اور ارشاد تینوں لیونگ روم میں بیٹھے ہیں۔ یک دم ارشاد کھڑا ہوتا ہے۔ سارے ہی بہت Tense ہیں۔)

ارشاد: زندگی کسی مقصد کے بغیر ایسی ہے ماں---- اس بوئنگ جہاز جیسی ہے جو تیز رفتاری سے اڑا چلا جا رہا ہے لیکن اسے لینڈنگ گراؤنڈ کا علم نہیں۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ اسے کہاں اترنا ہے اور اس کی منزل کون سی ہے۔

شجاع: یار یہ تمہاری زندگی کے لیے کم ہے کہ تم تین فیکٹریاں چلا رہے ہو۔ اپنی بوڑھی ماں کو لک آفٹر کر رہے ہو۔ یہ مقصد حیات کم ہے کہ اپنے بچوں کو پیسہ بھجوا رہے ہو لندن میں---- چھوڑی ہوئی مارتھا کو پال رہے ہو---- سینکڑوں مزدور روٹی کھا رہے ہیں۔

ارشاد: عام انسان کے لیے بچپن میں کھیلنا کودنا' کھانا پینا کافی ہوتا ہے۔ جوانی میں محنت اور محبت کا سفر اسے بھرا رکھتا ہے لیکن کچھ لوگ ہم میں سے' ہمارے ارد گرد Greater Meaning of Life کے لیے بھی ترستے ہیں۔ وہ خود اپنے تجربے سے جاننا چاہتے ہیں کہ زندگی کیا ہے اور انہیں کیوں پیدا کیا گیا ہے۔

ماں: ارشاد!

ارشاد: (یک دم مودب ہو کر) جی ماں جی۔

ماں: کیا تو لندن واپس جانا چاہتا ہے؟

ارشاد: نہیں ماں!

ماں: کیا تو میرا بوجھ محسوس کرتا ہے؟

ارشاد: نہیں---- ہرگز نہیں۔

ماں: کیا تو سفر پر جانا چاہتا ہے---- دور دراز کے ملکوں کی سیر کے لیے؟

ارشاد: نہیں ماں جی---- یہ آپ سے کس نے کہا؟

ماں: پھر یہ راتوں کو غائب رہنا---- جنگلے پھرنا---- یہ سب کیا ہے؟

ارشاد: یہی تو مشکل ہے ماں! اس دنیا میں جانور' چرند پرند اپنا اپنا مقصد حیات ساتھ لے کر

آتے ہیں---- بنا بنایا اور گھڑا گھڑایا مقصد حیات! وہ اسی کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ انسان زیادہ تر جانور کی سطح اپنے لیے قبول کر لیتا ہے اور ویسی ہی زندگی بسر کرتا ہے۔

شجاع: تمہیں پتہ ہے تمہارا دماغی توازن ٹھیک نہیں۔ تم بیمار ہو ذہنی بیمار۔

ماں: شجاع!

شجاع: آپ چپ رہیں آنٹی جی---- پتہ ہے ارشاد تمہیں ابھی کسی سائیکی ایٹ رسٹ کی ضرورت ہے۔ مارتھا نے تمہیں اس حال کو پہنچایا ہے۔

ارشاد: میں مارتھا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اتنا جھنجھوڑا۔ اس قدر چکر پھیریاں دیں۔ میں شکر گزار ہوں اس کا ورنہ میرا قلب نہ کھلتا۔

شجاع: گدھے یہ سب رج کھانے کی مستیاں ہیں۔ دولت کی زیادتی نے تمہارے دماغ کے پیچ ڈھیلے کر دیے ہیں۔ تم شکر گزاری کے فن سے نا آشنا ہو گئے ہو۔

ماں: آہستہ شجاع آہستہ----

شجاع: اگر پانچ منٹ اور یہ راہ راست پر نہ آیا تو میں اسے فزیکل Beating دوں گا ماں جی---- کوئی بات ہے' آپ کی جان عذاب میں ڈال رکھی ہے۔

ارشاد: او بھائی! انسان کا سب سے بڑا المیہ نہ تو بھوک ہے نہ بیماری' نہ غربت نہ جہالت' نہ ہی دلی جذبات کو ٹھیس لگنا نہ ہی موت اس کا بنیادی المیہ ہے۔ اس کا سب سے گہرا دکھ صرف اس حقیقت سے آشنا ہو جانا ہے کہ وہ کیوں پیدا ہوا---- کیوں Suffer کر رہا ہے---- اور اتنا کچھ سہنے کے بعد کس لیے مر جاتا ہے۔ کیا کوئی اس کا حساب کر کے انصاف کرنے والا ہے؟ کیا کوئی اس کو جاننے والا ہے؟ چل اچھا جانے دے' تو نہیں سمجھ سکتا۔

ماں: کیا میں بھی تجھے نہیں سمجھتی۔

ارشاد: نہیں ماں! آخر آخر مجھ جیسا مسافر تنہا ہی چلتا ہے۔

شجاع: ایک بار' صرف ایک بار---- تو میرے ساتھ چل---- ڈاکٹر اختر بڑا قابل سائیکی ایٹ رسٹ ہے۔ وہ تیری گتھیاں سلجھا سکے گا۔

ارشاد: مشکل یہ ہے کہ اس کے پاس میرے سوالوں کے جواب نہیں ہیں۔ اگر میں اس کے ساتھ Sittings دوں گا تو وہ بھی نفسیاتی علاج کرنا چھوڑ دے گا۔ اس کی تلاش بھی بدل جائے گی۔

ماں: تو چاہتا کیا ہے ارشاد---- پھر بھی کیا چاہتا ہے تو؟

ارشاد: بقدر ضرورت دنیا کو ہاتھ میں رکھوں اور باقی سارا بوجھ اپنے اوپر سے اتار دوں۔

ماں: مجھے بھی! میں بھی بوجھ ہوں تیرے لیے؟

ارشاد: ہاں ماں! بدقسمتی سے اس سفر میں تجھے میں ساتھ نہیں لے جا سکتا۔

(فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ ارشاد جا کر اٹھاتا ہے۔ شجاع اور ماں دیکھتے ہیں۔)

ارشاد: ہیلو---- ہیلو---- (چونگے پر ہاتھ رکھ کر) لانگ ڈسٹنس کال! ہاں ہیلو مارتھا۔

How is Ibrahim? How are yu my dear? ..... Good.... How is Isac?..... Fine?..... I don't mind.... well.... Both are doing well. But Martha you can't come.... You can't live here.... maji lives with me.... this is not England.... There is no living together in my country. For Heavens sake, understand. Life patterns are different not the same. Bye!

(فون چونگے پر رکھ کر بے دھیان بیٹھ جاتا ہے۔)

ماں: کیا ہوا؟ کیا کہتی ہے مارتھا؟

ارشاد: پاکستان آنا چاہتی ہے---- اور میرے پاس رہنا چاہتی ہے کچھ دیر کے لیے۔

ماں: کیا کہا؟

ارشاد: ان کے ملک میں یہ عام بات ہے ماں---- لوگ بغیر شادی کے ساتھ رہتے ہیں وہاں۔

ماں: اسی لیے تو تیرا دماغ پھر گیا ہے۔

ارشاد: ناں ماں---- دوسروں کی مہربانیوں کا یہ جواب نہیں ہونا چاہیے۔ شاید اس کی نامہربانی نے آنکھوں سے پٹی اتار دی!

شجاع: سیدھی طرح سے بتا تو میرے ساتھ ڈاکٹر اختر کے پاس جائے گا کہ نہیں؟

ارشاد: (ہنستا ہے) تو بھی بھولا آدمی ہے شجاع! منزل کی تلاش کو تو بیماری سمجھتا ہے۔ یہی سیکھا ہے تو نے زندگی سے؟ بس اتنا ہی؟

(ماں رونے لگتی ہے)

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن

(شہر سے دور گاؤں کے رستوں پر کار چلاتے ہوئے ارشاد ایک کھنڈر کے قریب

سے گزرتا ہے جہاں کھولے کی دیوار کے ساتھ عبداللہ گڈریا ٹھوڑی کے نیچے ایک درخت کی شاخ والی ڈانگ رکھ کر کھڑا ہے۔ آگے کو نکل جانے والا ارشاد اپنی کار بیک کرتا ہے اور جلدی سے کار سے برآمد ہو کر سیدھا گڈریے کے پاس جاتا ہے' پھر جھک کر اس کے قدم چھوتا ہے۔ عبداللہ اسی طرح کھڑا رہتا ہے۔)

عبداللہ: بڑے دنوں کے بعد آیا بابو لوکا!

ارشاد: بس حضور! اس دنیا کے دھندے کچھ ایسے لمبے ہیں کہ وقت ہی نہیں ملتا۔ اچھا کام تو ایک طرف رہا' بد کاموں کے لیے بھی وقت نہیں ملتا۔

عبداللہ: شاباش---- شاباش! پھر تو تو بازی لے گیا بابو لوکا! جھنڈی جیت گیا۔

ارشاد: وہ کیسے حضور!

عبداللہ: بابو لوکا! اللہ فرماتا ہے میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے واسطے پیدا کیا اور سبھی اس کی عبادت کرتے ہیں۔

ارشاد: سبھی اس کی عبادت کرتے ہیں----!

عبداللہ: لے ہے کسی کی مجال جو اللہ کی مرضی کے خلاف کر سکے۔ اس کے حکم سے نکل جائے۔ یعنی خدا نے عبادت کے واسطے پیدا کیا اور وہ برخلاف کرے۔ مرنا ہے----

ارشاد: میں سمجھا نہیں حضور!

عبداللہ: او میرا سوہنا! سیدھی بات کہ جو شخص جس کام میں ہے' وہی اس کی عبادت ہے۔ لکڑہارے کی عبادت لکڑی کاٹنا اور میری عبادت بکریاں چرانا ہے۔ تیرا کام قلم چلانا ہے اور تیری گھر والی کا روٹی ہانڈی کرنا ہے۔ یہی ہماری عبادت ہے اور اسی میں ہم خوش ہیں۔ لیکن جس نے اپنے پیشے میں خیانت کی' اس نے اپنی عبادت میں ڈنڈی ماری۔ بس وہ مارا گیا اور وہ تباہ ہو گیا۔

ارشاد: اب میرے لیے کیا ارشاد ہے؟

عبداللہ: تمہارے لیے کیا ارشاد ہونا ہے بابا لوکا---- تم خوش رہو' آباد رہو۔ یہی کام جو تم کرتے ہو' یہی تمہارے لیے ٹھیک ہے۔

ارشاد: میرے کام میں ایمانداری نہیں---- پاکبازی نہیں---- منافقت اور شرک بہت ہے۔

عبداللہ: دیکھ بابا لوکا! صرف وحدانیت شرک سے پاک ہے۔ وحدانیت کو سنے خیر اں ---- ہے ایمان جو چلتا ہے بابا لوکا تو شرک کی بھیڑ بھاڑ میں چلتا ہے---- شرکت کی منڈی اور شرک کے بھرے بازار میں چلتا ہے اور ایمان بڑی چیز ہے مگر یہ شرک کے اندھیرے

کے اس کا نور نظر نہیں آتا۔ اس کو اس بھیڑ سے گزرنا ہی پڑے گا۔ ڈرا نہ کر! اپنے بڑوں کا نام لے کر اس بھیڑ سے گزرتا جا۔

ارشاد: چھٹی کے روز آپ کے ساتھ بکریاں چرانے آجایا کروں---- ہفتے میں ایک دن؟

عبداللہ: نہیں۔

ارشاد: مہینے میں ایک روز؟

عبداللہ: بالکل نہیں!

ارشاد: آپ ہی نے تو فرمایا تھا بکریاں چرانے والے کو نہ ماننے والے کے ساتھ رہنے کا علم عطا ہو جاتا ہے۔ میں یہ علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپوزیشن کے ساتھ خوش دلی سے رہنا چاہتا ہوں۔ مخالف کے ساتھ خوش خلقی سے بات کرنے کا راز اپنانا چاہتا ہوں----

(ارشاد کے اس ڈائیلاگ پر عبداللہ ہو ہو' چھے چھے' اور تیرا بھلا ہو جائے' چلیے رانیے' سوھنیے' بکریوں کو پچکارتا جاتا ہے۔ ارشاد ساتھ چلتا ہے۔)

فیڈ آؤٹ

سین 4 آؤٹ ڈور صبح کا وقت

(ہلکی ہلکی اذان ہو رہی ہے۔ ایک دیہاتی قسم کی مسجد کے پاس بابا تحسین کوئی ذکر کرتا آ رہا ہے۔ بابا تحسین یوپی کا مہاجر ہے۔ سر پر رومال باندھے' کھڑا پاجامہ اور کالروالی قمیض پہنے ہوئے وہ کچھ فاصلے سے مسجد کی طرف آ رہا ہے۔ اس کی اور مسجد کی سلیوٹ (Sillouette) نظر آتی ہے۔ وہ مسجد میں داخل ہونے سے پہلے جوتے اتارتا ہے' پھر ہاتھ باندھ کر اندر داخل ہوتا ہے۔ ابھی نماز شروع نہیں ہوئی۔ ایک چٹائی کو کھول کر سیدھا بچھاتا ہے۔ مسجد کے ایک کونے سے نیون آتا ہے۔ یہ بہت ہی بھولا خوبصورت نوجوان ہے۔ سر پر پگڑی ہے' شلوار قمیض میں ملبوس ہے۔ آکر تحسین بابا سے ہاتھ ملاتا ہے۔ تحسین اسے دیکھ کر محبت کی دعا دیتا ہے۔)

سین 5 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(بابا تحسین دیہات کے گھروں میں سے راستہ بناتا ایک پرانے مکان میں داخل ہوتا ہے۔ کیمرہ اسے فولو کرتا ہوا یہ بات رجسٹر کراتا ہے کہ بابا ایک گاؤں میں رہتا ہے۔)

کٹ

سین 6 ان ڈور کچھ لمحوں بعد

(بابا اپنے چھوٹے سے مکان کے صحن میں داخل ہوتا ہے۔ یہ مکان دو کمروں اور ایک چھوٹے سے صحن پر مشتمل ہے۔ آنگن میں ہی باورچی خانہ ہے۔ اس وقت جہاں آرا ایک چارپائی پر بے سدھ سو رہی ہے۔ اس کے قریب ہی ایک چھوٹی سی میز پر پنجرے میں ایک طوطا ہے۔ بابا کھانستا ہوا گھر میں داخل ہوتا ہے۔ جہاں آرا آنکھ کی جھری سے دیکھ کر کروٹ لیتی ہے۔ جہاں آرا نے چوڑی دار پاجامہ' چھینٹ کا کرتا اور سبز دوپٹہ اوڑھ رکھا ہے۔ وہ کبھی سبز اور کبھی سیاہ دوپٹہ اوڑھتی ہے۔ شوقین مزاج ہے۔ بابا قدم قدم پاس آتا ہے۔)

بابا تحسین: جہاں آرا---- اے ری نیندوں کی ماتی غافل---- اٹھ سورج اگنے کو آیا۔

جہاں آرا: تو پھر میں کیا کروں دادا!! اگنے دے اسے تو اور کوئی کام ہی نہیں۔

بابا: اس وقت سویا نہیں کرتے بچی---- یہ عبادت کا وقت ہے۔

جہاں آرا: اللہ! ابھی تو سو مر لینے دیا کرو دادا کسی کو!

بابا: جو سوتا ہے' وہی کھوتا ہے بچی!

جہاں آرا: چل اچھا کھو لینے دے مجھے۔ جانے میرے پاس کھو دینے کو کیا ہے ایسا قیمتی!

(بابا صحن سے ہو کر ایک کمرے کی طرف جاتے ہوئے بولتا ہے۔)

بابا: اٹھ کر دیکھ تو سہی ---- سارے عبادت گزار اٹھ گئے۔ چرند' پرند' درخت' پانی سارے ---- میرا دادا میر احسن اللہ کہا کرتا تھا پوتے جب لوگ دیر دیر تک سویا کریں گے اور صبح ---- اللہ کا نام لینا چھوڑ دیں گے تو قیامت قریب ہو گی۔

جہاں آرا: (ناراضگی سے) یا میرے خدا تو آ جائے ناں قیامت اساری قیامتیں تو دیکھ چکے اللہ کی

قیادت کا بھی مزہ چکھیں۔

بابا: (ہنستے ہوئے) کبھی کبھی تو جہاں آرا مجھے لگتا ہے تجھ جیسے بے لحاظ اسے بہت پسند ہیں' اوپر والے کو۔

جہاں آرا: (اٹھ کر سلیپر پہنتے ہوئے) لے اب تو ناراض ہی ہو گیا۔

بابا: (اندر کمرے میں جاتے ہوئے) یہ تو نے کیسے اندازہ لگایا جہاں آرا؟

(سلیپر گھسیٹتی نلکے کے پاس جاتی ہے اور نلکا کھول کر منہ دھوتی ہے۔)

جہاں آرا: جب تو ہنستا ہے دادا تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ تو ناراض ہے۔

(دادا جو آف کیمرہ ہے' واپس دروازے میں آکر کھڑا ہوتا ہے۔)

جہاں آرا: او دادا سنو تو۔

دادا: ہاں جہاں آرا!

جہاں آرا: اور جو کسی کا جی نماز کو نہ چاہے اور وہ پڑھتا بھی رہے تو بھی اچھا؟

دادا: (مسکرا کر) تو تو اور بھی اچھا بیٹی---دوا تو ان مانے جی سے بھی پی رہو تو آرام دیتی ہے۔

(سر اس طرح ہلاتی ہے جیسے یہ منطق اسے ناپسند آئی ہو۔ اب کیمرہ جہاں آرا کو چھوڑ کر اندر والے کمرے میں بابا تحسین کے ساتھ چلا جاتا ہے۔ یہ کمرہ پیتل کانسی کے بہت خوبصورت برتنوں سے بھرا ہے۔ یہاں پیتل کے تھال' لوٹے' گلدان اور کانسی کے بڑے صراحی دار لوٹے' پان دان پڑے ہیں۔ ایک طرف چٹائی بچھی ہے۔ اس کے اوپر ایک بڑا سا کانسی کا مرتبان نما برتن ایسا پڑا ہے جس میں قیمتی پتھر جڑے ہیں۔ تحسین یہ برتن اٹھا کر چھوٹی سی چھینی ہتھوڑی لے کر Carve کرنے لگتا ہے۔ بسنتی رنگ کی روشنی ان برتنوں پر پڑتی ہے۔ بابا اپنی عینک رومال سے صاف کرتا ہے۔ بابا کافی بوڑھا ہو چکا ہے' لیکن ابھی تک ان برتنوں پر نقش و نگار بناتا رہتا ہے۔)

بابا: جہاں آرا۔

(اب جہاں آرا اپنے دوپٹے سے بازو پونچھتی اندر آتی ہے۔)

جہاں آرا: ہاں رے دادا حضور---فرما!

بابا: کچھ چائے توڑے سے---عقلی ہوتی!

جہاں آرا: پتی نہیں ہے دادا اور شاید تجھے علم نہ ہو' چائے پتی سے بنتی ہے۔

بابا: چل نہ سہی۔ مجھے کون سی عادت ہے۔ میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا۔

جہاں آرا: دادا تجھے اور کوئی ڈھنگ کا کام نہیں آتا' جس سے سہولت کی روٹی ملتی ہم دونوں کو۔

بابا: اری کوڑ مغز کاریگر آج کہاں! ہمارے پرکھوں نے تاج محل بنایا۔ دلی میں نظام الدین اولیاء کے پچھواڑے رہتے تھے میرے دادا۔ ایسے ظغرے بناتے تھے تاشقند' بخارا سے صاحب نظر آیا کرتے تھے دیکھنے۔

جہاں آرا: چل رہنے دے۔ تیرے برتنوں کو تو کوئی دیکھنے نہ آیا' غلطی سے بھی۔ کبھی لوٹا بک گیا' کبھی تھالی۔ دام بھی جب ملے' قسطوں میں---- قطرہ قطرہ----

بابا: یہاں گاؤں کے لوگ اس فن کو سمجھتے نہیں۔ صاحب نظر نہیں ہیں' سادہ لوگ ہیں۔

جہاں آرا: سارا دن جو تو اس مرجان کو پتی پتی سجاتا ہے' دل نہیں بھرا تیرا اس مشقت سے----؟

بابا: تیس' سال میں تو دل بھرا نہیں' اب آگے کی اللہ جانے۔ پچھلوں کو یاد کرتا ہوں' اس برتن کو سجاتا ہوں---- اللہ کا احسان---- جہاں آرا---- بڑا کرم بڑی مہربانی۔

جہاں آرا: تجھ جیسے کی قسمت کیا جاگنی ہے! تیرے ساتھ ہم بھی مارے گئے۔ جو تھوڑے پر راضی رہے اسے زیادہ دے کر ضائع ہی کرنا ہے ناں۔ کیے جا عبادت رات دن۔

(جہاں آرا جاتی ہے۔)

بابا: او مورکھ! عبادت دو طور کی ہوتی ہے۔ ایک عبادت قلب کرتا ہے اس کا نام لے لے کر' دوسری عبادت ہاتھ کرتے ہیں۔ ماں بچہ پالے' عبادت ----' مزدور روڑی کوٹے' عبادت---- دل نام جپے' عبادت---- ساتھ ساتھ معاملہ چلے تو بات ہے---- چلی گئی؟ توبہ ٹھہرتی کب ہے بابا تحسین کے پاس----!

کٹ

سین 8 ان ڈور دن

(کیمرہ صحن میں پہلے جہاں آرا پر آتا ہے۔ وہ اپنے طوطے کو امرود کاٹ کر کھلا رہی ہے۔ آنگن میں کھلنے والے باہر کے دروازے پر جیون کھڑا ہے۔ وہ خوبصورت اور بھولا ہے۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں آموں کی ٹوکری ہے۔)

جیون: یہ آم اماں نے بھجوائے ہیں۔

جہاں آرا: جھوٹ!

جیون: کیوں اماں آم نہیں بھجوا سکتی----!

جہاں آرا: بجوا تو سکتی ہے جیون پُر مجھے نہیں۔

جیون: کیوں؟

جہاں آرا: بس ہے نا کوئی بات۔ اس دن جب تو گڑ لایا تھا میوے والا' وہ بھی ماں نے نہیں بجھوایا تھا۔

جیون: کیوں؟ اسی نے تو کہا تھا بابا تحسین کو دے آ۔

جہاں آرا: تو نے اس سے پوچھا تھا کہ بابے تحسین کو دے آؤں میوے والا گڑ تو وہ بولی تھی اچھا جیسی تیری مرضی۔

جیون: اچھا تجھے کیسے پتہ چلا جہاں آرا----؟

جہاں آرا: (شوخی کے ساتھ) بس ہمیں پتہ چل جاتی ہیں ناں ساری باتیں----دل کے بھید---- اندر کے خیال----

جیون: اچھا بتا میرے دل میں کیا ہے----؟

جہاں آرا: پتہ تو مجھے ہے سارا لیکن میں زباں پر نہیں لا سکتی جیون۔

جیون: چل اچھا میرے کان میں کہہ دے۔ میرے دل میں کیا ہے بھلا؟

جہاں آرا: بتا دوں----!

جیون: ہاں بتا دے۔

جہاں آرا: لال گلابی نہ ہو جانا سن کر----!

جیون: نہیں ہوتا۔ تو کان میں کہہ کر تو دیکھ۔

جہاں آرا: دیکھ میاں مٹھو گواہ رہنا۔ بعد میں جیون کہیں مکر نہ جائے۔
(جیون کی طرف چلتی ہے۔ اس وقت بڑا مرتبان اٹھائے بابا تحسین اندر سے آتا ہے۔)

بابا: جہاں آرا آج پورے بتیس سال تین مہینے کے بعد یہ مرتبان ختم ہو گیا۔ ہر طرف سے دیکھ لے کہیں کوئی نقص نہیں۔ آج دادا احسن اللہ ہوتا تو کہتا واہ پوتے جی خوش کر دیا۔ (سر اٹھا کر) ارے! آج تو جیون آ گیا کہیں سے بھولتا ہوا۔

جیون: دادا کام ختم ہو گیا گلدان کا----!

جہاں آرا: کام تو ختم ہو گیا پر اس کا گاہک کہاں ہے دادا۔

بابا: لے تو باہر کیوں کھڑا ہے بے' اندر آ----بیٹی جہاں آرا! جب صاحب نظر کی نگاہ پڑ گئی جب آنکنے والے نے دیکھ لیا' جب سورج کی شعاعیں اس پر گریں' یہ چمکا اور جانچنے والے نے اس کی قدر و قیمت لگائی تو ایک ہی ساعت میں سارے دکھ درد ختم ہو جاتے ہیں۔

جہاں آرا: تو اسی امید پر جیتا ہے شاید۔۔۔!

جیون: آموں والی حویلی میں شہر سے بڑے چوہدری جی آئے ہیں۔ تو انہیں جا کر کیوں نہیں دکھاتا ہے۔ سنا ہے شہر والوں کو بڑا شوق ہے ایسی چیزوں کا۔

بابا: تو کہتا ہے تو لے جاؤں گا پر مجھے امید کم ہے۔ واہ! آم لیے کھڑا ہے اور جتا تا نہیں۔

جیون: ماں نے بھیجے ہیں۔۔۔ دسہری ہیں۔

بابا: تیری ماں بڑی بھلی عورت ہے جیون۔۔۔ وہ گاؤں میں نہ ہوتی تو ہم فاقوں مر جاتے۔

جہاں آرا: (شوخی سے) دادا کچھ اور لوگوں کو بھی ہمارا بڑا خیال ہے لیکن وہ منہ سے کہہ نہیں سکتے۔

بابا: کون بھلا۔۔۔؟

جہاں آرا: بس ہیں ناں۔۔۔ تو جان کر کیا لے گا!

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور دن

(ایک کھیس میں بڑا مرتبان لپیٹے بابا تحسین جا رہا ہے۔)

کٹ

سین 10 ان ڈور کچھ دیر بعد

(چوہدری اور چوہدرائن شیشوں جڑے پلنگ پر بیٹھے ہیں۔ چوہدری بندوق صاف کر رہا ہے۔ چوہدرائن کچھ زیورات کے ڈبے لیے بیٹھی ہے۔)

چوہدرائن: تو ایک نظر کڑے تو دیکھ لے (ڈبہ کھول کر) میں تولے کے ہیں۔

چوہدری: (بندوق میں مگن ہے) بڑے اچھے ہیں۔

چوہدرائن: نظر تو تو نے ڈالی نہیں۔

چوہدری: تیری نظر جو پڑی ہے ان پر۔

چوہدرائن: وہ ہار بھی دیکھ لے نذیر چوہدری! جب میں پہنوں گی تب تو تجھے نظر نہیں آتا۔ میں کچھ بھی پہن لوں تو دیکھتا ہی نہیں۔

چوہدری: بڑا اچھا ہے' بڑا اچھا ہے۔ ایسے کئی بنوائے تو اللہ کرے۔

چوہدرائن: تجھے کس چیز کا شوق ہے چوہدری؟
چوہدری: زمین کا---- گھوڑے کا---- بندوق کا---- اور ایک اور شوق ہے (مسکرا کر) تجھے بتا نہیں سکتا۔
چوہدرائن: پھر بھی بتا تو سہی۔
چوہدری: ساگ، لسی ہو ساتھ اور ماں کے ہاتھ کی روٹی ہو مکی کی!
چوہدرائن: بڈھا ہو چلا ابھی تک ماں کے پکے کا شوق نہیں گیا۔
چوہدری: تو نے پوچھا کیوں!

(ملازم آتا ہے)

ملازم: چوہدری جی---- بابا تحسین آیا ہے۔
چوہدری: آنے دے آنے دے۔ وہ کب کسی کے گھر جاتا ہے۔ میرے لیے تو اچنبھے کی بات ہے۔
چوہدرائن: بھلا بتا تو یہ زیور کتنے کا بنا ہو گا، کنگن اور----
چوہدری: جتنے کے بھی بنے ہیں منشی سے لے لینا۔
چوہدرائن: قریب قریب پونے دو لاکھ چوہدری----
چوہدری: اچھا تو پھر کیا ہوا---- حوصلہ بڑا رکھ، مری نہ جا کمینوں کی طرح۔
(اس وقت تحسین کھیس میں مرتبان لپیٹے بڑا شرمندہ سا آتا ہے۔)
بابا: سلام علیکم چوہدری صاحب!
چوہدری: وعلیکم سلام! آؤ بیٹھو بزرگو! خیر سے آئے؟
چوہدرائن: کسی دن اپنی جہاں آرا کو یہاں بھیجنا بابا جی، دہی والے کھٹے بینگن پکا جائے، بڑے سوادی بناتی ہے بینگن۔
بابا: آپ حکم کریں بیگم صاحب! وہ گھر سے پکا کر لے آئے گی۔
چوہدرائن: ناں ناں میرے سامنے پکائے۔
بابا: اچھا جی آ جائے گی۔
چوہدری: حکم بابا جی!
بابا: حکم کیا، عرض ہے۔ چوہدری جی (کھیس سے برتن نکالتے ہوئے) پورے بتیس سال تین مہینے ہو گئے اس باسن کو سنگھارتے سنوارتے۔ برسوں کی محنت ہے لیکن کوئی صاحب نظر نہیں ملا۔

(چوہدری باسن کو دیکھتا ہے، پھر مسکراتا ہے)

چوہدری: واہ خوب دل لگا کر گھڑت کی ہے بابا تحسین پر ہم لوگ ڈنگر ہیں۔ ایسی باریکیوں کا ہم کو علم نہیں۔

چوہدرائن: کتنے کا ہے؟ میں اس میں مکئی کے پھلے بنا کر رکھ لوں گی۔

(بابا تحسین خوفزدہ ہو کر اسے کھیس میں باندھنے لگتا ہے۔)

بابا: بکاؤ نہیں ہے بیگم صاحب! میں تو ایسے ہی چوہدری صاحب کو دکھانے کے لیے آیا تھا۔

چوہدرائن: پھر بھی ہے کتنے کا---؟

چوہدری: لے کان میں ڈالے گی اسے کہ ہاتھوں پر سجائے گی۔ خواہ مخواہ جس گاؤں جانا نہیں اس کا نام کیوں پوچھنا۔ دھی کا رشتہ ہو گیا بابا تحسین؟

بابا: ابھی کہاں چوہدری جی---- بس کچھ مال بک جائے تو پھر----

چوہدرائن: جب دن متھے جائیں تو مجھے ضرور بتا دینا بابا جی۔ بڑی اچھی ہے تیری جہاں آرا۔

بابا: ہاں جی---- اچھا سلام علیکم!

دونوں: وعلیکم سلام جی۔

کٹ

سین 11 آوٹ ڈور دن

(جہاں آرا ایک گھنے درخت کے جھولے پر بیٹھی ہے۔ جیون اسے جھولا دے کر نیچے سے نکل جاتا ہے۔ بیک گراؤنڈ میں گیت لگتا ہے' لیکن بہت مدھم: جھولا کون جھلائے---- ساون کے دن آئے ہو جھولا کون جھلائے----)

کٹ

سین 12 آوٹ ڈور دن

(مسجد میں چٹائی پر جیون اور بابا بیٹھے ہیں۔ زیادہ نمازی جا چکے ہیں۔ اکا دکا بیٹھے ہیں۔)

بابا: ساری عمر دوہری عبادت کی جیون! قلب سے بھی اور ہاتھ سے بھی۔ اسی لیے تو کہتا ہوں عبادت کا عمل ہر وقت ہے۔ پانچ وقت تو حاضری لگائی ہوتی ہے' باقی عبادت تو سارا

دن چلتی ہے۔

جیون: لیکن چاچاجی ہمہ وقت کیسے ہو سکتا ہے اللہ کا ذکر----؟

بابا: جب تو ہل چلاتا ہے' عبادت کرتا ہے۔ جب میں صراحی گلدان تھال میں گل بوٹے بناتا ہوں' عبادت ہی تو ہوتی ہے۔ ہاتھوں سے رزق حلال کھانے اور کھلانے والا اور کیا کرتا ہے جیون بیٹا! جب میری جہاں آرا کشیدہ کرتی ہے---- روئی بناتی ہے' وہ بھی تو عبادت ہی کرتی ہے۔

جیون: چاچا تحسین! ادھر ڈاک بنگلے میں ایک بڑا افسر آیا ہے کل۔ اس نے پنڈ کی عورتیں بلا کر اتنے سارے کشیدہ کیے ہوئے دوپٹے چادریں خریدیں۔ تو بھی اپنا گلدان لے جا اس کے پاس۔

بابا: نا یار! مجھے ایسی باتوں میں نہ ڈال۔

جیون: کوشش تو کر دیکھ۔ کیا حرج ہے! کون جانے---- قیمت لگ جائے۔

کٹ

سین 13 آوٹ ڈور شام کا وقت

(ایک افسر نما موٹا آدمی ڈاک بنگلے کے لان میں نیچی کرسی پر بیٹھا چائے پی رہا ہے۔ دور سے بابا تحسین کھیس میں مرجان نما بڑا گلدان اٹھائے آتا ہے۔)

افسر: کون ہو بھئی تم؟ چوکیدار---- چوکیدار۔

بابا: سلام سرکار!

افسر: وہ تو ٹھیک ہے لیکن کام کیا ہے----؟

بابا: (لمبا سانس لے کر) سنا ہے حضور کچھ دست کاری خرید فرما رہے ہیں گاؤں والوں سے۔

افسر: اچھا اچھا بیٹھ جاؤ۔ میز پوش لائے ہو کہ دوپٹے؟

بابا: حضور میں تو---- میں تو ایک عجوبہ روزگار لایا ہوں۔ ہمارے پرکھوں نے تاج محل میں بیل بوٹے بنائے تھے۔ پچی کاری کا کام کیا تھا۔ میرے دادا میر احسن اللہ ایسے طغرے لکھتے تھے' ایسے حرف بٹھاتے تھے بیل بوٹوں میں' بلخ بخارا سے لوگ دیکھنے آتے تھے۔

(مرجان نما گلدان نکال کر میز پر رکھتا ہے اور شیخی بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہتا ہے)

ایک جوڑ نہیں سارے باسن میں۔ کہیں کوئی کسر ہو' نقص ہو تو میں دین دار۔ حضور

پورے بتیس سال تین مہینے میں اس کے نقش و نگار بنے ہیں، مسلسل گھڑت کے بعد----!

افسر: (چند لمحے دیکھ کر) اچھا ہے! کیا لو گے----؟

بابا: جو آپ کی خوشی سرکار۔

افسر: دو سو روپے کافی ہوں گے۔ وہ بھی میں تمہارا بڑھاپا دیکھ کر کہہ رہا ہوں ورنہ اس کے ساتھ کے لاہور میں ڈیڑھ سو روپے میں عام ملتے ہیں۔

بابا: دو سو روپیہ سرکار! دو سو روپیہ اس کا؟ اس کا صرف دو صد روپیہ----بتیس سال کی محنت کا؟ (کیمرہ آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر جاتا ہے۔ ایک قطرہ آنسو اس کی گال پر گرتا ہے۔)

کٹ

سین 14 ان ڈور شام کا وقت

(بابا تحسین اپنے کمرے میں باسن کو کپڑے سے چمکا رہا ہے۔ کبھی کبھی عینک اتار کر اسے کسی کسی جگہ سے دیکھتا ہے جیسے کوئی نقص بھانپ رہا ہو۔ اس کے قریب جیون کی ماں بیٹھی ہے۔)

بابا: پان لا دوں جیون کی ماں----؟

ماں: ناں بھائی صاحب! ساری عمر کبھی پان نہیں کھایا۔ مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں اس کا مزہ کیسا ہوتا ہے۔

بابا: تو پھر آج معلوم کر لے اس کا ذائقہ----!

ماں: ناں تو رہنے ہی دے بابا تحسین! میری ماں کہا کرتی تھی پان نہ کھانا کبھی 'لوگ تجھے آوارہ سمجھیں گے ہاں!

بابا: اچھا جو اتنی دنیا پان کھاتی ہے 'ساری آوارہ ہے؟

ماں: یہ میری ماں کے روکنے کا طریقہ تھا بابا جی! وہ ڈرتی تھی ہر نئی چیز سے 'ہر نئے خیال سے---- جیسی دنیا میں آئی 'ویسی چلی گئی۔ انگل بھر نہ گھٹی نہ بڑھی۔ دنداسہ مل لیا میں نے ایک دن 'مجھے سوٹے سے مارا۔

بابا: اچھا---- بڑی جابر تھی!

ماں: کہنے لگی آج زندہ اسے ملا ہے' پتہ نہیں کل کیا کرے گی۔

بابا: خوفزدہ رہتی ہو گی----؟

ماں: اور کیا---اب اگر آج زندہ ہوتی تو جہاں آرا کا رشتہ مانگنے دیتی مجھے۔ کہتی ناں بابا ہم نے کیا کرنی ہے جہاں آرا جیسی لڑکی پاجامہ پہننے والی----!

بابا: بولی بھی اور ہے جہاں آرا کی---- پہناوا بھی اور---- سوچ بھی جدا---- کیا کرے گی جہاں آرا لے جا کر----

ماں: باپ کیا کرتا تھا جہاں آرا کا بابے تحسین؟ کام کاج اس کے پیو کا کیا تھا؟

بابا: باپ کا؟ پتہ نہیں----!

ماں: لے بھلا تجھے پتہ نہیں جہاں آرا کا باپ کیا کام کرتا تھا۔ اپنے پتر کا علم نہیں تجھے اس کے کاروبار کا۔

(بابا نفی میں سر ہلاتا ہے۔)

ماں: بابا تحسین---- کب مرا تیرا بیٹا؟

بابا: بیٹا! کون سا بیٹا؟

ماں: جہاں آرا کا ابا!

بابا: یہ---- یہ میری جہاں آرا؟

ماں: ہاں اور کون سی----!

بابا: یہ جہاں آرا تو مجھے مسجد کے پچھواڑے ملی تھی کوڑے کے ڈھیر پر سے---- پھر میں اسے اپنے کرتے میں لپیٹ کر گاؤں چھوڑ آیا' اپنے پرانے گاؤں---- مجھے کیا پتہ اس کے ماں باپ کون ہیں! مجھے کیا پتہ جہاں آرا کی ماں کون ہے' اس کا باپ کیا کرتا تھا۔ مجھے تو جہاں آرا تحفے میں ملی۔ تو نے مانگی ہے تو میں تحفہ سمجھ کر تجھے دے دوں گا۔ تحفے کی طرح رکھنا۔ اس میں میری جان ہے۔

(جیون کی ماں حیران ہو کر اٹھتی ہے۔)

ماں: خیر میں نے کیا مانگی ہے بابا جی۔ پر ایک بات بتا دوں۔ پہلے جب یہ جہاں آرا تم کو مسجد پچھواڑے ملی تھی تو اور بات تھی۔ اب اسے گاؤں سے لے کر بھاگ جا۔ میرے پیٹ میں تو ابھی سے مروڑ اٹھنے لگا ہے۔ میں کب تک یہ بات چھپاؤں گی بھائی صاحب---- بھاگ جا---- ریڑھا منگا بھی' راتوں رات غائب ہو جا گاؤں سے ورنہ گاؤں کے لوگ ڈس کر تیری جہاں آرا کو مار دیں گے۔ ان سب کا مزاج میری ماں

جیسا ہے۔ بھاگ جا بابا تحسین بھاگ جا.... نکل جا.... شاموں شام.... بن باپ کی بیٹی کو کیسے لوگوں کے پتھروں سے بچائے گا....!

کٹ

سین 15 آؤٹ ڈور دن

(ریڑھے پر بابا تحسین' جہاں آرا اور ریڑھے والا سوار ہیں۔ ریڑھے پر گھریلو سامان کے علاوہ بابے کے تمام پیتل کے برتن موجود ہیں۔ بابا تحسین گود میں مرجان لیے بیٹھا ہے۔ جہاں آرا ایک طرف کو گی پریشان راستے کو دیکھ رہی ہے۔ کچھ دیر ریڑھا چلتا رہتا ہے پھر ایک ہونڈا سوک پاس سے گزرتی ہے۔ برتن چمک رہے ہیں اور بابے کے گلدان پر سرخ پیلی سبز روشنیاں جھلک رہی ہیں۔ کیمرہ ان چمکدار برتنوں کو کلوز اپ میں ٹریٹ کرتا ہے۔ کار کافی دور نکل جاتی ہے۔ ریڑھا رواں ہے۔ پھر نظر آتا ہے کہ کار تیزی سے ریورس میں آتی ہے۔ اب ایک نوجوان جو بہت ذہین اور فیشن ایبل ہے' اشارے سے ریڑھے کو روکنے کے لیے کہتا ہے۔ ریڑھا رکتا ہے۔ کار والا سائیڈ پر کار کر کے باہر نکلتا ہے۔)

افسر: کون ہو تم لوگ؟

بابا: (ریڑھے سے اترتا ہے) سرکار ہم کاریگر لوگ ہیں۔ پیتل کانسی کے برتنوں پر نقش و نگار بناتے ہیں' کوئی غلط کام نہیں کرتے' خدا کے فضل سے۔

افسر: تمہارے برتنوں نے ایسا لشکارا مارا بابا کہ میری تو آنکھیں چندھیا گئیں۔ کیا میں آپ کا سامان دیکھ سکتا ہوں؟

کٹ

سین 16 آؤٹ ڈور وہی وقت

(مین سڑک پر بھاگا آ رہا ہے۔ ایکو میں اس کی آواز سارے میں گونج رہی ہے۔ جہاں آرا.... جہاں آرا.... جہاں آرا....)

کٹ

سین 17 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(ایک درخت کی چھاؤں میں بابا تحسین کے تمام برتن پڑے ہیں۔ جہاں آرا گھاس پر گم سم بیٹھی ہے۔ بابے کا مرتبان افسر کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اسے پھرا پھرا کر دیکھ رہا ہے۔)

افسر: او مائی گاڈ! وہٹ کرافٹسمین شپ!! What Execution بابا جی! یہ جو آپ نے نقش و نگار بنائے ہیں' بیل بوٹا ترتیب دیا ہے یہ انمول ہے۔ ایسا کام پرانی مغل عمارتوں میں نظر آتا ہے۔ اب ایسا کاریگر نایاب ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں جن سے آپ کی تعریف کر سکوں۔

بابا: بس بیٹا بس! محنت وصول ہو گئی۔ ہمارے پرکھوں نے ہی تاج محل سجایا تھا۔ میرے دادا میر احسن اللہ جب طغرے کے گرد بیل بوٹے بناتے تو سارا وقت درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ میں نے بھی بتیس سال تین مہینے ایسے ہی اس کے محبوب کا ذکر کر کے یہ باسن بنایا ہے۔

(افسر بھاگ کر گاڑی تک جاتا ہے' Glove box سے محدب شیشہ نکال کر لاتا ہے اور پھر مرتبان دیکھتا ہے۔)

افسر: I Can't Believe بابا جی اس وقت ایسا کوئی میوزیم موجود نہیں جو اس کی قیمت ادا کر سکے---- آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں آج ہی آپ کا پاسپورٹ بنوا کر ویزہ لگواتا ہوں۔ ورلڈ آرٹ ایگزی بیشن ہو رہی ہے' فرانس میں' آپ میرے ساتھ چلیں گے۔

جہاں آرا: واہ!!

افسر: او بھئی کون ہو تم؟ تمیز سے بات کرو۔ یہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا Er.graver کھڑا ہے تمہارے سامنے۔ چلئے سر! واقعی---- واہ---- فرانس آپ کا منتظر ہے۔

(بابا تحسین آسمان کی طرف گم سم دیکھتا ہے۔)

(ڈزالو)

سین 18 آؤٹ ڈور دن

(جہاں ارشاد اور گنڈریا عبداللہ بکریوں کے ساتھ جا رہے تھے' کیمرہ ڈزالو کر کے

واپس اسی لوکیل آجاتا ہے۔ بابا اور ارشاد چل رہے ہیں۔)

عبداللہ: بس عبادت کی اتنی ساری حقیقت ہے بابولوکا! عبادت کا بھانڈا تیار ہو' سائیں کے کرم کی نظر پڑ جائے تو باگو باگ ہو جاتا ہے۔ قیمت وہ ملتی ہے جو نہ سان میں نہ گمان میں۔ پر جو بھانڈا ہی پاس نہ ہو---- تو خالی بندے پر کیا نظر پڑنی ہے! اکدھر سے عطا آنی ہے! اکدھر سے نوازا جاتا ہے----؟؟ بھانڈا تیار رکھ اور اس کی نظر کی راہ دیکھ----!!

ارشاد: پر باباجی کبھی کبھی تو بلا توفیق بھی ملتا ہے۔ بغیر محنت کے حاصل ہوتا ہے۔ عبادت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کیا ایسے نہیں ہوتا؟

عبداللہ: تو نے کب تک سوال بنے رہنا ہے بھائی لوکا؟ کب تک شاگرد رہنا ہے؟ کب ماننے والوں کے ساتھ چلنا ہے؟

ارشاد: مجھے معاف کر دیں باباجی!

عبداللہ: ساری عمر جو مرید رہا' وہ کیا جیا! ساری عمر جو پڑھتا ہی چلا گیا پڑھانے والا نہ بن سکا' اس نے کیا منہ دکھانا ہے رب کو! کچا نہ رہ' پکا ہو جا۔

ارشاد: میرے اندر بڑے راستے ہیں باباجی۔ یہ بڑی پگڈنڈیاں ہیں۔ گھمن گھیریاں ہیں----

عبداللہ: بس پھر جا بھیڑ میں گم ہو جا---- اچھا پہن' خوش ہو جا---- اچھا کھا' نہال رہ---- ایک سیڑھی چھوڑ دوسری پر چڑھ' ٹھنڈا رہ---- بازاروں میں گھومتا پھر' حیرت میں گم ہو' سوالی بنا رہ---- جی کو خوش رکھ۔ بڑا میلہ لگا ہے ادھر---- پر جو جواب بنے گا تو پھر اور بات ہے---- اب یہ تیرے من چلے کا سودا ہے۔ ادھر ہو جا یا ادھر---- بھانڈا بنا لے یا بھانڈے خرید تا پھر---- تیرا اپنا فیصلہ ہے۔ تیرے من کا سودا ہے----

(گڈریا چلنے لگتا ہے۔ اپنی بکریوں کو پیچھے پیچھے کر کے ہنکارتا ہے۔ ارشاد مجسم تذبذب کھڑے کا کھڑا رہتا ہے۔ عبداللہ کی آواز تا دیر آتی رہتی ہے۔ اپوز کیجئے:)

تیرے من چلے کا سودا ہے یہ کھٹا اور میٹھا

کٹ

قسط نمبر 4

کردار

ارشاد	:	ہیرو
مومنہ	:	ہیروئن
ماں	:	ارشاد کی والدہ
عامر	:	نوجوان ریسرچ آفیسر
سلمٰی	:	ریسرچ ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنے والی لڑکی
نائیلہ	:	خوبصورت بھولی سی لڑکی۔ ریسرچ سے منسلک
تایا کریم	:	سلمٰی کا تایا کلپٹومینیا میں مبتلا
نمجے	:	عامر کی والدہ
بابا سلیمان	:	عامر کا والد

سین 1　　　　آؤٹ ڈور　　　　دن

(پچھلے سکرپٹ میں بابا عبداللہ کے ساتھ ارشاد اس نتیجے پر پہنچ چکا ہے کہ اب فیصلے کا لمحہ آ گیا ہے۔ وہ اپنے دل کی آواز پر فیصلہ کرنا چاہتا ہے۔ ارشاد اپنی گاڑی میں بے آباد سکیموں میں سے گزر رہا ہے۔ پھر کسی ایسے مقام پر جہاں دور دور کوئی نہیں' وہ اترتا ہے اور سڑک پر چلنے لگتا ہے۔ بہت دور اسے ایک کھلے میدان میں چھوٹی سی کوٹھی نظر آتی ہے۔ یہ سین کافی لمبا ہے۔ مختلف موڑ کاٹ کر لمبی ڈرائیو میں کبھی تیز کبھی آہستہ ارشاد کو مختلف زاویوں سے دکھایا جاتا ہے۔ کبھی اس کی کار نکتہ سی نظر آتی ہے' کبھی کیمرہ ساتھ ساتھ ہے اور علاقے کی ویرانی کو رجسٹر کراتا ہے۔ اس سین کے دوران سپر امپوز کیجئے:

اوہ دِس دی یار دی　　گلی گھڑیا گھڑیا

جو کوٹھی بہت فاصلے سے دکھائی جاتی ہے' زیادہ شاندار نہ ہو کیونکہ یہی وہ گھر ہے جس میں ارشاد جوگ لینے کے بعد رہنا چاہتا ہے)

کٹ

سین 2　　　　آؤٹ ڈور　　　　دن

(کہیں سے آندھی کا سٹاک شاٹ لیجئے۔ درخت جھول رہے ہیں۔ پانی اچھل رہے ہیں۔ یہ منظر قیامت خیز ہونا چاہئے۔ اگر بگولے اڑتے دکھائے جا سکیں تو اور بھی بہتر ہے)

کٹ

سین 3　　　　ان ڈور　　　　دن چڑھے

(ارشاد اپنے دفتر کے کمرے میں بے تاب پھر رہا ہے۔ اس پر مائیکل جیکسن کا گیت سپر امپوز کیجئے Remember۔ دو تین چکر وہ بے تابانہ لگاتا ہے۔ گیت جاری رہتا ہے۔ پھر ارشاد اپنے دفتر کا ٹی وی لگاتا ہے' جسے اپنی توجہ کی

اور طرف ہٹانا چاہتا ہو۔ اس وقت مائیکل جیکسن کا گیت وہاں پہنچتا ہے' جہاں
ابھی مائیکل نے گانا شروع نہیں کیا۔ وہ بادشاہ کے حضور میں آگے بڑھتا ہے۔
اپنے بطن سے سونے کے ذرات پھینکتا ہے اور پھر ان میں غائب ہو جاتا ہے۔ اتنا
حصہ ٹی وی پر نظر آتا ہے۔ لیکن جس وقت ٹی وی لگتا ہے' اس وقت اسٹیج چھوٹے
ٹی وی پر نہیں رہتا' بلکہ ناظرین کے ٹی وی پر سارا اسٹیج آتا ہے۔ جب مائیکل
جیکسن غائب ہو جاتا ہے تو پھر واپس کیمرہ ارشاد کا کمرہ دکھاتا ہے۔ اب ارشاد
یکدم سر پکڑ کر قالین پر بیٹھتا ہے اور اس کے دفتر کے ٹی وی پر مائیکل جیکسن کی
آواز گونجتی ہے: Remember)

کٹ

سین 4 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد اس وقت گالف کی سٹک ہاتھ میں لیے چل رہا ہے۔ اس سے کچھ قدم
پیچھے کیڈی چھڑیوں کا تھیلا اٹھائے ہمراہ ہے۔ وہ گرین کے اس حصے میں ہے جب
گیند ہول سے بالکل نزدیک پڑی ہے۔ وہ قریب پہنچ کر Aim لیتا ہے۔ مارنا چاہتا
ہے' لیکن یکدم رُک جاتا ہے۔ کیڈی کو سٹک دیتا ہے اور خالی ہاتھ لوٹنے لگتا
ہے۔ کیمرہ گرین پر پڑی ہوئی گیند اور ہول کو دکھاتا ہے۔ پھر دور جاتے ہوئے
ارشاد پر مرکوز ہوتا ہے۔ جس وقت وہ Aim کرتا ہے ایک Crescendo کے
ساتھ آواز سپرامپوز کیجیے)

میں وی جانا جھوک رانجھن دی' نال میرے کوئی چلے

کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور دوپہر

(آوری یا پرل کانٹی نینٹل میں ایسے مقام پر جہاں سے سوئمنگ پول نظر آتا ہو'
ارشاد ایک فاصلے سے آتا ہے اور ایک ٹیبل پر بیٹھتا ہے۔ بیرا آتا ہے۔ ارشاد
کھانا آرڈر کرتا ہے۔ اس دوران نصرت فتح علی کی آواز میں یہ قوالی جاری رہتی

ہے: "نی میں جاناجوگی دے نال" لیکن قوالی آگے نہیں بڑھتی اور اتنا ہی حصہ بہت مدھم جاری رہتا ہے۔ جب تک بیرا کھانا نہیں لاتا' ارشاد ہوٹل کے گردوپیش اور اس کے گلیمر کو دیکھتا ہے۔ ارشاد کے پوائنٹ آف ویو سے لوگ آتے جاتے 'پول میں نہاتے' بیروں کی چلت پھرت' میزوں کا حسن' ان ڈور پلانٹس کی ٹھنڈک' فون کی مدھم گھنٹیاں' لڑکیوں کا دھیما دھیما ہنسنا رجسٹر کرایئے۔ پھر بیرا کھانا لاتا ہے۔ ارشاد کے سامنے کھانا پڑا ہے۔ وہ اشتہا کے ساتھ کچھ کھانا ڈالتا ہے۔ پھر پلیٹ پرے کرتا ہے۔ ایک نوالہ منہ میں ڈالتا ہے۔ پھر جیسے وہ ایسے کھانوں سے اوب چکا ہے۔ اشارے سے بیرا کو بلاتا ہے۔ بل پر دستخط کرتا ہے اور روانہ ہو جاتا ہے۔ لوپ پر اب تک بہت مدھم "میں جاناجوگی دے نال" بج رہا تھا۔ اب ایک Crescendo میں "کوئی کے دے نال 'کوئی کے دے نال" بجتا ہے' لیکن بول آگے نہیں بڑھتے)

کٹ

سین 6 آؤٹ ڈور دن

(جس وقت فیکٹری میں چھٹی ہوتی ہے اور لوگ باہر نکلتے ہیں' کیمرہ اس رش کو رجسٹر کراتا ہے۔ بھیڑ بھاڑ میں مومنہ' عدیل' عامر اور سلمیٰ بھی نکلتے ہیں۔ جہاں موٹر سائیکلیں پارک ہیں' وہاں سلمیٰ اور عامر پہنچتے ہیں۔ عامر کی موٹر سائیکل پر سلمیٰ بیٹھتی ہے۔ گیٹ سے باہر نکلنے پر ایک بس میں مومنہ سوار ہے۔ وہ کھڑکی میں سے ہاتھ نکال کر سلمیٰ کو خدا حافظ کہتی ہے۔ سلمیٰ بھی ہاتھ اٹھا کر اسے خدا حافظ کہتی ہے۔ دونوں موٹر سائیکل پر آگے نکل جاتے ہیں)

کٹ

سین 7 ان ڈور شام کا وقت

(کسی فلیٹ کا اندرونی سیٹ لگایئے۔ اس فلیٹ کے اندر اس وقت تنہا کریم اکیلا ہے۔ وہ ایک کیلا بھی کھا رہا ہے اور کچھ کسی بھی تلاش کر رہا ہے۔ کچھ دیر کے بعد

اسے یہ چچ کس اپنے سرہانے تلے سے ملتا ہے۔ وہ یہ چچ کس لے کر الماری میں پڑے ہوئے تالے کو کھولتا ہے۔ کچھ کپڑے پھرولنے اور اشیاء ادھر ادھر کرنے کے بعد اسے ایک تھیلی نظر آتی ہے۔ وہ تھیلی کھول کر اس میں سے ایک سو کا نوٹ نکال کر تھیلی احتیاط سے واپس رکھ دیتا ہے اور تالا بند کرتا ہے۔ اب وہ پھر مارپلگ کو سوئچ میں فٹ کرتا ہے۔ کیمرہ اس پلگ پر جاتا ہے۔)

کٹ

سین 8 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(عامر اور سلمیٰ ان فلیٹوں کے نیچے پہنچتے ہیں جن کا ذکر اوپر والے سین میں کیا گیا ہے۔ یہاں پہنچ کر وہ دونوں اندر جانے والے راستے کی طرف چلتے ہیں۔)

کٹ

سین 9 ان ڈور کچھ دیر بعد

(تایا بکریم چارپائی پر مزے سے بیٹھا کیلا کھا رہا ہے۔ اس نے سر پر ہیڈ فون لگا رکھا ہے۔ واکی ٹاکی میں ٹیپ بجتا ہے اور مزے سے سنتا ہے۔ اب کبھی اس کا کندھا ہلتا ہے، کبھی وہ گھٹنے پر تھاپ دیتا ہے۔ یعنی وہ موسیقی کو بہت انجوائے کر رہا ہے۔
چند لمحوں بعد سلمیٰ اور عامر اندر آتے ہیں۔ سلمیٰ پرس اتارتی ہے۔ دفتر کی چادر پھینک کر دوپٹہ پہنتی ہے۔ جوتے اتار کر ننگے پاؤں پھرنے لگتی ہے۔ اس دوران عامر، تایا بکریم کو سلام کرتا ہے۔ وہ نہیں سنتا۔ عامر سلمیٰ کے ساتھ باتیں کرتا رہتا ہے اور ساتھ ساتھ ایک رسالہ اٹھا کر بیٹھے بھی الٹتا ہے۔)

سلمیٰ/عامر: سلام علیکم بکریم تایا!

(تایا سر کے اشارے سے جواب دیتا ہے)

سلمیٰ: (اونچی آواز میں) تایا کھانا کھایا؟

(تایا جواب نہیں دیتا اور کندھے اچکاتا ہے)

سلمیٰ: عامر! دیکھا تھا تم نے آج مارکیٹنگ منیجر کو کتنا غصہ چڑھا ہوا تھا۔ دوپہر کے کھانے پر۔

اس کا بس چلتا تو باورچی بابا کو کچا کھا جاتا (اونچی) کریم تایا! دھوبی کے گئے تھے آپ؟

تایا: (ذرا سا ہیڈ فون اتار کر) کبھی آرام سے قوالی سن لینے دیا کرو۔ ادھر گھر میں پاؤں رکھا' ادھر پھڈ تول مچادی۔

سلمیٰ: عامر یہ کیا فضول چیز لے دی ہے تم نے تایا جی کو۔ سارے کاموں سے گئے۔ دھوبی کے گئے تھے تایا جی' دھوبی کے؟

عامر: بوڑھے آدمی کے انٹرسٹ ہی کتنے ہوتے ہیں سلمیٰ! اچھا ہے اب تمہیں انٹرٹین نہیں کرنا پڑتا۔ سننے دو۔

سلمیٰ: پھر بھی عامر---- اوپر سے Cells کا بھی خرچہ کرنا پڑے گا۔ ہر تیسرے دن ایک نیا سیٹ!

عامر: کیا بات ہے! آج تمہارا موڈ ٹھیک نہیں۔

(سلمیٰ اندر والے کمرے میں جاتی ہے' تایا ہیڈ فون اتارتا ہے)

تایا: او جوان کیلا کھالے---- (ادھ کھایا کیلا آفر کرتا ہے)

عامر: نہیں تایا جی' تھینک یو!

(تایا اٹھ کر آدھ کھایا کیلا عامر کے منہ تک لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ ہاتھ سے پرے کرتا ہے)

تایا: تیری فیکٹری میں کوئی کھٹے ڈکاروں کی دوائی نہیں بنتی؟

عامر: بہت دوائیاں تایا جی' حکم کریں---- کئی دوائیاں----

تایا: بس مجھے جب گیس ہو جاتی ہے کاکا تو پھر کوئی کام نہیں سوجھتا۔ سونف پھکتا ہوں' پودینے کا پانی نکال کر پیتا ہوں۔ یہ دیکھ ادرک بنا کر رکھی ہے' پر افاقہ کوئی نہیں۔ گیس نکلتی ای نہیں۔

عامر: پرسوں سے گیس کے لیے بڑی اچھی دوائی ہے۔ پہلا Batch تیار ہوا ہے کریم بابا!

تایا: اچھا تو کوئی دو چار بوتلیں کھسکالانا' ہیں؟

عامر: کھسکانی کیوں ہے تایا جی---- خرید کر لے آؤں گا۔ ہمیں تو آسانی سے ڈسکاؤنٹ مل جاتا ہے۔

تایا: ناں ناں ایویں پیسے خرچ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس چپکے سے جھولی کی جیب میں اور موٹر سائیکل پر۔ اس چودھری سلمیٰ کو کہہ نہیں سکتا۔ اس کو ایمانداری کا ہیضہ ہو گیا ہے۔

(اب سلمیٰ اندر سے شربت کا گلاس بنا کر عامر کو دیتی ہے۔ تایا پھر چارپائی پر نیم دراز حالت میں ہیڈ فون لگا کر میوزک سننے میں مست ہوتا ہے)

سلمیٰ: (اندر آتے ہوئے) کس کو ہیضہ ہو گیا تکریم تایا؟ اب یہ جواب دینے جوگے تھوڑی چھوڑے ہیں آپ نے عامر صاحب!

عامر: کسی کو خوش دیکھ کر کبھی خوش ہو جایا کر سلمیٰ!

سلمیٰ: خوشی جائز ہو ناں اس میں سے کچھ فائدہ بھی نکلے۔

عامر: لو خوشی بھی کبھی جائز ہوئی ہے۔ یہ تو بس ایسی ہی ہوتی ہے کرین کی سونڈ جیسی---- ہر قسم کا بھاری بوجھ اٹھا دیتی ہے دل سے (چٹکی بجا کر) بڑا اچھا شربت ہے!

سلمیٰ: میں نے خود بنایا ہے اس جمعے کو۔ بڑے اچھے بادام مل گئے تھے۔

(اب اس کی توجہ سوئچ پر جاتی ہے۔ وہاں مچھر مار پلگ لگا ہے۔ وہ پاس جا کر پلگ اتارتی ہے اور سیدھا تکریم تایا کے پاس جاتی ہے)

سلمیٰ: یہ کون لایا ہے تایا؟ (بہت اونچی) تایا جی ہیڈ فون اتاریں---- میں آپ سے پوچھتی ہوں----

عامر: خدا کے لیے مجھے جا لینے دو سلمیٰ! میرے لیے بڑا Embarrassing ہے۔

سلمیٰ: تایا تکریم سنیں میری بات----

(تایا تکریم ہیڈ فون اتارتا ہے)

تایا: کیا بات ہے؟ میں کوئی بہرا ہوں پاگل ہوں----

سلمیٰ: یہ مچھر مار پلگ کون لایا ہے؟

(عامر اٹھ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگتا ہے اور اس جھگڑے میں شمولیت نہیں کرتا۔)

تایا: تو خود لائی ہو گی۔ ایک تو تجھے کچھ یاد نہیں رہتا سلمیٰ!

سلمیٰ: میں نہیں لائی۔ آپ لائے ہیں۔

تایا: میں؟ لے اگر میں ہی لایا ہوں تو کوئی بری بات ہے۔ رات یہ بڑا ایڈا مچھر تنگ کرتا ہے۔

سلمیٰ: آپ کے پاس پیسے کہاں سے آئے؟

تایا: دوا والا عامر---- دکاندار جانتے ہیں مجھے!! انہیں پتہ ہے میں ریٹائرڈ افسر ہوں فوڈ کے محکمے کا۔ انگریزی محکمے میں بھی تھا----

سلمیٰ: چلئے میرے ساتھ---- کس دکان سے لائے ہیں آپ یہ؟ میں ابھی پیسے ادا کروں جا کر ان کے۔

عامر: (تنبیہ کے ساتھ) سلمٰی Stop it at once, please stop it

(شہ پاکر تایا غصے میں آتا ہے)

تایا: لے میں چلا جاتا ہوں۔ تیری یہی منشا ہے تو لے ابھی لے ---- اس گھر میں تو کوئی بیٹھ کر قوالی بھی نہیں سن سکتا۔ گھر نہ ہوا عقوبت خانہ ہو گیا۔ کیا ہو گیا ایک ناکارہ مچھر مارنے والا پلگ ان سے لے آیا ---- دن میں دو ڈھائی ہزار کا سودا بیچتا ہے ---- ایک اس چھوٹی سی چیز سے اسے کیا فرق پڑ جائے گا ---- صابری کو (غصے کے عالم میں چلا جاتا ہے)

عامر: بھگا دیا تایا تکریم کو!

سلمٰی: تم بھی مجھے ہی الزام دو عامر۔ سب مرد ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں' ہم کمبخت عورتوں کو یہ کام بھی نہیں آتا۔ کسی دکان سے چرا کر لائے ہیں ---- میں جانتی ہوں کلپ ٹومینک ہیں اور یہ عادت راسخ ہو چکی ہے۔

عامر: (محبت سے) غصہ تھوک دو ---- درگزر کرو اور اب تیار ہو جاؤ۔

سلمٰی: کیوں ---- میں کیوں تیار ہو جاؤں؟

عامر: وہ جو سٹور میں کام کرتی ہے ---- لمبی سی' خوفزدہ چہرے والی ----

سلمٰی: مومنہ عدیل!

عامر: وہ ---- اور نائیلہ اور سجاد ---- میں اور تم ہم سب باہر جا رہے ہیں ---- Chinese!

سلمٰی: مجھے کوئی شوق نہیں کہ پہلے میں پیسے پول کروں اور پھر ڈنر کھانے جاؤں اور شام کو بھی وہی چہرے دیکھوں جو سارا دن بھوت بن کر ڈراتے رہے ہیں۔

عامر: فیکٹری میں کہتا تھا' وہاں تو تم پیش پیش تھیں کہ ٹھیک ہے۔

سلمٰی: وہاں تھی' اب نہیں ہوں۔ میری مرضی!

عامر: چلو آج میری خاطر سہی۔

سلمٰی: میں کسی کی خاطر جینے کو مرنے سے بدتر سمجھتی ہوں۔ حرام موت! You may go Amer.

عامر: تمہیں مجھ سے محبت نہیں ----؟

سلمٰی: محبت اور چیز ہے' مرضی اور شے ہے ---- خدا حافظ!

(عامر چلا جاتا ہے۔ سلمٰی مچھر مار پلگ نکال کر پھینکتی ہے)

کٹ

سین 10 ان ڈور رات

(کھانے کا بڑا کمرہ' جس میں لمبی کھانے کی میز ہے۔ یہ بڑا کمرہ ڈائننگ کم ڈرائنگ روم ہے۔ کمرے کی زیبائش اعلیٰ درجے کے سویڈش فرنیچر سے کی گئی ہے۔ خوبصورت صوفے' پردے' ان ڈور پلانٹس اور اعلیٰ قسم کی آرائشی چیزیں ہیں۔ ماں اور بیٹا لمبی میز پر بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ ماں سوپ پی رہی ہے' لیکن ارشاد نے سوپ پلیٹ دور کر رکھی ہے۔ جب کیمرہ کھلتا ہے تو اس وقت ارشاد کے سامنے میز کا وہ حصہ کلوزاپ میں ہے' جس پر ایک چھری اور ارشاد کا ہاتھ نظر آتے ہیں۔ وہ ہاتھ سے چھری کو گھماتا ہے۔ کیمرہ اوپر اٹھتا ہے۔ اب ارشاد نظر آتا ہے۔ وہ غور سے دیکھتا ہے کہ چھری کس سمت میں ٹھہرتی ہے۔ کیمرہ اٹھ کر سارا منظر دکھاتا ہے)

ارشاد: دیکھ ماں---- میں نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا' کم از کم تیرے ساتھ' لیکن دو بار میں بھی چوک گیا۔ ایک بار تجھے یاد ہے' جب ہم داتا دربار کے پچھواڑے رہتے تھے' اوپر کی منزل میں----

ماں: وہ تو بڑی پرانی بات ہے ارشاد!

ارشاد: ہمارے ہمسائے میں گنجا سبزی فروش رہتا تھا۔ میں نے اس کا کبوتر چرایا تھا۔ اور تجھ سے میں نے کہا تھا کہ میرے دوست امجد نے تحفہ دیا ہے۔

ماں: (سوپ پینا چھوڑ دیتی ہے اور دل میں پورے پندرہ گننے کے بعد پوچھتی ہے) اور دوسرا؟ دوسرا جھوٹ----؟

ارشاد: دوسرا ایف اے میں بولا تھا ماں' تیرے ساتھ نہیں کسی اور کے ساتھ---- وہ نائب تحصیلداروں کا گھرانہ نہیں آیا تھا ہمارے پاس چوکی----ڈوگروں کی حویلی میں----

ماں: ڈوگروں کی حویلی میں؟ یہ تو اور بھی پرانی بات ہے۔

ارشاد: ان کی ایک لڑکی نہیں تھی' نادرہ----

ماں: نادرہ؟

ارشاد: جس کے بائیں گال پر تل تھا ماں' براؤنش رنگ کا۔

ماں: تل؟

ارشاد: وہ ماں صبح صبح اپنے گھر میں بڑی خوبصورت تلاوت کیا کرتی تھی۔

ماں: تلاوت۔

ارشاد: اس تل والی نادرہ کے ساتھ میں نے جھوٹ بولا تھا ماں' دوسرا جھوٹ۔

(دوبارہ چھری گھماتا ہے اور پھر اس کے رکنے کی طرف دیکھتا ہے۔)

ماں: کیا کہا تھا تو نے اس سے؟

ارشاد: میں نے کہا تھا کہ ---میں نے اس سے کہا تھا کہ میں نے بھی قرآن ختم کیا ہوا ہے حالانکہ میں ڈیڑھ سپارہ پڑھ کر چھوڑ گیا تھا۔

ماں: تجھے کیا پڑی تھی اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی؟

ارشاد: ویسے تجھے یاد آ گیا ماں اس کا چہرہ---نادرہ کا؟

ماں: پتہ نہیں کس زمانے کی باتیں کر رہا ہے!

(ارشاد ذرا اٹھ کر اٹھتا ہے۔ پھر سنک کے آگے جا کر ہاتھوں کو صابن لگانے لگتا ہے' ہاتھ دھوتا ہے اور سنک کے اوپر لگے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتا ہے۔)

ارشاد: جب ہم بالکل غریب تھے ماں تو اس وقت میں یہ سوچا کرتا تھا کہ اگر میں زندگی میں دس لاکھ روپے بنالوں گا---ایک مرتبہ---تو پھر ریٹائر ہو جاؤں گا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے!

ماں: ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کیوں؟

ارشاد: زندہ رہنے کے لیے ماں---زندگی انجوائے کرنے کے لیے۔ (طنزیہ ہنسی کے ساتھ) لیکن پچھلے سال جب میں نے اپنے اکاؤنٹس دیکھے تو مجھے پتہ چلا کہ میں دس لاکھ روپے سے کہیں زیادہ بنا رہا ہوں---ہر مہینے ماں---ماہوار---پھر میں نے اپنے لیجر کھاتے اکاؤنٹ بکس بند کر کے اکاؤنٹس آفیسر سے کہا' افضل صاحب اب آپ جا سکتے ہیں۔

ماں: پھر؟

ارشاد: پھر میں نے اپنی زندگی کی طرف توجہ دی اور وہیں کرسی پر بیٹھے بیٹھے اپنی زندگی کے اندر جھانک کر دیکھا تو میری آنکھیں بھر آ گئیں۔ میں نے دیکھا کہ میں تو کب کا فوت ہو چکا ہوں اور مجھ میں زندگی کے کوئی آثار باقی نہیں ہیں۔ میں اپنے سامنے فوت ہوا پڑا تھا اور اپنی میت کے لیے کچھ کر ہی نہیں سکتا تھا۔ واٹ اے ٹریجڈی!

ماں: تیرے منہ میں خاک ایسی باتیں کرتا ہے ارشاد!!

ارشاد: ایک بار ماں نیویارک ایمسٹرڈیم فلائٹ پر مجھے ایک میکسیکن' دہقان ملا تھا۔ وہ اپنے آپ کو عذوبے کہتا تھا۔ اس کی عمر تو کافی تھی لیکن وہ ساٹھ پینسٹھ سے زیادہ کا نظر نہیں آتا تھا۔ اس بڈھے نے میرا ہاتھ اور ماتھے کی لکیریں دیکھ کر کہا تھا ماں کہ ایک بات یاد رکھنا!! اپنے

آپ کو شہرت' دولت اور ناموری کی حضوری میں دے کر اس کے غلام نہ بن جانا----
کیونکہ---- کسی دن---- کسی نہ کسی دن تم کو اپنی زندگی میں ایک ایسا آدمی ضرور ملے گا جو
ان چیزوں میں سے کسی کی بھی پروا نہیں کرتا ہو گا۔ اس وقت تمہیں پتہ چلے گا کہ تم کتنے
غریب اور مفلس ہو---- خالی اور بے کار ہو۔

ماں: پھر ملا تم کو کوئی ایسا آدمی؟

ارشاد: ہاں ملا ماں---- خوب ملا---- اور بہت قریب ہو کر ملا۔

کٹ

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(یہ سین بنانے سے پہلے آندھی یا بگولے اڑنے کا منظر لگایئے۔ پھر کوئی ایسی جگہ تلاش کیجیے جہاں لق و دق صحرائی کیفیت ہو۔ زمین چٹخی ہوئی ہو اور جس میں جابجا راستہ گم ہو جائے۔ اس کھلے میدان میں گھاٹیاں اور نشیب اتنے گہرے ہیں کہ قد آدم آدمی اتر کر گم ہو جاتا ہے اور زمین کی سطح سے نظر نہیں آتا۔
ایک فاصلے سے ڈاکیہ محمد حسین آتا ہوا نظر آتا ہے۔ جب ڈاکیہ کیمرے کے سامنے سے گزر جاتا ہے تو کیمرہ تھوڑی دیر کے لیے ڈاکیے کو پشت سے دکھاتا ہے۔ کچھ دور دو تین بکریاں ایک گھاٹی میں اتر رہی ہیں۔ ڈاکیہ بھی ان کے ساتھ ہی گھاٹی میں اتر جاتا ہے۔ بکریاں اور ڈاکیہ دونوں کیمرے کی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ اب گھاٹی کی دوسری جانب کیمرہ رکھا جاتا ہے۔ آہستہ آہستہ گھاٹی سے بکریوں کا پورا ریوڑ اوپر چڑھتا ہے اور ان کے پیچھے پیچھے چرواہا عبداللہ بکریوں کو شکارتا آتا ہے۔ وہ کیمرے کے سامنے سے گزر جاتا ہے۔ اب کیمرہ سارے نشیب یعنی گھاٹی کو دکھاتا ہے۔ جس میں ڈاکیہ اور اس کی سائیکل کہیں نہیں۔ اس کے بعد کیمرہ چرواہے کو فولو کرتا ہے۔ وہ کافی دور نکل گیا ہے اور ایک دوسری گھاٹی میں اتر جاتا ہے۔ ساری بکریاں اور چرواہا گھاٹی میں اتر جاتے ہیں صرف ایک بکری باہر رہ جاتی ہے۔ کیمرہ اس بکری پر شل ہوتا ہے۔ چند لمحے تصویر بالکل شل رہتی ہے۔ پھر کیمرہ آہستہ آہستہ اس کی طرف زوم کرتا ہے۔ نظر آتا ہے کہ یہ بکری نہیں ہے بلکہ موچی رمضان بیٹھا جوتا پالش کر رہا

ہے۔ یہ سین اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ چرواہا' موچی اور ڈاکیہ ایک ہی مرشد کے تین روپ ہیں۔ اس سین کے دوران یہ میوزک لگائیے: عشق دی نویں نویں بہار)

کٹ

سین 12 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ایک دیہاتی راستے پر موٹر سائیکل چلاتا عامر جا رہا ہے۔ دور سے کچھ دیہاتی کچے پکے گھر نظر آ رہے ہیں۔ اس رستے پر ایک بوڑھا جا رہا ہے۔ یہ عامر کا باپ ہے جو انتہائی پاکیزہ بڈھا ہے۔ عامر ابھی باپ تک نہیں پہنچا اور اونچی اونچی آوازیں دیتا ہے' ابا۔۔۔۔ابا۔۔۔۔ باپ مڑ کر دیکھتا ہے۔ عامر باپ کے پاس پہنچ کر موٹر سائیکل روکتا ہے۔ بابا موٹر سائیکل پر بیٹھتا ہے۔ دونوں پھر گاؤں کی طرف جاتے نظر آتے ہیں۔)

کٹ

سین 13 ان ڈور صبح کا وقت

(یہ فیکٹری کا وہ کمرہ ہے جہاں فیکٹری کی لڑکیاں اور عورتیں لاکروں میں اپنے پرس اور قیمتی اشیاء رکھتی ہیں۔ درمیان میں ایک لمبا میز ہے۔ کناروں میں لیدر یا ریکسین سے مڑھے ہوئے صوفے ہیں۔ کھونٹیوں پر برقعے' چادریں بھی لٹک رہی ہیں۔ اس وقت نائیلہ ڈاکٹروں جیسا کوٹ پہننے میں مشغول ہے۔ سلمیٰ اور مومنہ چائے پینے میں مشغول ہیں۔)

نائیلہ: (غصے سے) سارے جہاں کا خیال ہے کہ نائیلہ کو بہت شوق ہے کام کا۔۔۔۔ اور میں لعنت بھیجتی ہوں ایسی ریسرچ پر اور ایسی نوکری پر۔ کوئی ڈھنگ کا آدمی بھی نہیں ملتا ہم ورکنگ وومن کو۔۔۔۔ گھر بیٹھیں آرام سے۔

سلمیٰ: بھائی تم تو ساری دنیا پر لعنت بھیجتی ہو۔ تمہارا کام ہی لعنت بھیجنا ہے۔۔۔۔

مومنہ: ہائے ایسے نہ کہو سلمیٰ!

سلمیٰ: کیوں نہ کہوں۔۔۔۔ اس کو لاکھ دفعہ کہا ہے بھائی تمہارا اصل پرابلم اور ہے۔ اس پرابلم کی

وجہ سے تم سارے شہر سے لڑتی ہو۔

نائلہ: تمہیں پتہ نہیں ناں کہ میرے ماں باپ کیسے قصائی ہیں۔ بخار بھی ہو تو کام پر بھیجیں گے ضرور۔

سلمیٰ: چلیں آپ انصاف کریں مومنہ!

مومنہ: ناں جی میں کچھ ایسی انصاف پرست نہیں ہوں۔ مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا انصاف والا۔ میں کبھی اپنے آپ سے بھی انصاف نہیں کر پائی۔

سلمیٰ: مومنہ! میرے پیرنٹس سرگودھا میں رہتے ہیں۔ اور نوکری مجھے یہاں ملی۔ اب اگر میں نوکری چھوڑ کر سرگودھا چلی جاؤں تو میرے دو چھوٹے بھائی تعلیم کیسے حاصل کریں؟ اور میرا بڈھا تایا کس کے پاس رہے؟

نائلہ: اب تم اپنے چالاک بڈھے کی داستان لے کر نہ بیٹھ جانا۔ وہ تمہاری غلطی تھی کہ تکریم تایا کو انگلی سے پکڑ کر ساتھ لے آئیں۔

سلمیٰ: اور میں انہیں وہیں چھوڑ آتی بازار میں---لوگوں میں گھرا ہوا۔ پتھر مار رہے تھے انہیں لوگ۔

مومنہ: ہائے کیا ہوا؟

سلمیٰ: کچھ نہیں مومنہ! میرے تایا جی کو گھر سے نکلے کئی سال ہو گئے تھے اور ان کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ اچانک ایک دن میں نے انہیں بازار میں دیکھا۔ بڑی بھیڑ تھی اور لوگ تایا تکریم کو گالیاں دے رہے تھے---

نائلہ: پوری بات بتا۔ اب شرما کیوں رہی ہے۔

سلمیٰ: شرماتا کون ہے! میرے تایا جی کلپ ٹومینک ہیں۔ دکانوں سے چیزیں اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن ہیں تو وہ میرے تایا جی ناں! انہیں لوگوں کے تو حوالے نہیں کر سکتی تھی۔ کیوں مومنہ؟

مومنہ: کر بھی سکتی تھیں اور نہیں بھی کر سکتی تھیں۔

سلمیٰ: آپ تایا تکریم کو چھوڑ آتیں بازار میں؟ اکیلا---؟ پتھر، تھپڑ کھانے کو!!

مومنہ: آج سے آٹھ سال پہلے ضرور چھوڑ آتی لیکن آج شاید میں بھی انہیں ساتھ لے آتی۔

نائلہ: اس کا تو دماغ خراب ہے۔ اچھی بھلی حجرے میں رہتی تھی، تایا اٹھا لائی---اسے تو شوق ہے مصیبتیں پالنے کا!!

سلمیٰ: اور تجھے نائلہ---تجھے شوق نہیں جھمیلوں کا، الجھنوں کا، ادھیڑ بنوں کا۔

مومنہ: اچھا بھائی آپ لڑتی کیوں ہیں۔ آیئے نائیلہ چائے پئیں۔

نائیلہ: لڑتی کہاں ہیں جی' یہ تو ہمارا پیار ہے۔ ایسے ذرا اگریشن نکل جاتا ہے۔

سلمیٰ: آپ کے ہزبنڈ کا کیا حال ہے جی؟

مومنہ: (حیرانی سے) ہزبنڈ؟

سلمیٰ: عدیل صاحب کا؟ اب بخار کیسا ہے؟

مومنہ: ٹھیک ہے اب تو ٹور پر گئے ہوئے ہیں چھ دن سے۔

نائیلہ: آپ کے تو مزے ہیں---دوہری تنخواہ---شوہر لک آفٹر کرنے کو---عیش ہی عیش ہیں۔ ہمیں جو ملتا ہے 'قصائی'---

سلمیٰ: تو تمہیں کس نے منع کیا ہے شادی سے؟ تم بھی لک آفٹر ہو جاؤ۔

نائیلہ: (باہر جاتے ہوئے) اللہ کرے کسی دن تو بھی پھنس جائے کسی جنجال میں۔

(نائیلہ پٹاخ سے دروازہ بند کر کے باہر جاتی ہے)

مومنہ: نائیلہ تو بہت پریشان ہے۔ کیا ہوا ہے اسے؟

سلمیٰ: بس جی ایسے ہی ہے۔ آپ بات تو نہیں کریں گی کسی سے؟ میں آپ کو اس لیے بتا رہی ہوں کہ آپ اس کے لیے دُعا کر دیں۔

مومنہ: ہاں بھئی ضرور دعا کروں گی دُعا کیوں نہیں کرنی۔

سلمیٰ: ایک شادی شدہ آدمی ہے۔ (قریباً سرگوشی میں) یہ اس سے شادی بھی کرنا چاہتی ہے اور اس کی بیوی پر ترس بھی کھاتی ہے۔

مومنہ: ہائے نہیں! اسے منع کرو سلمیٰ!

سلمیٰ: آپ کسی کو بتانا نہیں---

(اب وہ مومنہ کے کان میں سرگوشیاں کرتی ہے۔ مومنہ حیرانی سے سنتی ہے)

کٹ

سین 14 آؤٹ ڈور دن

(ایک بہت ہی ازلی جھکڑ کا شاٹ جس میں طوفان نوح کی آمد نظر آتی ہے۔ گرد ما کی مدد سے اس پر ارشاد کو چلتا ہوا دکھایئے۔ جھکڑ کرنے کے شاٹس)

کٹ

سین 15 ان ڈور شام کا وقت

(عامر اپنے دیہاتی گھر میں چارپائی پر بیٹھا ہے۔ چولہے کے قریب عامر کی ماں بیٹھی روٹی پکا رہی ہے۔ سامنے والی دیوار کے پاس چھوٹی سی چوکی پر بابا بیٹھا ہے۔ یہ ایک انتہائی پاکیزہ روح ہے۔ وہ چرخی پر دھاگہ لپیٹ رہا ہے)

ماں: لے پکڑ۔۔۔۔ کھا!

(عامر ان مانے جی سے چھابہ اور پیالہ پکڑتا ہے۔)

عامر: نہ ماں' میرا جی نہیں چاہتا۔

ماں: کھالے عامر! کریلوں کا بور پکایا ہے میں نے آج' تیری پسند کا۔

بابا سلیمان: نہ زوردے کی جا نمنے۔۔۔۔ اب وہ آدھا شہری ہو گیا ہے۔ تجھے کیا پتہ اسے کیا اچھا لگتا ہے کیا برا!

ماں: میں ماں ہوں اس کی۔۔۔۔ مجھے پتہ نہیں اسے کیا پسند ہے' کیا پسند نہیں۔

بابا: اوئے بھلی لوک! پسند بدلتی بھی تو رہتی ہے۔ آدمی کوئی پتھر تو نہیں ہوتا ناں۔

(عامر ان مانے جی سے کھانا کھاتا ہے۔)

عامر: وہ دراصل ماں میں نے کھانا کھا لیا تھا شہر میں۔۔۔۔

ماں: سو دفعہ تجھے کہا ہے ہوٹلوں میں پتہ نہیں کیا گند مند پکا دیتے ہیں' گھر کا کھانا کھایا کرو۔

بابا: کمال ہے نیمنے تیرا بھی! تو تو رب کو بھی دو چار مشورے دن میں دے آیا کرے جو بس چلے تیرا۔ آج ہوا چلا دے' آج بارش روک رکھ' اتنی گرمی کی کیا ضرورت ہے۔ عامر کی زندگی ہے اسے گزارنے دے بھلیے لوکے اس کی زندگی نہ گزارے جا۔۔۔۔

ماں: اور شادی بھی اس کی مرضی کی کروں۔۔۔۔ ایں ناں؟

بابا: ہاں' اور کیا۔۔۔۔ اس نے رہنا ہے ساتھ کہ تو نے؟

ماں: سارا دن تو میں نے ہی رہنا ہے سلیمان!

بابا: کون جانے یہ دونوں ہی شہر چلے جائیں! یہ دونوں ہی پاس نہ رہیں ہمارے۔۔۔۔؟

ماں: لے بھی ایسے ہو سکتا ہے بھلا۔ میرا بیٹا میری آنکھوں کے سامنے رہے گا ساری عمر۔

بابا: سوچ سمجھ کر بات منہ سے نکالا کر۔۔۔۔ رضیہ آگئی ناں چار بچے لے کر تیری آنکھوں کے سامنے۔ اب خوش ہے؟ ادھر آ عامر میرے پاس۔

(عامر باپ کے پاس جا کر بیٹھتا ہے۔ باپ محبت سے اس کی گال پر ہاتھ پھیرتا ہے۔)

بابا: کچھ لسا ہو گیا ہے تو۔ بڑی کھچاوٹ ہے تجھے فیکٹری میں؟

عامر: کوئی کھچاوٹ نہیں ابا۔ میں تو سارا دن بیٹھا تسبیح پڑھتا رہتا تھا۔ پھر ارشاد صاحب نے کام پر لگا دیا کچھ ایسی باتیں کیں ----

بابا: اوئے کم عقلا! ہاتھ اور قلب کا بڑا جوڑ ہے۔ ہاتھ کام میں رہیں تو دل آپی آپ اس کا نام جپنے لگتا ہے۔

عامر: ہاں ابا --- وہ بھی یہی کہتے ہیں ارشاد صاحب!

بابا: رزق حلال کمایا جائے تو کبھی کبھی تسبیح پھیرنے کی ضرورت بھی نہیں رہتی کاکا۔

عامر: ہاں جی۔

بابا: (عامر کا ہاتھ پکڑ کر بڑی محبت سے) کاکا کوئی لڑکی نظر میں ہے تیرے؟

عامر: (قدرے گھبرا کر) ہیں جی (وقفہ) ہے تو سہی ابا!

بابا: تو جلدی کر --- ملا ہم سے کسی دن --- پر ملا کر بھی کیا کرنا ہے۔ لا اسے گھر۔ رونق ہو جائے بڈھے بڈھی کے لیے۔

(اب ماں قریب آتی ہے۔)

ماں: (غصے کے ساتھ) اب پڑھا پٹیاں --- ڈال اس کے دل میں میرے خلاف دشمنی --- پٹ لے بابا سلیمان' پٹ لے ماں سے --- توبہ کیسا لالچی بڈھا ہے۔ بیٹا بھی رہنے نہیں دیتا میرے لیے۔ اس کو بھی سانبھ کر ڈور بنا لے اپنی --- چڑھا لے چرخی پر ----

بابا: (ہنس کر) او تیرا بھلا ہو جائے۔

کٹ

سین 16 ان ڈور شام کا وقت

(تکریم تایا الماری کھول کر تھیلے میں سے پانچ سو کا نوٹ نکالتا ہے۔ پھر اسے چوم کر آنکھوں سے لگاتا ہے۔)

تایا: اے میرے پیارے پانچ سو کے نوٹ اس سے پہلے کہ تو مجھ سے جدا ہو' لے گھٹ کے جپھی ڈال لیں (سینے سے لگاتا ہے) او دیکھ سارا سال میں نے تجھے سنبھال کے رکھا۔ تیری حفاظت کی۔ تجھے گرمی سردی سے بچایا۔ چور اچکے ڈاکوؤں سے بچایا۔ تیری ہر بات مانی۔

لیکن اب ہم دونوں میں جدائی ہونے والی ہے۔ ہم دونوں مری جا رہے ہیں۔ قدرت کے نظارے دیکھنے جا رہے ہیں۔ میں تو آجاؤں گا واپس' لیکن تو وہیں رہ جائے گا---- اکیلا' مجھے یاد کرتا----

(آنکھوں میں آنسو آتے ہیں۔ الماری میں تھیلی رکھتا ہے۔ بچ کر کے تالا لگاتا ہے)

کٹ

سین 17 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(فلیٹ کے قریب جہاں بیک گراؤنڈ میں فلیٹوں کی پوری عمارت نظر آرہی ہے' سلمیٰ اور عامر بنچ پر بیٹھے ہیں۔)

سلمیٰ: پتہ نہیں کیوں پر ایسے ہے۔ تمہیں یہ بات Accept کرنی پڑے گی عامر!

عامر: لیکن یہ تو بڑی ان ریزن ایبل بات ہے سلمیٰ۔

سلمیٰ: بس ہے! جب کوئی مجھ پر دباؤ ڈالتا ہے' اپنی مرضی کرانا چاہتا ہے تو پھر مجھے بڑا غصہ چڑھتا ہے---- اندھادھند----

عامر: جو تم سے محبت کرتا ہو' اس کی بات بھی بوجھ ڈالتی ہے؟

سلمیٰ: سب سے زیادہ تو امی کی بات کا دباؤ پڑتا ہے اور وہ مجھ سے اتنی محبت کرتی ہیں---- اتنی محبت کرتی ہیں---- اتنی اتنی---- اچھا---- عامر چھوڑو اس بات کو----

عامر: چھوڑ دیا!

سلمیٰ: چلو میں تمہیں آج تکے کھلاؤں۔

عامر: کس خوشی میں؟

سلمیٰ: آج بونس ملا ہے۔

عامر: نہیں' آج نہیں۔ آج مجھے جلدی گھر پہنچنا ہے۔ اپنے کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے۔ کل رات وہ بیمار رہا ہے ساری رات۔

سلمیٰ: تم کبھی میری خوشی میں شامل نہیں ہوتے۔ ہمیشہ تمہیں اپنے بابا کی پڑی رہتی ہے۔

عامر: مجبوری ہے!

سلمیٰ: کوئی مجبوری نہیں۔ تم ہمیشہ ایسے کرتے ہو۔ ہمیشہ اپنی منواتے ہو' کبھی میری نہیں

مانتے۔ یہ تمہاری پرانی عادت ہے۔

عامر: کل سہی!

سلمیٰ: کل کیا پتہ میرا موڈ نہ ہو---- میرے پاس پیسے نہ ہوں----

(اس وقت ایک دس بارہ سال کا بچہ بھاگا آتا ہے۔)

لڑکا: باجی جی---- باجی جی تایا تکریم کو کچھ لوگ گھیرے کھڑے ہیں۔ وہ مون مارکیٹ کے پیچھے جی---- بڑے لوگ جمع ہیں----

(دونوں بھاگ کر موٹر سائیکل پر چڑھتے ہیں۔)

کٹ

سین 18 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(مارکیٹ کے پچھواڑے ایک مجمع جمع ہے۔ تکریم تایا اونچی ہیر گا رہا ہے اور ظاہر یہ کر رہا ہے جیسے وہ پاگل ہے۔)

دکاندار 1: بابا جی! یہ سویٹر آپ کے پاس کیسے پہنچا؟

تایا تکریم: ڈولی چڑھدیاں ماریاں ہیر چیکاں۔

دکاندار 2: یار بابے کا دماغ خراب ہے۔ چھوڑ دے۔ تیرا سویٹر مل گیا' بات ختم ہو گئی۔

دکاندار 1: کوئی پہلی بار ہے' کوئی پہلی بار ہے۔ اب تو میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ پتہ لگ جانا ہے اسے---- سمجھ آجانی ہے۔ سویٹر چراتے کیسے ہیں۔

(اب دور سے عامر اور سلمیٰ بھاگتے آتے ہیں۔)

سلمیٰ: کیا ہوا---- کیا ہوا جی؟

دکاندار 1: اس بابے نے میری دکان سے سویٹر چرایا ہے پوری آستینوں والا۔

سلمیٰ: کیوں تایا کیا بات ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ یہ میرے تایا جی ہیں۔ میں پیسے ادا کر دوں گی۔ آپ پلیز انہیں چھوڑ دیں۔

(تایا ہیر گاتا مجمع میں سے نکل جاتا ہے۔ کیمرہ اسی کو فولو کرتا ہے۔)

کٹ

سین 19 ان ڈور دن

(ارشاد دفتر میں بہت مصروف ہے۔ وہ فائلیں دیکھتا ہے۔ اٹھ کر الماریوں میں سے سامان نکال کر صوفے پر رکھتا ہے جیسے وہ کہیں جانے کی تیاری میں ہو۔ سامنے مومنہ عدیل کھڑی ہے)

مومنہ: سر سوری میں اپنے چھوٹے پروبلم کے لیے آپ کو تنگ کرتی ہوں' وقت بے وقت۔

ارشاد: اب کیا ہوا؟

مومنہ: مجھے آپ کے وقت کا خیال رہتا ہے سر' آپ کی طبیعت پر بوجھ پڑتا ہوگا۔ آپ کا وقت ضائع کرتی ہوں سر۔

ارشاد: بوجھ ہرگز نہیں مومنہ---- مومنہ عدیل! میں جو تم کو سب سے عمدہ تحفہ دے سکتا ہوں' وہ میرا وقت ہی تو ہے۔ بلکہ یہ واحد تحفہ ہے جو میں کسی کو بھی دے سکتا ہوں۔ قیمتی ترین تحفہ!

مومنہ: قیمتی تحفہ سر!

ارشاد: اگر میں تم کو کچھ رقم تحفے کے طور پر دوں تو یقین رکھنا----

مومنہ: میں آپ کی ساری رقم لوٹا دوں گی سر' ایک ایک پیسہ---- ان دنوں میرا ہاتھ تنگ ہے ذرا۔

ارشاد: میں نے لوٹانے کی بات کب کہا۔ میں تو کہہ رہا تھا کہ اگر میں تم کو کچھ رقم تحفے کے طور پر دوں تو اصل میں تمہیں میں اپنا وقت ہی دے رہا ہوں---- وہ وقت جس میں لگ لپٹ کر میں نے یہ رقم بنائی۔

مومنہ: وقت ایسی ہی قیمتی چیز ہے سر؟

ارشاد: وقت قیمتی؟ وقت ہی تو زندگی ہے۔ جب کوئی کسی کو قتل کرتا ہے تو اس سے اس کا وقت ہی تو چھینتا ہے اور تو کچھ نہیں لیتا۔ دو سال' دو مہینے' دو گھڑیاں چھین لیتا ہے جو اس نے بسر کرنے تھے۔ دس بیس سال' تیس سال' پچاس سال جو اس نے گزارنے تھے' وہی لوٹ کھسوٹ لیتا ہے قاتل---- اور تو کچھ نہیں لیتا۔

مومنہ: یہ تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں سر!

ارشاد: تو جب میں تم کو اپنا وقت دیتا ہوں تو گویا اپنی زندگی تم کو دیتا ہوں' اپنی جان تم پر نچھاور

کرتا ہوں----

مومنہ: (گھبرا کر) سچ سر؟ سچ----!

ارشاد: میرا وقت تمہارے ساتھ ایک انویسٹمنٹ ہے۔ تمہیں اس کا دھیان کرنا چاہئے۔

مومنہ: کروں گی سر! دل سے دھیان رکھوں گی ساری عمر----ساری زندگی۔

ارشاد: Anything Else?

مومنہ: سر آپ سے ریکوسٹ تھی ایک----

(ارشاد جیب پاکٹ سے پرس نکالتا ہے۔)

ارشاد: کتنے؟

مومنہ: نہیں سر! پہلے میں نے آپ کا ہزار روپیہ دینا ہے۔ مجھے پیسے نہیں چاہئیں۔

ارشاد: تو پھر؟

مومنہ: وہ جی دفتر میں کسی کو علم نہیں کہ عدیل مجھے چھوڑ کر جا چکا ہے میں نے سب کو بتایا ہے کہ وہ اور میں اکٹھے رہتے ہیں۔

ارشاد: لیکن کیوں؟ آپ لوگوں سے سچ کیوں نہیں بول سکتیں؟

مومنہ: وہ جی بڑا مشکل ہے سر! بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں اگر ہزبنڈ موجود نہ ہو----لوگ خواہ مخواہ باتیں بناتے ہیں۔ (فون کی گھنٹی بجتی ہے) آپ کسی سے ذکر نہ کرنا پلیز!

ارشاد: (فون پر) ٹھیک ہے۔ سارے لیگل ڈاکومنٹس تیار ہیں۔ فائن----فائن----فائن۔ آپ میرا انتظار کریں۔ میں گھر ہی جا رہا ہوں' ابھی کلئیٹ کر لوں گا۔

(فون رکھ کر پھر مومنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے)

ارشاد: جب میں تم کو اپنا وقت دیتا ہوں مومنہ تو ہر لمحہ' ہر ثانیہ تمہارا ہو جاتا ہے۔ وہ لمحہ واپس نہیں آتا۔ نہ ہی تم واپس کر سکتی ہو اور نہ ہی وہ لمحہ کسی اور کو دیا جا سکتا ہے۔ نہ کسی اور کے نام Endorse کیا جا سکتا ہے۔

مومنہ: میں تو آپ کا تحفہ کسی اور کو دکھاؤں تک نہیں سر----!

ارشاد: بس جس نے اپنا وقت دیا مومنہ' اس نے نہ صرف اپنی زندگی مجھے دی بلکہ ایسی چیز عطا کی جو کسی اور کو دی نہیں جا سکتی۔ تم لڑکیاں ایک دوسرے کے دوپٹے دل بدل کیا کرتی ہو ناں لیکن یہاں ایسا ممکن نہیں۔ محمودہ کو دیا گیا ایک لمحہ جو محمودہ کے لیے ہے' وہ صالحہ کو نہیں دیا جا سکتا۔

مومنہ: میرے لیے یہ سب سے بڑا اعزاز ہے سر کہ آپ----

ارشاد: (ایک کاغذ اٹھا کر پڑھتا ہے۔ پھر اسے آہستہ آہستہ پھاڑتا ہے) تمہارا عطا کردہ ایک لمحہ میرے لیے سب سے بڑا اعزاز ہے کہ جب ہم اکٹھے مل کر ایک ایک لمحے کا تبادلہ کرتے ہیں تو اس وقت ہم دونوں نے اپنا اپنا لمحہ ساری دنیا سے چرا لیا ہوتا ہے۔

مومنہ: ساری دنیا سے چرا لیا ہوتا ہے؟

ارشاد: ساری دنیا سے---- سوری مانگ کر---- I beg your pardon کہہ کر---- سوری ورلڈ! اس وقت میں یہ لمحہ مومنہ کو دے رہا ہوں اور تمہاری طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ تم بھی کہتی ہو سوری دنیا---- میں اس وقت یہ منٹ اپنے سر کو دے رہی ہوں اور تمہاری طرف توجہ نہیں دے سکتی۔

مومنہ: میں تو اپنے سر کو دینے کے لیے خدا سے اتنا ٹائم مانگتی ہوں---- اتنا ٹائم کہ اس کے حدود حساب اور گنتی شمار----

ارشاد: (ہنس کر اٹھتے ہوئے) اور خدا کے ہاں ٹائم ہی نہیں۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ نہ ازل کو ٹائم کے چوکھٹے میں فٹ کر سکتے ہیں نہ ابد کو ٹائم سے جانچا جا سکتا ہے۔ یہ اور ہی سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ اسے بگ بینگ والے بھی نہیں سمجھ سکتے۔ سب چیزیں فنا ہو جائیں گی اک رب کا چہرہ رہ جائے گا۔

مومنہ: بس سر اس سے آگے میں کچھ سمجھنا بھی نہیں چاہتی۔

(فون کی گھنٹی بجتی ہے)

ارشاد: میں بھی ایک حد کے بعد کچھ نہیں سمجھتا۔ یہاں بھی ہم ساتھ ہیں نا سمجھ ہیں---- (آہستہ بھئی آ رہا ہوں تمہیں جانا ہے۔ آ گیا بھئی۔ آ گیا)---- لو مومنہ خدا حافظ! آل دی بیسٹ!!

(مومنہ زیر لب خدا حافظ کہتی ہے۔ ارشاد جلدی سے چلا جاتا ہے)

کٹ

سین 20 ان ڈور رات

(ارشاد کا خوبصورت شاندار کمرہ۔ ماں بڑی شان سے صوفے پر بیٹھی ہے۔ ارشاد کھڑکی کے سامنے کھڑا باہر دیکھ رہا ہے۔ بجلی زور سے کڑکتی ہے۔)

ارشاد: بجلی چمک رہی ہے۔

ماں: (حیران ہو کر) بجلی؟ کہاں؟

ارشاد: میں آپ کو بتانا چاہ رہا تھا کہ شہر سے دور میں نے ایک چھوٹا سا گھر خرید لیا ہے۔ اس میں ایک لیبارٹری ہوگی چھوٹی سی۔ میں ریٹائر ہو گیا ہوں حُبِ جاہ سے---- دولت کے حصول سے---- ناموری سے---- اپنی اہمیت سے----

ماں: یعنی---- اب تو کام نہیں کرے گا' فیکٹریاں نہیں چلائے گا۔ کیوں آخر؟

ارشاد: یہ بات ہم اور کتنی بار کریں گے ماں! فیکٹری میں قدم قدم پر رشوت ہے۔ بجلی لینے میں---- پانی دینے میں---- ہوا کھانے میں رشوت دینی پڑتی ہے۔ پروڈکٹس شہر سے باہر جائیں' مٹھی گرم کرنی پڑتی ہے۔ افسروں کے فارن ٹور ارینج کرنے پڑتے ہیں۔ کوئی ایک مقام ہے---- کوئی ایک جگہ ہے سمجھوتے کی۔ کوئی ایک مقام ہے بداخلاقی کا----!

ماں: پہلے بھی تو تو یہ سب کچھ کرتا رہا ہے۔

ارشاد: کرتا رہا---- کرتا رہتا---- اگر مجھے ضرورت ہوتی۔ لیکن اب میں صرف اتنا رزق رکھنا چاہتا ہوں جو بقدر ضرورت کام آئے۔ صرف اتنا کام کرنا چاہتا ہوں جو میری ذات کو نقصان نہ پہنچائے اور رب سے غافل نہ کرے۔

ماں: تو نے مجھے بہت تنگ کیا ہے ارشاد! ساری جوانی تیرے ابا نے مجھے رلایا۔ غریبی نے معذور کیے رکھا۔ اب بڑھاپے میں تو آزمائش بن گیا۔

ارشاد: اولاد اور مال تو ہوتے ہی آزمائش کے لیے ہیں ماں!

ماں: اب جب میری بوڑھی ہڈیاں آسائش کی عادی ہو گئی ہیں---- مجھے گاڑیوں کی عادت پڑ گئی ہے---- آرام میری زندگی کا حصہ بن گیا ہے---- میرا سارا وے آف لائف بدل گیا ہے' ارشاد تو مجھے تبدیل ہو جانے کو کہہ رہا ہے (اماں ٹشو کے ڈبے میں سے ٹشو نکال کر آنسو پونچھتی ہے) میں کتنی بار بدلوں گی ارشاد' کتنی بار----

ارشاد: ماں' انسان دو پاؤں کا جانور ہے۔ اس کا ایک پاؤں استقامت میں ہوتا ہے تو دوسرا حرکت کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اسی تضاد میں اس کی عمر بسر ہوتی ہے۔ میں اپنے اندر آنے والی تبدیلی کو روک نہیں سکتا ماں کیونکہ ہر بڑی تبدیلی کوئی واقعہ نہیں ہوتی' حادثہ نہیں ہوتی بلکہ ٹھہری ہوئی سوچ ہوتی ہے قلب میں---- روح میں۔ پھر اس کے راستے میں جو آئے ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

(اب ماں ایک اور ٹشو نکالنے کے لیے ہاتھ بڑھاتی ہے۔ پھر ڈبہ اٹھا کر نیچے فرش پر پھینکتی ہے۔ یکدم اس کے آنسو منجمد ہوتے ہیں۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوتی ہے

جیسے کوئی نئی عورت ہو۔)

ماں: اچھا ارشاد! پھر اس لمحے میں بھی ایک تبدیلی کا شکار ہو گئی ہوں۔ میں تجھے یہ تینوں فیکٹریاں لاوارث نہیں چھوڑنے دوں گی۔ آج سے میں ان فیکٹریوں کو خود چلاؤں گی۔ وہ رونے دھونے پاؤں پکڑنے والی ملاحت بیگم مر گئی۔ تیری ماں ختم ہو گئی ارشاد---- لیکن ابراہیم اور اسحاق کی دادی زندہ ہے۔ ان کے آنے تک میں فیکٹریاں چلاؤں گی۔ میں زندگی سے سمجھوتہ کروں گی۔ اب تو میری آنکھ میں کوئی آنسو نہیں دیکھے گا ارشاد۔ تیری---- رونے والی ماں مر گئی---- زندہ رہنے والی کی کایا کلپ ہو گئی۔ میں زندہ رہوں گی کام کرنے کے لیے اور کام کرتی رہوں گی زندہ رہنے کے لیے---- یہ میری زندگی کے دو آخری آنسو تھے جو ٹوٹ گئے---- بکھر گئے---- ڈوب گئے۔

(پاؤں کی ٹھوکر ٹشو کے ڈبے کو مارتی ہے اور مارتی چلی جاتی ہے۔ کیمرہ صرف پاؤں اور ڈبہ دکھاتا ہے۔)

کٹ

سین 21 آؤٹ ڈور دن

(فیکٹری میں لمبی کار آتی ہے۔ ارشاد کی والدہ ملاحت بیگم سفید کپڑوں میں ملبوس پورے طمطراق اور نخوت سے اترتی ہے۔ ڈرائیور بھاگ کر چھڑی پکڑاتا ہے۔ آفس کے ملازم آفیسر اس کی طرف بھاگتے ہیں۔ سلاموں کی بارش ہوتی ہے۔)

کٹ

سین 22 ان ڈور دن

(فیکٹری کے ڈائننگ ہال میں عامر، سلمیٰ، سجاد اور نائلہ کھانا کھا رہے ہیں۔ پاس وم بخود مومنہ بیٹھی ہے۔ وہ کھانا نہیں کھا رہی بلکہ کبھی ایک کا منہ تکتی ہے کبھی دوسرے کا۔)

سلمیٰ: آپ بھی ہے، تمھیں مومنہ امر کو گئے تو آج چوتھا دن ہے ملک سے بھی اور آفس سے بھی۔

عامر: نہیں نہیں' ملک سے وہ نہیں گئے۔ انہوں نے چھوٹی سی کوٹھی لے لی ہے۔ رائے ونڈ روڈ پر چلے جائیں آگے آگے' ناھیان پیلس سے آگے' لاہور پارک سے آگے' پھر آتا ہے ایک کھلا میدان' وہاں جنوب کی طرف سڑک مڑتی ہے۔ وہاں کوٹھی ہے سر کی۔

نائلہ: لندن گئے ہیں سال دو سال کے لیے' مجھے پتہ ہے۔

مومنہ: (سر ہلاتے) نہیں نہیں۔

سلمیٰ: ہر طرح کی Rumour ہے۔ کچھ کہتے ہیں لندن گئے ہیں' کچھ کہتے ہیں یہیں ہیں نئی کوٹھی میں۔ پتہ نہیں۔

نائلہ: لے آفس کے کچھ لوگوں نے انہیں ایئرپورٹ پر دیکھا ہے خود۔۔۔ کیا وہ جا نہیں سکتے لندن۔ وہاں ان کے بیٹے ہیں' بیوی ہے۔۔۔

سلمیٰ: بیوی کو طلاق ہوئی ہے۔ ہاں بیٹوں کو ملنے جا سکتے ہیں۔

عامر: بابا وہ یہیں ہیں۔ رائے ونڈ روڈ پر آگے چل کر۔۔۔ تصدیق کر لیا کرو سلمیٰ بات کرنے سے پہلے!

مومنہ: یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ سر ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔

(اپنے آپ سے بولتی ہوئی اٹھتی ہے۔ دیوانہ وار بھاگتی ہے۔ سپرامپوز' بگولا میدان میں ادھر ادھر بھاگتا ہے)

کٹ

سین 23 ان ڈور دن

(ملاحت بیگم ارشاد کی سیٹ میں بیٹھی فائلوں پر سائن کر رہی ہے۔ پیچھے خوشامدی پی اے کھڑا ہے۔ یکدم دروازہ کھلتا ہے۔ مومنہ اندر جھانکتی ہے۔ پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر کہتی ہے:)

مومنہ: نہیں نہیں' یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا۔۔۔ نہیں نہیں میں نہیں مان سکتی۔ نہیں۔۔۔

ملا: کون ہو تم؟

مومنہ: کوئی نہیں جی۔۔۔ آئی ایم سوری میڈم!

(باہر نکل جاتی ہے)

ماں: کچھ ڈسپلن کا خیال رکھیں۔ مجھے لگتا ہے ارشاد نے تو سب کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ جو چاہتا ہے منہ اٹھا کر اندر چلا آتا ہے۔

پی اے: جی سر بڑے رحمدل تھے۔

ماں: رحمدل نہیں احمق تھا (سائن کرنے لگتی ہے) میں سب کو ٹھیک کر دوں گی ایک ہفتے کے اندر اندر!

پی اے: یس سر!

کٹ

سین 24 آؤٹ ڈور دن

(ایک پیلی ٹیکسی جا رہی ہے۔ اس ٹیکسی کو ہم کئی مقامات پر جاتے مڑتے دکھاتے ہیں۔ مومنہ اس میں سوار ہے۔ آخر میں وہ ایک چھوٹی سی کوٹھی پر آتی ہے۔ کوٹھی کے باہر بورڈ لکھا ہے:)

Beware of Dogs

(کیمرہ اس بورڈ کو کلوز میں دکھاتا ہے۔ یہاں ٹیکسی رکتی ہے مومنہ اترتی ہے۔ وہ بورڈ کو غور سے دیکھتی ہے۔ پھر ایک جگہ سے اوپر چڑھ کر دیوار کے اندر جھانکتی ہے۔ اندر پانچ چھ کتے کھلے پھر رہے ہیں۔ وہ مومنہ کی شکل دیکھ کر بھاگنے اور بھونکنے لگ جاتے ہیں۔ مومنہ خوفزدہ ہو کر سر پکڑتی ہے۔)

کٹ

قسط نمبر 5

کردار

ارشاد : ہیرو

مومنہ : ہیروئن

موچی رمضان : ارشاد کے ہادی رہنما

ڈاکیہ محمد حسین : ارشاد کے مرشد

پروفیسر عائشہ : مومنہ کی والدہ

ھریل : مومنہ کا شوہر' نئے دور کی پیداوار

رانی : مومنہ کی سہیلی، فیشن ایبل

بابا سلیمان : عامر کا والد

اور کالج کی سات لڑکیاں

سین 1 　　　　آؤٹ ڈور 　　　　دن

(تھانے میں حوالات کے اندر موچی رمضان بند ہے اور سلاخوں کے ساتھ لگا بیٹھا ہے۔ وہ تین چار دوسرے حوالاتیوں سے بالکل بے نیاز ہے۔ نیم اندھیرا ہے۔ اچانک رمضان موچی کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آجاتی ہے اور وہ ہاتھ سے سلام کرتے ہوئے کہتا ہے:)

رمضان: السلام علیکم بھائی جان! آپ نے حد کر دی جو مجھے ڈھونڈ نکالا۔ (ارشاد فیلڈ میں داخل ہوتا ہے) ورنہ ادھر تو کسی کو علم ہی نہیں تھا کہ میں یہاں ہوں۔

ارشاد: (حسرت' بے چارگی اور شدید کرب کے ساتھ اسے دیکھتا ہے)

رمضان: وہ وہاں مولوی صاحب نے اٹھوا دیا بھائی جان کالے خان سے کہہ کر۔ میرا اڈہ لے لیا اور مجھے یہاں بند کروا دیا۔ آپ تو ولایت جا رہے تھے؟

ارشاد: سر میں تو جا رہا ہوں (گھڑی دیکھ کر) بلکہ اس وقت تو مجھے ایئرپورٹ پر ہونا چاہیے تھا---- لیکن آپ کو اس طرح چھوڑ کر----

رمضان: نہیں نہیں بھائی جان---- یہ تو کیفیات ہیں۔ یہ تو آتی جاتی رہتی ہیں۔ گرمی سردی' خوشی خوشحالی' سختی نرمی' یہ کیفیتیں ہیں۔ ان پر توجہ نہیں دینی بھائی جان' کام کرنا ہے---- کام! دھیان کے ساتھ---- لگن کے ساتھ---- ٹانکے پر ٹانکا---- گانٹھ پر گانٹھ---- ناٹ پر ناٹ---- قالین نہیں بنانا' پھول بوٹے نہیں دیکھنے---- بس ناٹ پر ناٹ لگاتے جانا ہے---- ٹانکے پہ ٹانکا۔

ارشاد: میں آپ کی ضمانت کرانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

رمضان: اس کی چنداں ضرورت نہیں بھائی جان! یہ خود ہی ٹھیک ہو جائے گا اپنے وقت پر۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ سرچ لائٹ لے کر مخلوق خدا کی رہنمائی کریں۔

ارشاد: سرچ لائٹ سر؟

رمضان: اور یہ سرچ لائٹ سائنس کو اپنائے بغیر ہاتھ نہیں آئے گی---- فزکس سمجھے بغیر میٹافزکس نہیں پکڑی جائے گی۔ اس دور میں فزکس ہی میٹافزکس میں ڈھلتی جا رہی ہے۔ اور اس کوانٹم فزکس کے اندر ہی سارا راز پوشیدہ ہے۔

ارشاد: کوانٹم فزکس؟

(بڑی تیز آندھی کا شاٹ)

(ڈزالو)

(وہی حوالات کا منظر)

رمضان: او بھائی جان! کوانٹم تھیوری کو جانے بغیر اور فوٹان کی کیفیت سمجھے بنا غوث الاعظم کا یہ اسرار کیسے سمجھ لوگے کہ مواحد جب مقام توحید پر پہنچتا ہے تو نہ مواحد رہتا ہے نہ توحید' نہ واحد نہ بسیار' نہ عابد نہ معبود' نہ ہستی نہ نیستی' نہ صفت نہ موصوف' نہ ظاہر نہ باطن' نہ منزل نہ مقام' نہ کفر نہ اسلام' نہ کافر نہ مسلمان---- (چند لمحے حوالات پر دھواں پھیل جاتا ہے' پھر یکدم صاف نظر آنے لگتا ہے۔) اور بھائی جان----

At subatomic level, matter does not exist with certainty but rather shows tendencies to exist. This is why particles can be waves at the same time.

نہ واحد نہ بسیار' نہ عابد نہ معبود' نہ ہستی نہ نیستی' نہ صفت نہ موصوف---- نہ ظاہر نہ باطن---- کھل گئی بات---- کھل گئی بھائی جان؟ واضح ہوا کہ کسی بھی اٹنی Event کو یقین کے ساتھ بیان نہیں کر سکتے---- صرف کہہ سکتے ہیں کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ تو پھر آگے اس کی مرضی (ہنستے ہوئے) اس کی مرضی!

ارشاد: سر میں تو صرف باطن کے سفر میں انٹرسٹڈ ہوں۔

(گھڑی کو گھبراہٹ کے عالم میں دیکھتا ہے)

رمضان: (ہنس کر) باطن کا سفر! سائیں بننا ہے؟ بھائی جان تو پھر تجربے سے گزرنا ہوگا۔ سائنس دان کی طرح یک طرفہ ہونا ہوگا۔ اس کے رویئے کی پیروی کرنا پڑے گی---- مٹھ میں اترنا پڑے گا اور مٹھ میں اترے تو مراقبہ کرنا پڑے گا۔ اور مراقبہ لیبارٹری میں ہوتا ہے بھائی جان' زبانی کلامی علم میں نہیں---- چھپی چھپائی معلومات میں نہیں۔ سائیں بننے کا ارادہ ہے؟

ارشاد: جی سر!

رمضان: صوفی؟

ارشاد: جی سر!

رمضان: راستہ بدل گیا ہے۔ ادھر سے آنا پڑے گا' سائنس کے سمندر میں۔ اب لہریں ادھر اٹھ رہی ہیں' باقی سمندر ساکت ہے۔

ارشاد: بہتر سر!

رمضان: سائنس کے ٹیچر نہ بن جانا بھائی جان' سائنس کے سادھو بننا۔ سائیں میکس پلانک کی طرح' سائیں ٹیلر بوہر کی طرح' بابا رودفورڈ اور سائیں آئن سٹائن کی طرح۔ تم پر زمانے کا باطن روشن ہونے لگے گا بھائی جان۔ ٹائم سپیس دونوں گرفت میں آجائیں گے اگر تم یہ سمجھ لو بھائی جان (سپاہی فیلڈ ان ہوتا ہے) کہ یہ آسانی----

سپاہی: اوئے تم میں رمضان موچی کون ہے؟

موچی: میں ہوں بھائی جان رمضان موچی!

سپاہی: (حوالات کا تالا کھول کر) آجا باہر----شاباش----

(سپاہی تالا کھول کر رمضان موچی کو بے دردی سے حوالات سے باہر نکالتا ہے اور ساتھ لے کر چلتا ہے۔ ارشاد بھی گھڑی دیکھتا ڈرا ساتھ چلتا ہے۔ سامنے تھانیدار دونوں ٹانگیں پھیلائے آرام کرسی میں دراز اخبار دیکھ رہا ہے۔ ایک اور سپاہی موچی کو اس کا نواڑ کے پٹے والا ڈبہ لا کر دیتا ہے۔ موچی ڈبہ لے کر زمین پر بیٹھتا ہے' تھانیدار صاحب کا ایک پاؤں اٹھا کر اپنی گود میں رکھتا ہے اور کالے سیاہ بوٹ پالش کرنے لگتا ہے۔)

کٹ

سین 2 آؤٹ ڈور دن

(مومنہ عدیل اسی جگہ کھڑی ہے جہاں پھاٹک پر Beware of dogs کا بورڈ آویزاں ہے۔ اندر سے بے تحاشہ کتے بھونکنے کی آواز آرہی ہے۔ کیمرہ اس کے ساتھ چلتا ہے۔ وہ دیوار کی درز سے یا پھاٹک کی جھری سے اندر دیکھتی ہے۔ کیمرہ دیوار پر رکھ کر اندر بے تحاشا بھونکتے بھاگتے کتوں کا شاٹ لیا جاتا ہے۔ اس دوران یہ گیت سپر امپوز کیجیے:

او دل دی یار دی گل گھڑیا

کبھی کتوں کی آواز اونچی ہو جاتی ہے' کبھی گیت اونچا ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر یہ منظر جاری رہتا ہے' پھر سنل ہوتا ہے لیکن کتے بھونکنے کی آواز مسلسل رہتی ہے۔ اب پھاٹک کھلتا ہے اور ڈاکیہ محمد حسین ڈاک کا تھیلا لٹکائے باہر آتا ہے۔ جس

وقت ڈاکیہ باہر آتا ہے' کتوں کی آواز فوراً بند ہو جاتی ہے۔)

مومنہ: معاف کیجیے جی---- یہ ان کی کوٹھی ہے---- جی---- جن کو----؟

محمد حسین: جی جی----جی جی۔

مومنہ: یہ ارشاد صاحب کی کوٹھی ہے؟

محمد حسین: بالکل ارشاد صاحب کی----ارشاد کی---- مستقبل کے صاحب ارشاد کی!

مومنہ: وہ لندن چلے گئے ہیں یا ادھر ہی ہیں؟

محمد حسین: ادھر ہی ہیں۔ انہوں نے خود ڈاک لی ہے مجھ سے ابھی۔

مومنہ: وہ جی کتوں نے آپ کو اندر جانے دیا؟ بہت سارے کتے کھلے ہیں اندر۔

محمد حسین: کتے؟ ہاں بھئی وہ بھی موجود ہی ہوتے ہیں---- کتے جو ہوئے۔

مومنہ: آپ سے مانوس ہوں گے---- تبھی کچھ نہیں کہتے آپ کو---- (کچھ دیر سنتے ہوئے) کیسے چپ ہو گئے ہیں۔

محمد حسین: آپ بے فکر ہو کر چلی جائیں۔ وہ آپ کو بھی کچھ نہیں کہیں گے۔

مومنہ: لیکن جی----

محمد حسین: (ہنس کر) راستے کے کتوں کی پروا نہیں کرتے بی بی' ورنہ منزل نہیں ملتی۔ کتے بھونکنے کے لیے ہوتے ہیں' روکنے کے لیے نہیں۔

مومنہ: (یہ جملہ جیسے اسے کاٹ کر جاتا ہے۔ وہ زیرِ لبی میں دوہراتی ہے) روکنے کے لیے نہیں!

محمد حسین: خوف انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ آپ جائیں' ڈریں نہیں۔

(مومنہ کچھ ہچکچاتی ہے' پھر پھاٹک کھولتی ہے)

محمد حسین: جائیے---- جائیے میں یہیں ہوں اور اپنے پیچھے پھاٹک بند کر دیں۔

(مومنہ اندر جاتی ہے۔ پھاٹک بند ہوتا ہے۔ ڈاکیہ ایک ذومعنی مسکراہٹ کے ساتھ تھیلے میں سے ڈاک نکال کر کچھ خط علیحدہ کرتا ہے' پھر تھیلا سائیکل پر لٹکاتا ہے۔ ایک ٹانگ اٹھا کر سائیکل پر چڑھتا ہے۔ جب ٹانگ اٹھتی ہے' تصویر سٹل ہوتی ہے اور کافی دیر تک سٹل رہتی ہے)

کٹ

سین 3   آؤٹ ڈور   کچھ دیر بعد

(کوٹھی کا اندرونی حصہ ---- بہت لمبی لان کے اندر دور ایک چھوٹی سی کاٹج نظر

آتی ہے۔ مومنہ پھاٹک کے سامنے کھڑی ہے۔ لان میں کوئی کتا نہیں ہے۔ کبوتر پھیلے ہوئے چر چگ رہے ہیں۔ مومنہ کے چہرے پر اطمینان اور حیرانی کی لہر آتی ہے۔ کبوتر مومنہ کے چلنے سے پھڑ پھڑاتے ہوئے کچھ ہوا میں اڑ جاتے ہیں' کچھ وہیں چرنے چگنے میں مشغول رہتے ہیں۔ مومنہ آگے چلتی ہے۔ کیمرہ پہلے فرنٹ پر ہوتا ہے' پھر بیک پر چلا جاتا ہے۔ اس دوران "گلی یار دی گھڑیا" بانسری پر صرف دھن بجتی رہتی ہے۔ مومنہ چھوٹی سی کاٹیج کے مین دروازے پر جا کر بیل بجاتی ہے۔ ارشاد ہاتھ میں چائے کی پیالی لیے دروازہ کھولتا ہے۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آتی ہے۔ مومنہ مڑ کر دیکھتی ہے۔ لان میں کتے پھر رہے ہیں)

کٹ

سین 4 ان ڈور گہری شام

(ارشاد کی لیبارٹری سے ملحقہ چھوٹا سا لیونگ روم۔ اس وقت مومنہ اور وہ لیبارٹری کے پاس بیٹھے ہیں۔ ارشاد کے چہرے پر طمانیت اور سکون چھلکتا ہے۔)

مومنہ: آئی ایم سوری سر! مجھے معلوم ہے مجھے نہیں آنا چاہیے تھا۔ میں جانتی ہوں آپ عزلت نشین ہو گئے ہیں۔ آپ کسی سے ملنا نہیں چاہتے لیکن مجھے آنا پڑا سر' آنا پڑا۔

ارشاد: آنا پڑا؟ کیوں؟

مومنہ: پتہ نہیں کیوں سر! (ذرا دیر سوچتی ہے) اب سوچتی ہوں تو پتہ نہیں کیوں سر آنا پڑا۔ دراصل میں بڑی Impulsive ہوں سر۔ یہی میری خرابی ہے۔

ارشاد: گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تم جیسے لوگ عموماً قلب سے سوچتے ہیں' دماغ سے نہیں سوچتے۔

مومنہ: (گھبرا کر) سر آپ مائنڈ نہ کریں پلیز.... مجھے کسی قسم کی مدد نہیں چاہیے۔ خدا جانتا ہے میں مدد کے لیے نہیں آئی۔ میرے پاس اب کافی پیسے ہیں۔

ارشاد: اچھی بات ہے۔

مومنہ: آپ ٹھیک ہیں سر؟ خوش ہیں؟ لوگ ایسے ہی کہہ رہے تھے کہ آپ لندن چلے گئے ہیں۔

ارشاد: شاید اتنا ٹھیک اور اتنا خوش میں کبھی نہیں تھا۔
(اٹھ کر لیبارٹری میں جاتا ہے۔ ایک بیکر اٹھاتا ہے۔ اس میں پڑے ہوئے کیمیکل کو دیکھتا ہے۔ پھر کاپی میں کچھ لکھتا ہے اور واپس آکر مومنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔)
جب میں نیا نیا لندن گیا تھا پہلی بار' تب بھی کچھ عرصہ کے لیے میں اتنا ہی ٹھیک اور خوش تھا۔

مومنہ: میں کبھی نہیں سر!

ارشاد: جب انسان اپنے سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے لگتا ہے تو بہت سارے غیر ضروری کام خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔ اپنے آپ سے ملنے کا وقت مل جاتا ہے۔ اپنا Conduct درست کرنے کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔

مومنہ: آپ اکیلے رہتے ہیں سر؟ کوئی چوکیدار---- خانساماں---- مالی؟---- اکیلے سر' بالکل اکیلے؟

ارشاد: بالکل اکیلا! ملازم لوگوں سے چھٹکارا مل گیا ہے مومنہ! آہستہ آہستہ تکبر ختم ہو رہا ہے۔ اب میں اپنے آپ کو Almighty نہیں سمجھتا۔

مومنہ: آپ کا دل اچاٹ نہیں ہوتا سر---- بالکل تنہا؟

ارشاد: بہت کام اور مصروفیت رہتی ہے مومنہ! تنہائی کیسی!!

مومنہ: کبھی آپ کا دل نہیں کرتا لوگ ہوں' باتیں ہوں سر۔ میں تو اسے برداشت نہیں کر سکتی---- اتنی تنہائی کو۔

ارشاد: ہاں تم برداشت نہیں کر سکتیں' کیونکہ تمہیں سارے فیصلے کیے کرائے ملتے ہیں۔

مومنہ: سر آپ کے پاس ٹائم ہے؟

ارشاد: ٹائم ہی تو حاصل کیا ہے زندگی سے---- ٹائم ہی تو میری کمائی ہے۔

مومنہ: سر میں' آپ کی طرح یک طرفہ کیوں نہیں ہو سکتی؟ میں---- اب میں کیسے ایکس پلین کروں سر---- میری بڑی مشکل ہے سر۔

ارشاد: ہاں ہاں بیان کرو۔ کیا مشکل ہے؟

مومنہ: شاید آپ سمجھ نہ پائیں سر۔ آپ پتہ نہیں کیا سمجھیں مجھے---- مجھے ڈر لگتا ہے۔

ارشاد: میں نے لوگوں کو جج کرنا بند کر دیا ہے مومنہ! وہ وقت تو ابھی دور ہے جب لوگ جج کیے جائیں گے۔

مومنہ: سر پتہ نہیں میں کہاں سے شروع کروں---- کیسے بیان کروں۔ سر! میری والدہ پروفیسر

ہیں۔ ان کے اور میرے درمیان ابہام و تفہیم کی ہمیشہ کمی رہی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو کبھی سمجھ نہیں پائے۔۔۔۔ہم میں وہ محبت نہیں رہی جو۔۔۔۔ماں بیٹی میں ہوتی ہے۔ ہمارا ریلیشن شپ ٹھیک نہیں۔۔۔۔ نیچرل نہیں۔۔۔۔

ارشاد: آرام سے مومنہ' آرام سے!

ڈزالو

(کشتی زوم ان۔۔۔۔ بہتا پانی دریا میں۔۔۔۔ بھنور کا شاٹ)

ڈزالو

سین 5 ان ڈور رات

(مومنہ چوکی پر بیٹھی نماز پڑھ رہی ہے۔ یہ ایک پروفیسر کا کمرہ ہے' جو مفلوک الحال نہیں بلکہ اچھے ٹھسے سے رہ رہی ہے۔ اس کے پاس کار ہے اور دنیا کی قریباً ساری آسائشیں بھی ہیں۔ مومنہ کی ماں پلنگ پر لیٹی ہے اور رسالہ پڑھ رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ رسالے سے نظریں اٹھائے بغیر بڑے تحکمانہ انداز میں کہتی ہے:)

عائشہ: مومنہ!

(کیمرہ رسالے پر جاتا ہے۔ سرورق پر ایک فیشن ایبل لڑکی کی تصویر ہے)

عائشہ: مومنہ!

(مومنہ سلام پھیرتی ہے)

مومنہ: جی امی!

عائشہ: بس کرو اب۔۔۔۔بڑی دیر ہو گئی ہے۔

مومنہ: ابھی آئی جی۔۔۔۔ابھی۔

(مومنہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے میں مصروف ہوتی ہے۔ ماں قہر بھری نظروں سے بیٹی کو دیکھتی ہے۔ پھر فون ملا کر بات کرتی ہے۔)

عائشہ: ہیلو۔۔۔۔ہیلو۔۔۔۔رانی۔۔۔۔ماما کہاں ہیں؟ مہندی لگا رہی ہیں بالوں کو۔۔۔۔رات کو اس وقت۔۔۔۔ہاں یہ تو ہے' صبح اور Hassles کم ہوتے ہیں۔ کل تم لوگ جا رہی ہو ویڑول بوتیک کے شو پر؟ ڈسکاؤنٹ چالیس پرسنٹ مل رہا ہے۔ کہاں بھائی۔۔۔۔میرے پاس

اتنے پیسے کہاں ہوتے ہیں----ہاں---- بس دو تین سوٹ لوں گی' زیادہ نہیں----ہاں بزنس سیکٹر کے تو مزے ہیں۔ وہ جی کھول کر خرچ کر سکتے ہیں۔ اچھا ماما سے کہنا مجھے ساتھ لے جائیں اگر انہیں جانا ہو تو----اچھا بھئی خدا حافظ۔

(جس وقت وہ فون کرتی ہے' مومنہ آتی ہے۔ سر سے دوپٹہ اتارتی ہے۔ تہہ کر کے سرہانے تلے رکھتی ہے اور لیٹنے کی تیاری کرتی ہے۔ مومنہ اس سین میں بالکل سادہ نظر آتی ہے۔ سیدھی مانگ اور چوٹی بنائے ہوئے ہے۔ یوں احساس ہو کہ اس نے میک اپ بھی نہیں کر رکھا۔)

عائشہ: مومنہ!

مومنہ: جی امی!

عائشہ: تم میں اتنی شدت کیوں ہے؟ تم اس قدر Extremist Attitude کیوں رکھتی ہو؟

مومنہ: میں----میں امی جی؟

عائشہ: اب میرا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ میں تمہیں نماز سے منع کر رہی ہوں لیکن یہ نمازوں کو اتنا جنون کی حد تک غرق ہو کر پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں۔

مومنہ: جی مجھے احساس ہوتا ہے امی کہ میں---- مجھے لگتا ہے کہ میری Priorities غلط ہیں۔ میں----

عائشہ: بالکل! بالکل تمہاری Priorities بالکل غلط ہیں۔ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہونے والے ہیں اور تم 1857ء کے غدر کی ماری ہوئی شہزادی بنی رہتی ہو۔ وقت بدل گیا ہے۔ یہ کمپی ٹیشن کا دور ہے۔ میں نہیں کہتی کہ نمازیں نہ پڑھو' خدانخواستہ۔ ضرور پڑھو لیکن---- لیکن تمہارے امتحان سر پر ہیں۔ یہ تو بالکل فرار ہے۔ تم پڑھائی کو Avoid کرنے کے لیے یہ سارا پاکھنڈ رچا رہی ہو۔

مومنہ: یہ پاکھنڈ ہے امی دعائیں---- نمازیں---- پاکھنڈ ہے امی جی!!

عائشہ: سو فیصد!

مومنہ: (دکھ سے) اچھا جی۔

عائشہ: انسان کو کہیں بیچ میں رہنا چاہیے۔ تم تو سب کچھ بھول بھال کر بس ایک ہی طرف کو ہونے لگتی ہو۔

مومنہ: آئی ایم سوری امی۔

عائشہ: ایف ایس سی تمہارے لیے پہاڑ بنی ہوئی ہے تو ڈاکٹر کیسے ہو گی۔ ڈاکٹر نہ بن سکیں تو

Career کیا خاک ہوگا۔

(مومنہ تکیے تلے سے دوپٹہ نکال کر پھر اوڑھنے لگتی ہے)

آج کے زمانے میں شادی پر تو بھروسہ کیا نہیں جا سکتا۔ نہیے نہیے' نہ نہیے نہیے

Career پر تو ڈیپنڈ کیا جا سکتا ہے ناں!

(مومنہ اٹھتی ہے اور جائے نماز کا رخ کرتی ہے۔)

عائشہ: اب کیا ہونے والا ہے؟

مومنہ: جی نفلیں رہ گئی تھیں۔

عائشہ: تجھے سمجھانا بیکار ہے۔ بالکل بیکار۔

(کیمرہ پھر ماں پر آتا ہے اور تصویر پر جاتا ہے جو ایک فیشن ایبل لڑکی کی ہے)

کٹ

سین 6 آؤٹ ڈور دن

(کالج میں ایک بہت ہی ماڈرن لڑکی کے ساتھ مومنہ سر پر دوپٹہ لیے جا رہی ہے۔ ان گنت لڑکیاں بیک گراؤنڈ میں ہیں۔ یہ دونوں چلتی جاتی ہیں۔ یہ لمبا شاٹ ہے اور سارے ماحول کو رجسٹر کراتا ہے۔)

کٹ

سین 7 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(تک شاپ پر مومنہ اپنی سہیلی کے ساتھ موجود ہے۔ یہ سہیلی بہت فیشن ایبل ہے۔ یہ دونوں سٹرو کے ساتھ کوئی ڈرنک پی رہی ہیں)

مومنہ: میں نے کبھی ایسے کہا ہے رانی؟ کبھی میرے منہ سے کوئی بات نکلی ہے ایسی؟

رانی: خیر منہ سے نہیں کہا، رویے سے احساس دلایا ہے ہم سب کو۔

مومنہ: میں سمجھ نہیں سکی۔

رانی: جب تم سب سے الگ ہو کر بی بی رانی بن کر، سر پر دوپٹہ چادر تان کر چلتی ہو تو تم کچھ کہہ رہی ہوتی ہو مومنہ! تم ہم سب کو احساس دلا رہی ہوتی ہو کہ تم ارفع ہو' نیک ہو۔

تمہارا کوئی مقابلہ نہیں۔ صرف تم درست ہو۔ صرف تم اونچی ہو۔

مومنہ: یہ تو دوہرا ظلم ہے رانی' دوہرا ظلم۔ ایک تو میں ساری دنیا کی رنگینیاں چھوڑوں---- اور دوسرے تم مجھے یہ احساس بھی دلاؤ کہ میں سب سے زیادتی کر رہی ہوں۔ دوہرا ظلم خدا قسم!

رانی: تم زیادتی کر رہی ہو مومنہ اور Realize نہیں کرتیں۔ تمہارا رویہ Intolerable ہے۔

مومنہ: (قریبا روہانسی ہو کر) اور اگر میں کہوں کہ تم اور تمہارا گروپ مجھے احساس کمتری دلاتا ہے---- مجھے لگتا ہے جیسے میں موہنجوڈرو' عہد کی کوئی چیز ہوں---- جیسے میں Fake ہوں---- محض ڈرامہ کر رہی ہوں نیکی کا---- تو---- تم مان لو کہ تم بھی میرے ساتھ زیادتی کر رہی ہو---- بے حد زیادتی۔

رانی: اچھا مومنہ ابراہیم! زیادہ لڑکیاں تم جیسی ہیں کہ مجھ جیسی؟

مومنہ: پہلے میرے جیسی زیادہ تھیں' اب تم جیسی زیادہ ہیں۔

رانی: پھر؟ یہ عہد ڈیموکریسی کا ہے۔ جو کچھ زیادہ لوگ کہتے ہیں' کرتے ہیں وہی اپنانا چاہیے۔

مومنہ: میں کیا کروں کہ تم لوگ یقین کر لو کہ میں بھی لڑکی ہوں۔ میری بھی وہی خواہشات ہیں جو تمہاری ہیں میں بھی زندہ رہنا چاہتی ہوں میں بھی توجہ لینا چاہتی ہوں---- لیکن کچھ حدود میں رہ کر' اپنے لیے کوئی کوڈ چن کر---- کوئی چوکھٹا بنا کر۔

رانی: اگر تم ہمیں سانس لینے دو تو ہم تمہیں زندہ رہنے دیں ناں!

مومنہ: کیا ہم ساتھ ساتھ زندہ نہیں رہ سکتیں رانی؟ تم اپنے دین پر رہو' میں اپنے دین پر۔ تم جس طرح چاہتی ہو' پہنو' اوڑھو' کھاؤ' آؤ جاؤ۔ مجھے اجازت دو کہ میں اپنی مرضی سے' اپنی Conviction سے جس طرح چاہوں آؤں جاؤں---- اپنا وقت گزاروں---- زندہ رہوں۔

رانی: ہمیں تمہارے Motive پر اعتبار نہیں ہے۔ ہمیں لگتا ہے اندر ہی اندر تم ہمیں تبدیل کرنے کی خواہش رکھتی ہو۔ ہم سب کو Convince کرنا چاہتی ہو کہ تم صحیح ہو' ہم غلط ہیں۔

مومنہ: اوئیں رانی! مجھ میں اتنا کس بل کہاں! اتنی رعنائی کہاں۔ میں تو اپنے آپ کو ہی سیدھا ہی رکھ لوں تو بڑی بات ہے۔ مجھ میں تو ایسی کوئی کشش نہیں کہ کسی کو متاثر کر سکوں۔ میں تمہیں کیسے تبدیل کر سکتی ہوں۔ (آنسو آنکھوں میں آتے ہیں)

رانی: تم ہمیں شرمندہ کر کے' عبرت دلا دلا کر' جوش میں ابھار ابھار کر تبدیل کرنے کا ارادہ

رکھتی ہو۔

مومنہ: (رانی کا ہاتھ پکڑ کر) رانی میری جان! میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ مجھے تمہاری قسم میں تو چھپ چھپا کر' اپنے آپ کو بے نمایاں رکھ کر زندہ رہنا چاہتی ہوں۔
(اس وقت کچھ فیشن ایبل' لاابالی لڑکیاں دور سے تالیاں بجاتی آتی ہیں۔)

لڑکیاں: کالج وین مل گئی ہپ ہپ ہرے---- ہپ ہپ ہرے----

نغمہ: سارا انتظام ہو گیا۔ ہم لوگ شالامار جا رہے ہیں۔ فائن ڈے ہالی ڈے---- فائن ڈے ہالی ڈے----

سنبلہ: مومنہ تو شاید نہیں جائے گی۔ پکنک ان کے اعتقادات کے خلاف ہے۔ ہے نا؟

رانی: (مومنہ کو آنکھ مارتی ہے) کیوں نہیں جائے گی مومنہ---- یہ سب سے پہلے وین میں سوار ہو گی۔

سب: ہپ ہپ ہرے' مومنہ---- ہپ ہپ ہرے چادر والی لڑکی---- ہپ ہپ ہرے ماسی مصیبتے۔

کٹ

سین 8 آوٹ ڈور دن

(کالج کے پس منظر میں کالج وین کھڑی ہے۔ لڑکیاں کوئی تھرموس کوئی باسکٹ لیے آتی ہیں۔ کسی نے تھیلا اٹھا رکھا ہے۔ ان لڑکیوں کی مومنہ اور رانی سمیت تعداد آٹھ ہے اور ساری کی ساری دبا کر فیشن ایبل ہیں۔ سب خوش ہیں۔ سب سے پہلے مومنہ چڑھتی ہے۔ ایک لڑکی پیچھے سے اس کی چادر کھینچتی ہے۔ سب قہقہہ لگاتی ہیں۔ تصویر شل ہوتی ہے۔)

کٹ

سین 9 آوٹ ڈور دن

(وین مختلف مقامات سے ہو کر گزرتی ہے۔ پھر اس پر شالامار باغ کے فواروں کے شاٹ سپر امپوز کیجئے۔ اس دوران عقب میں یہ نثری نظم مومنہ کی آواز میں

طبلے کے ساتھ سپرامپوز کی جاتی ہے۔ سکرین پر کبھی وین کے اندر بیٹھی تالیاں بجاتی ہنستی کھیلتی لڑکیاں' کبھی سڑک کارش دکھایا جاتا ہے۔ پھر شالامار باغ کے فوارے' شالامار کے تختے' عمارت کے حصے اور یہاں موجود پکنک منانے والی لڑکیوں کے شاٹ دکھائے جاتے ہیں۔ بالوں کو برش کرتی' سیب کھاتی' آگے پیچھے دوڑتی لڑکیاں ان شاٹوں کے ساتھ مکس کی جائیں۔)

آواز (مومنہ): وہ تینوں کھڑکی کے پاس بیٹھے سمندر کو دیکھ رہے تھے۔ ایک سمندر کی باتیں کر رہا تھا' دوسرا سن رہا تھا تیسرا یہ بول رہا تھا۔ وہ بہت گہرے سمندر میں تھا۔ وہ تیر رہا تھا۔ کھڑکی کے شیشوں کے ادھر شفاف ہلکے نیلے رنگ میں اس کی حرکت آہستہ اور واضح تھی۔ وہ ایک ڈوبے ہوئے جہاز کو تلاش کر رہا تھا۔

ایک نے مردہ گھنٹی بجائی۔ چھوٹے چھوٹے بلبلے ہلکی آواز سے پھوٹنے لگے' اچانک ---- "ڈوب گیا؟" ایک نے پوچھا۔

دوسرے نے کہا: "ڈوب گیا۔"

لیکن تیسرا سمندر کی تہہ میں سے ان دونوں کو بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔

جیسے کوئی ڈوبے ہوئے لوگوں کو دیکھتا ہے۔

(یہ نظم بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس طرح پڑھی جائے کہ اس کے معنی بخوبی سمجھ آجائیں۔)

ڈزالو

سین 10   آؤٹ ڈور   دن

(پچھلے سین سے ڈزالو کر کے ہم شالامار کے کسی ایسے گوشے میں آتے ہیں جو بہت خوبصورت ہے۔ یہاں پر نوجوان لڑکوں کا ایک ماڈرن بینڈ بج رہا ہے۔ یہ نوجوان بڑی گرمجوشی کے ساتھ کوئی لوک گیت بجا رہے ہیں۔)

مینوں دھرتی قلعی کرا دے میں نچاں ساری رات

راہے راہے جاندیے نیارے نی کنڈا چبھا تیرے پیر

پکنک منانے والی لڑکیاں قریب آتی ہیں' تالیاں بجاتی ہیں اور نیم دائرے کی شکل میں کھڑی ہو کر خوب ہوٹ کرتی ہیں۔ ایک لڑکا مجمع میں سے نکل کر مومنہ کے

پاس آتا ہے اور اس کے کان میں کچھ کہتا ہے۔ مومنہ حیران رہ جاتی ہے۔ پھر وہ
اسی نیم دائرے کو توڑ کر بھاگتی ہے۔ شالامار کی مین روڈ پر کیمرہ رکھ کر اسے دور
سے بھاگتے ہوئے دکھاتے ہیں۔ اس کے بھاگنے میں تیزی ہونی چاہیے' جیسے
کوئی فرار ہونا چاہتا ہو۔)

کٹ

سین 11

ان ڈور رات

(مومنہ تکیے میں منہ دیے رو رہی ہے۔ پروفیسر اس کے سرہانے کھڑی دونوں
ہاتھ پھیلا پھیلا کر اسے جھڑک رہی ہے۔)

عائشہ: یہ ہوتا ہے تم جیسی چھچھوندروں کے ساتھ --- ذرا ایکسپوژر نہیں لے سکتیں تم
مومنہ --- ایک معمولی پکنک تم انجوائے نہیں کر سکتیں ایک نارمل لڑکی کی طرح ---
کوئی نہ کوئی واقعہ ہونا ہوتا ہے تمہارے ساتھ ہمیشہ ---

مومنہ: یہ بات نہیں ہے امی' یہ بات نہیں ہے۔ ایک لڑکے نے مجھے چھیڑا تھا۔ گندے ریمارکس
دیے تھے میرے کان میں۔

عائشہ: کچھ بھی بات ہو مومنہ --- ہر روز لوگ پکنک مناتے ہیں۔ تم جہاں جاتی ہو' جس کے
ساتھ جاتی ہو' صرف تمہارا Experience انوکھا ہوتا ہے۔ غلط ہوتا ہے۔ اس کی ساری
ذمہ داری تمہاری اپنی ہے۔ تم بے حد Self conscious ہو۔ تم اپنے آپ کو سب سے'
Different بنا کر چڑاتی ہو سب کو۔ کسی اور لڑکی کو ریمارکس کیوں نہیں دیے؟ ساری
Fault تمہاری ہے' تمہاری مومنہ --- ساری کی ساری --- تم نارمل نہیں ہو۔

مومنہ: (جواب تک لیٹی سسک رہی ہے' اٹھ کر بیٹھتی ہے) آپ تو میری ماں ہیں۔ آپ کو تو
صرف میرا پوائنٹ آف ویو سمجھنا چاہیے امی' صرف میرا --- ساری دنیا کا نہیں' صرف
میرا۔ آپ کو تو خدا نے صرف میری ماں بنایا ہے ---
(تصویر مومنہ پر ساکت ہو جاتی ہے)

کٹ

سین 12 ان ڈور دن

(یہ چار پانچ چھوٹے چھوٹے کٹ ہیں جن میں کوئی ڈائیلاگ نہیں ہے' صرف ارشاد کی آواز سپر امپوز کی جائے۔

1- مومنہ ارشاد کے گھر میں اس کے بستر کی چادر جھاڑ کر بچھاتی ہے' پھر تکیہ لگاتی ہے۔

2- جھاڑو لے کر کمرے میں پھیرتی ہے۔ پھر دوپٹے سے اپنا چہرہ صاف کرتی ہے۔

3- باورچی خانے میں چائے بناتی ہے اور ٹرے اٹھا کر لاتی ہے۔

(یہ تینوں سین کچھ اس طرح فلمائے جائیں کہ کسی خواب یا خواہش کا حصہ لگیں)

آواز (ارشاد): تمہارا یہ سوال بڑا ٹیڑھا ہے مومنہ! کسی مرد نے تمہیں ایسے ریمارکس کیوں دیئے؟ شاید میں کوئی شافی جواب نہ دے سکوں۔ لیکن مومنہ مرد کے اندر عورت کی ترغیب فطری طور پر موجود ہے۔ یہ ترغیب فطری اور گہری ہے۔ جب یہ ترغیب نیام سے نکل کر تلوار بنتی ہے تو زندگی کی وادی میں ہزاروں عورتیں بے دریغ کچل دی جاتی ہیں۔ اسی لیے چوری چھپے کی آشنائی کا حکم نہیں ہے۔ یہ صرف عورت کا تحفظ ہے کہ اس ترغیب کے ہاتھوں وہ روندی نہ جائے۔ نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ہے' عورت کی حفاظت کے لیے.... حیا سے' پردے سے خدا کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا.... مرد بھی بیزار ہوتا ہے حیادار عورت سے' لیکن عورت محفوظ رہتی ہے۔ وہ قدم قدم پر مرد کے اندر چھپی ہوئی ازلی ترغیب سے بچی رہتی ہے۔ تم ترقی یافتہ ملکوں کی مثال چھوڑو مومنہ..... وہ اپنے مسائل اور طرح حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں.... لیکن ہمیں انہیں حل کرنے کا ایک اور گر عطا ہوا ہے..... ہر بستی کا اپنا علم ہے کہ وہ سیلاب کے آگے کیسے بند باندھے گی! دوسروں کی مٹی سے اپنے گھر کا سیلاب روکا نہیں جا سکتا۔

کٹ

سین 13 ان ڈور دن

(جس وقت مومنہ چائے بنا کر ٹرے لیے لیبارٹری میں آتی ہے' مرشد جھک کر بڑی توجہ سے کوئی محلول بیکر میں ڈال کر رہا ہے۔)

مومنہ: اور پھر سر.....

ارشاد: (بغیر سر اٹھائے لیکن پوری توجہ کے ساتھ) ہاں اور پھر مومنہ؟

مومنہ: پھر کیا سر، میری شادی ہو گئی۔

ارشاد: کس کے ساتھ؟

مومنہ: آپ کو پتہ نہیں سر؟ (ہنستی ہے) کتنی بار میں بتا چکی ہوں عدیل کے ساتھ۔ وہ ایک ٹیلیفون آپریٹر کے ساتھ دوبئی بھاگ گیا، گدھا!۔۔۔ شادی کے بعد سر، عورت پر الزام لگتے ہی ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ یہ الزام اور بچے کا بوجھ اٹھانے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ کبھی جہیز نہ لانے کا الزام، کبھی بانجھ رہ جانے کا الزام، کبھی کچھ کبھی کچھ۔ لیکن مجھ پر جو الزام لگا، وہ انوکھا تھا۔

ارشاد: انوکھا؟۔۔۔ کیسے؟

(دونوں کو انکلوڈ کر کے تصویر سٹل ہوتی ہے)

کٹ

سین 14

ان ڈور دن

(یہاں پر کچھ شاٹ شادی کے متعلق لگائیے جس پر کروما کی مدد سے مومنہ ڈلہن بنی بیٹھی ہے اور طفیل نیازی کا گیت سپرامپوز کیجیے:)

ساڈا چڑیاں دا چنبہ وے بابلا اساں اڈ جانا

کٹ

سین 15

ان ڈور رات

(ایک نہایت امیرانہ بیڈ روم میں مومنہ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے بیٹھی میک اپ کر رہی ہے۔ اس نے چوڑی دار پاجامہ، کلیوں والی قمیض اور بہت کھلا دوپٹہ اوڑھ رکھا ہے۔ لمبی چٹیا میں پھول لگا رکھے ہیں اور وہ ایک طرح سے امراؤ جان ادا لگ رہی ہے۔ عدیل نے فل سوٹ اور ٹائی لگا رکھی ہے۔ مومنہ کے پیچھے عدیل کھڑا ہے اور آئینے میں دیکھ دیکھ کر بال سپرے کر رہا ہے۔)

عدیل: ہمیں کچھ دیر نہیں ہو گئی مومنہ؟

مومنہ: بس یہ بال سوکھنے میں بڑی دیر لگ گئی۔ ابھی دو منٹ----بس۔

عدیل: اسی لیے تو کہتا ہوں کٹوا دو۔

مومنہ: پھر تم نے ایسا کہا ناں تو میں رو دوں گی عدیل---- پتہ نہیں کتنے جتنوں سے لمبے کیے ہیں۔

عدیل: (مومنہ کی چوٹی پکڑ کر گول چکر دیتے ہوئے) شجی شجی شجی---- لمبے بالوں کی شجی!

(مومنہ بال چھڑاتی ہے۔ یہ سین محبت کا ہے' اس میں چڑچڑاپن نہیں ہونا چاہیے)

مومنہ: اور حضور کے جو کچھ چاؤ چونچلے ہوتے ہیں وہ----!

عدیل: تم مجھ سے ایک نمبر زیادہ ہو۔

مومنہ: ایک نمبر کم!

عدیل: ایک نمبر زیادہ!

مومنہ: ایک نمبر کم!

عدیل: ایک نمبر زیادہ----مان لو!

مومنہ: مان گئی!

(یکدم سنجیدہ ہو کر عدیل گھڑی دیکھتا ہے)

عدیل: یہی رفتار رہی تو ڈویژنل انجینئر صاحب کا ڈنر ہو چکے گا جب ہم پہنچیں گے۔

مومنہ: بس ایک منٹ----ایک لمحہ----ابھی انجینئر عدیل صاحب ابھی----

(بھاگ کر جاتی ہے اور چادر الماری سے نکال کر اوڑھنے لگتی ہے۔)

عدیل: اب یہ بادبانی جہاز بن کر جانا ضروری ہے؟

مومنہ: ضروری تو نہیں عدیل' لیکن مجھے عادت پڑی ہوئی ہے بڑے سالوں کی۔

عدیل: تم پرانی عادتیں چھوڑ نہیں سکتیں؟ یہ چادر وغیرہ----

مومنہ: ضرور چھوڑ دوں گی عدیل۔ جو جو کچھ تم کہو گے' چھوڑ دوں گی---- لیکن مجھے ٹائم تو دو پلیز۔

کٹ

سین 16 ان ڈور رات

(مومنہ جائے نماز پر بیٹھی نماز پڑھ رہی ہے۔ اس نے بڑی سی چادر اوڑھ رکھی

ہے اور سلام پھیرنے والی ہے۔ عدیل پلنگ پر لیٹا ہے۔ وہ تکیہ اٹھا کر مومنہ کو مارتا ہے۔)

عدیل: سو جاؤ بی جی! روشنی میں مجھے نیند نہیں آتی۔

(مومنہ سلام پھیرتی ہے)

مومنہ: آپ بتی بجھا کر سو جائیں پلیز!

عدیل: یہ سارا تمہارے نام کا قصور ہے۔ لڑکیوں کا نام رکھنا چاہیے مسرت' دل بہار' آرزو----

مومنہ: میرا نام میری نانی نے رکھا تھا عدیل! مجھے خود پسند نہیں۔ ایویں دعویٰ زیادہ ہو جاتا ہے۔ کھودو پہاڑ نکلے چوہیا۔

عدیل: تو مت بنا کرو ناں اتنی نیک پارسا!

مومنہ: (اٹھ کر پاس آتی ہے) پتہ ہے عدیل---- میری نانی بڑی Religious عورت تھیں۔ امی کالج چلی جاتیں تو وہ مجھے چھوٹی چھوٹی کہانیاں سناتیں بڑے بڑے آدمیوں کی۔ اپنے ساتھ نماز پڑھاتیں۔ جس روز میں نے پہلا روزہ رکھا' انہوں نے مجھے پانچ روپے دیئے۔ میرے پاس محفوظ ہوگا کہیں وہ نوٹ۔

عدیل: نانی اَور عہد کی عورت تھی' یہ اَور دور ہے----

مومنہ: ایک بات پوچھوں عدیل؟

عدیل: زہے نصیب! لیکن صرف یہ مت پوچھنا کہ شادی سے پہلے مجھے کون کون پسند تھی۔

مومنہ: نہیں' یہ کیوں پوچھنا ہے۔ بتایئے کیا آپ مجھے Fundamentalist سمجھتے ہیں؟

عدیل: سمجھنا کیا ہے' تم ہو ہی بنیاد پرست---- رجعت پسند---- روایت پسند۔

مومنہ: اتنے سارے الزام! اکٹھے اتنے سارے الزام۔ یہ تو میری ساری عمر لگ جائے تو مٹ نہ سکیں عدیل---- ساری عمر۔

کٹ

سین 17

ان ڈور دن

(ہیئر ڈریسر کی دکان پر مومنہ کرسی میں بیٹھی ہے۔ اس کے پاس رانی ہے جو ہدایات دے رہی ہے کہ بال کس طرح کاٹے جائیں۔ مومنہ کے ہاتھ میں اس کی کٹی ہوئی لمبی چٹیا ہے جسے وہ غور سے دیکھ رہی ہے۔ اس پر سپرامپوز کیجئے:)

تیرے من چلے کا سودا ہے یہ کھٹا اور میٹھا

کٹ

سین 18 ان ڈور دن

(رانی پلنگ پر اوندھی لیٹی ہے اور دونوں کہنیاں ٹیک کو مومنہ سے باتیں کر رہی ہے۔ مومنہ کی کمر رانی کی طرف ہے اور وہ الماری میں کچھ ڈھونڈ رہی ہے۔ کبھی الماریوں میں بچھے کاغذ اٹھا کر دیکھتی ہے' پھر الماری کے دراز کھولتی ہے۔)

رانی: تیری قسمت بڑی اچھی ہے مومنہ! دیکھ تو کیسا شوہر ملا ہے۔ پورا کوالیفائیڈ انجینئر---- امیر---- ایک چٹیا کا افسوس کر رہی ہے۔ اگر میں تیری جگہ ہوتی تو ساری کی ساری بدل جاتی ہے سر سے پاؤں تک---- جسم سے روح تک----

مومنہ: میں خود بدل جانا چاہتی ہوں ساری کی ساری' لیکن مجھے پتہ نہیں چلتا اسے کیا پسند ہے اور کیا ناپسند۔

رانی: سچ بتا چٹیا کا افسوس ہے تجھے؟

مومنہ: ہے تو سہی---- بڑی دیر کا ساتھ تھا ہمارا۔

رانی: ڈھونڈ کیا رہی ہے الماری میں پاگلوں کی طرح؟

مومنہ: وہ مجھے پانچ روپے دیئے تھے نانی ماں نے' پہلا روزہ رکھنے پر---- میرا جی چاہتا ہے اس چٹیا کو بھی اس کے ساتھ ہی رکھ دوں' اکٹھے ایک ڈبے میں۔

(کیمرہ مومنہ کے ہاتھوں پر آتا ہے جن میں ایک لمبی سی کٹی چٹیا لٹک رہی ہے)

کٹ

سین 19 ان ڈور۔ رات

(مومنہ نے تیز مغربی موسیقی لگا رکھی ہے۔ وہ کھانے کی میز لگا رہی ہے اور بہت خوش ہے)

کٹ

سین 20 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(عدیل لان میں ٹہل رہا ہے۔ بیک گراؤنڈ میں ایک خوبصورت کوٹھی نظر آرہی ہے۔)

کٹ

سین 21 ان ڈور شام کا وقت

(مومنہ شرمندہ سی ڈرائنگ روم میں کھڑی ہے اور عدیل جلال میں ہے۔)

مومنہ: ہرگز نہیں عدیل! میں لنچ پر گئی تھی مسز بخاری کے گھر۔ انہوں نے آنے نہیں دیا' دیر ہوگئی۔ میں جان بوجھ کر گھر لاک کر کے نہیں گئی۔ مجھے دیر ہوگئی۔

عدیل: تمہیں میرے لوٹنے کا وقت معلوم تھا۔ اس لیے تم نے دروازہ لاک کیوں کیا؟

مومنہ: وہ لوگ آنے نہیں دیتے تھے۔ اتنا فورس کرتے ہیں وہ کہ آدمی بے بس ہو جاتا ہے۔

عدیل: تمہیں میری رتی بھر پروا نہیں مومنہ۔ تمہیں اپنے سیر سپاٹے' عیش چاہئیں۔

مومنہ: دیکھئے عدیل! میں آپ کو Pinch نہیں کرنا چاہتی لیکن آپ مجھ میں بیک وقت دو عورتوں کی آرزو رکھتے ہیں۔ میں باہر سے ماڈرن' تعلیم یافتہ' آئی ڈونٹ کیئر قسم کی لگوں اور اندر میں نانی اماں کو بٹھائے رکھوں دل میں۔ کیا آپ متضاد باتوں کی آرزو نہیں کر رہے مجھ سے؟

عدیل: ہر چیز کی کوئی Limit ہوتی ہے مومنہ!

مومنہ: وے آف لائف کتے کی زنجیر ہے عدیل--- جب آپ اسے گلے میں ڈال لیتے ہیں تو پھر اس کے ساتھ ساتھ بھی چلنا پڑتا ہے۔

عدیل: پتہ ہے تم کیا ہو! اندر سے وہی اذیت دینے والی Fundamentalist---- دوسروں کے خیال' ان کے آرام' ان کی لائف کا نہ سوچنے والی۔ تمہیں معلوم ہی نہیں تم کتنی تنگ نظر ہو اپنے سوائے تمہیں کچھ نظر ہی نہیں آتا---- بنیاد پرست----

کٹ

سین 22 ان ڈور شام گئے

(ارشاد اور مومنہ لیبارٹری میں ہیں۔ ارشاد مائیکروسکوپ کے اندر کوئی سلائیڈ دیکھ رہا ہے۔)

مومنہ: نہیں نہیں، ہرگز نہیں! آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ عدیل خراب آدمی نہیں تھا سر۔ وہ بھی عبوری دور کے ہر آدمی کی طرح دو چاہتوں کا مریض تھا۔ نہیں سر، میرا مسئلہ عدیل نہیں ہے۔ وہ اچھا تھا ساری باتوں کے باوجود، صرف وہ دو تہذیبوں کو بیک وقت چاہتا تھا۔

ارشاد: پھر---- تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ تم مجھ سے کیا پوچھنے آئی ہو؟ سوال کیا ہے جو تمہیں ستائے جا رہا ہے؟

مومنہ: سر! اگر مغرب کے لوگ مجھے بنیاد پرست کہیں، مجھے گالی دیں مسلمان ہونے کی تو مجھے ذرا بھی برا نہیں لگے گا۔ لیکن میرے اپنے ملک میں یہاں جہاں سب مسلمان ہیں اگر وہ مجھے Fundamentalist کہتے ہیں تو پھر طعنہ دینے والے کون ہیں!---- میرے ساتھ وہ اپنے دادا، نانا، تایا، بڑے ابا، اپنے سارے پچھلوں کو کیا سمجھتے ہیں---- اس ساری تاریخ کو کیا سمجھتے ہیں---- ان اولون اور سابقون کو کس مقام پر رکھتے ہیں!

ارشاد: (کام چھوڑ کر کھڑکی میں جاتا ہے۔ وہاں سے ایک نیل کٹر اٹھاتا ہے، واپس آ کر مومنہ کے سامنے بیٹھتا ہے اور ناخن کاٹتا ہے۔) مومنہ اگر میں کہوں سارا قصور تمہارا ہے تو پھر----

مومنہ: میرا---- میرا سر----

ارشاد: پوسٹ مین صاحب بتاتے ہیں کہ جب دو آدمیوں میں جھگڑا ہو تو اگر ان میں سے ایک اپنا قصور مان لے تو سو فیصد صلح ہو جاتی ہے۔

مومنہ: یہ کیا بات ہوئی سر----! اگر لوگ مجھے بنیاد پرست کہتے ہیں---- اور----

ارشاد: تو سنتے رہو---- سنتے چلے جاؤ۔ ایک روز اگر وہ قائل نہ بھی ہوئے تو تمہاری برداشت کی وجہ سے تمہارا احترام ضرور کریں گے۔ ایک پیالی کافی بنا دو گی مومنہ۔

(چند لمحے تصویر ساکت رہتی ہے پھر:)

مومنہ: (جیسے خواب سے جاگی ہو) ضرور سر! ضرور۔

کٹ

سین 23 کٹ ٹو کٹ

1۔ مومنہ کار چلا رہی ہے۔ بہت اونچی قوالی بج رہی ہے۔

2۔ مومنہ کپڑے الماری میں ٹانگ رہی ہے۔ بہت اونچی مغربی موسیقی لگی ہوئی ہے۔

3۔ باورچی خانے میں اونچا ٹیپ لگا کر انڈہ پھینٹتی ہے۔ کبھی قوالی بجتی ہے اور کبھی مغربی دھن۔

کٹ

سین 24 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(چھوٹے سے لان میں کرسیوں پر ارشاد اور مومنہ بیٹھے ہیں۔ ارشاد کافی پی رہا ہے۔)

مومنہ: سر! عدیل اور میں ٹھیک جا رہے تھے۔ پھر وہ ٹیلیفون آپریٹر کمبخت مجھ سے جیلس ہو گئی۔ پتہ نہیں یہ ہم لوگ اس قدر جیلس کیوں ہوتی ہیں سر----!

ارشاد: (ہنس کر) یہ تو آپ ہی بتائیں گی' میں عورت نہیں ہوں۔

مومنہ: سر! اس وقت میں بڑی پریشان تھی عدیل کے گھر میں---- ان دنوں میں بہت موسیقی سنا کرتی تھی---- کار میں' غسل خانے میں' بیڈ روم میں۔ موسیقی کے بغیر مجھے سانس نہیں آتا تھا۔ آپ نے نوٹ کیا ہے سر موسیقی میں ایک عجیب گن ہے۔ یہ دل میں ایسی لہریں پیدا کرتی ہے جو رکتی ہی نہیں' سر پٹکتی رہتی ہیں۔ گمنام لہریں' اندھی لہریں----

ارشاد: شاید اسی لیے اصلی پر سکون لوگ مزامیر کے خلاف ہیں' موسیقی سننے سے منع کرتے ہیں۔

مومنہ: سر کبھی موسیقی نے آپ کو بے سکون کیا ہے؟ آپ روئے ہیں بے تحاشا موسیقی سن کر؟ لہریں اٹھی ہیں آپ کے پانیوں میں؟

ارشاد: (نفی میں سر ہلاتا ہے اور دل پر ہاتھ رکھتا ہے) موسیقی میرا تجربہ نہیں ہے مومنہ---- یہاں کا تجربہ (سر کی طرف اشارہ کر کے) یہ ادھر کی بے نوائی ہے---- (دل کی طرف اشارہ کرتا ہے)

(سکرین پر اصلی دھڑکتا دل آتا ہے۔ ایکو کے ساتھ دل کی آواز---اس بار پہلے دل کی آواز آتی ہے' پھر اس میں طبلے کی آواز مدغم ہو جاتی ہے۔)

کٹ

سین 25 . ان ڈور شام کا وقت

(لیبارٹری بیک گراؤنڈ میں ہے۔ مومنہ اور ارشاد سامنے بیٹھے ہیں۔ ارشاد شیشے کے ایک برتن میں لال رنگ کا محلول ڈالے بیٹھا ہے۔ وہ شیشے کی نلکی سے اس میں بھنور بنا رہا ہے۔ پہلے کیمرہ اسی محلول پر جاتا ہے' پھر اوپر اٹھتا ہے اور ارشاد اور مومنہ کو دکھاتا ہے۔)

مومنہ: سر! آپ مانیں گے تو نہیں میں نے کئی بار اپنے قلب کو دیکھا ہے۔ اس کی صورت ساکت پانیوں جیسی تھی۔ ان پانیوں میں بڑا سکون تھا پھر سر کہیں سے ہوا چلنے لگی---- خیال کی ہوا---اور ساکت پانیوں میں ننھے ننھے بھنور پڑنے لگے۔ کبھی خیال جھکڑ بن کر جھولتا ہے اور دل میں جوار بھاٹا اٹھتا ہے۔ سر میں دیکھ سکتی ہوں سچ۔

ارشاد: اب بھی کبھی یہ کیفیت ہوتی ہے مومنہ' قلب کو دیکھنے کی؟

مومنہ: جی سر! اب میں کبھی کبھی پچھلے پہر جاگ جاتی ہوں اور ایک انھونا سا خیال میرے دل کی سطح پر لہریں بناتا ہے۔ میں اس خیال سے بڑا ڈرتی ہوں سر۔

ارشاد: اس خیال کی کوئی شکل ہے مومنہ؟

مومنہ: ہے سر' ہے کیوں نہیں! ضرور ہے سر----اس کی شکل ایسی ہے سر جیسے پکی دیوار پر بارش کے بعد تیز دھوپ پڑے۔

ڈزالو

(سپرامپوز کیجئے' جیسے مومنہ کا خواب ہو----دریا کے کنارے مومنہ اور ارشاد جا رہے ہیں۔ ان دونوں کی سلیوٹ نظر آتی ہے۔ کیمرہ ان کی پشت پر بڑھتا جاتا ہے۔ آخر میں ارشاد اپنا ہاتھ بڑھا کر مومنہ کا ہاتھ تھام لیتا ہے اور تھپکتا ہے۔ کیمرہ دونوں ہاتھوں کا کلوز اپ لیتا ہے۔)

کٹ

سین 26 ان ڈور شام کا وقت

(لیبارٹری میں ارشاد اور مومنہ موجود ہیں۔ ارشاد سرخ رنگ کا محلول ایک بیکر سے دوسرے بیکر میں ڈالتا ہے اور خوب ہلاتا ہے۔)

مومنہ: کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے سر میں مرد ہوتی۔ آزاد ہوتی اور آزاد رہ سکتی۔ میرے دل کے پانی' آنکھوں کے پانی مجھے اس قدر پابند نہ کرتے۔

ارشاد: یہ بھی تمہارا خیال ہے مومنہ! مرد بھی کچھ ایسا آزاد نہیں ہوتا۔ چاہتا ہے کہ آزاد ہو' پر ہو نہیں سکتا۔

مومنہ: آزاد نہ سہی سر' اپنی ہی آنکھوں کے آنسو اسے ڈبو تو نہیں دیتے ناں۔ وہ اپنی ہی فیلنگز کا غلام تو نہیں ہوتا ناں!

ارشاد: کیا تم غلام ہو؟

مومنہ: ہاں سر! غلام در غلام در غلام۔ کبھی کبھی مجھے لگتا ہے اگر میں آزاد بھی ہو جاؤں روزی کمانے سے' بچہ پالنے سے' تو بھی میری فیلنگز جان بوجھ کر ---- مجھ سے بیر رکھنے کو' مجھے نیچا دکھانے کے لیے کہیں نہ کہیں مجھے غلام بنا دیں گی۔ آپ کو پتہ ہے سر میرا اصلی دشمن کون ہے؟

ارشاد: عدیل؟

مومنہ: ہائے نہیں سر ---- میں خود ---- میں خود سر ---- اسی لیے تو میں جیت نہیں سکتی۔ مجھے ہمیشہ ہرا دینے والا ---- پانی سے بھرا میرا قلب مجھے پر سکون نہیں رہنے دیتا۔ جو ہلتا ہی رہے' وہ کس سے جیتے گا سر! کیسے جیتے گا! ایک ذرا سا خیال ہی تو کافی ہے بڑی بڑی لہریں پیدا کرنے کے لیے۔

ڈزالو

(دریا کی لہروں والا شارٹ)

کٹ

سین 27 ان ڈور شام کا وقت

(ارشاد اور مومنہ دونوں دروازے تک آ چکے ہیں اور الوداعی جملے ادا کر رہے ہیں۔)

مومنہ: سر وہ جو---دیکھیں سر آپ مجھے یہاں جگہ نہیں دے سکتے سرونٹس کوارٹرز میں---میں سارے کام کر سکتی ہوں---دھوبی جیسے کپڑے استری کر لیتی ہوں سر---ولایتی سویٹ ڈشیں بنا لیتی ہوں---اندھیرے میں فیوز لگا لیتی ہوں۔ آپ کو کوئی چاکر نہیں چاہیے؟

ارشاد: اور تمہارا وہ بیٹا کیا کرے گا مومنہ---مومنہ عدیل؟

مومنہ: وہ تو سر دوبئی چلا گیا باپ کے پاس---وہ امی کے ساتھ ایڈجسٹ نہیں کر سکا۔

ارشاد: اچھا مومنہ! اب تم یہ کرو کہ گھر چلی جاؤ۔ بہت دیر ہو گئی ہے۔

مومنہ: آپ مجھے واقعی نہیں رکھ سکتے سر! امی نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے سر اور---دیکھئے ناں مجھے اتنی جلدی گھر کہاں ملے گا۔

ارشاد: بہت دیر ہو گئی ہے مومنہ!

مومنہ: دیر کہاں سر! مجھے تو لگتا ہے کہ جیسے ایک خیال میرے دل میں آیا اور چلا گیا---اتنی دیر ہوئی ہے ساری۔ لیکن خیال ایسا تھا سر کہ اس سے پیدا ہونے والی لہریں ساری زندگی پر سکون نہیں ہوں گی۔

ارشاد: (آشیر باد کے انداز میں) اچھا بھئی 'خدا حافظ!

(تصویر سٹل ہوتی ہے۔)

کٹ

سین 28 آوٹ ڈور دن

(مومنہ پھاٹک کے قریب پہنچ چکی ہے۔ ارد گرد کبوتر چگ رہے ہیں۔ وہ پھاٹک کھول کر باہر نکلتی ہے۔ عین وہیں سے شاٹ شروع کیجئے جہاں سین 2 میں ڈاکیہ ٹانگ اٹھا کر سائیکل پر چڑھنے کو تیار ہے۔ تصویر سٹل ہے یکدم چلتی ہے اور ڈاکیہ سوار ہوتا ہے۔)

محمد حسین: مل گئے ارشاد صاحب؟

مومنہ: اندر تو کوئی بھی نہیں ہے جی۔

محمد حسین: اندر کوئی نہیں! ہم نے تو ان کے ہاتھ میں ڈاک دی ہے---خود آیا ہے دعوت نامہ---شرکت کا---چلے گئے ہوں گے شریک ہونے---

مومنہ: میں نے تو ایک ایک کمرہ دیکھا ہے پوسٹ مین صاحب' وہاں تو کوئی بھی نہیں۔

محمد حسین: اس آنکھ سے تو کچھ بھی نظر نہیں آئے گا بی بی!

(ڈاکیہ سائیکل پر بیٹھ کر روانہ ہو جاتا ہے۔ ایک دم کتوں کے بھونکنے کی آواز شروع ہو جاتی ہے۔ مومنہ اپنی پیلی ٹیکسی کی طرف حیرانی سے دیکھتی ہے اور اس کی طرف بڑھتی ہے۔)

کٹ

قسط نمبر 6

کردار

گڈریا عبداللہ		
ڈاکیہ محمد حسین	:	ارشاد کے گرو۔ ایک روشنی کی تین کرنیں۔ ایک ہی ایکٹر
خاکروب لبھا	:	تینوں رول ادا کرے گا۔
مومنہ	:	ہیروئن
ارشاد کی والدہ	:	ماں کا دوسرا روپ
سلمیٰ	:	ریسرچ آفیسر
عامر	:	ریسرچ آفیسر
نائلہ	:	لیبارٹری اسسٹنٹ
سجاد	:	امیر نوجوان۔ ریسرچ سے وابستہ
باسط	:	شادی شدہ نوجوان۔ نائلہ میں گہری دلچسپی رکھنے والا
نائلہ کی ماں	:	عمر ساٹھ سال
عذرا	:	شجاع کی دوست۔ امیر کبیر بیوہ
تایا کریم	:	سلمیٰ کا دماغی طور پر کھسکا ہوا تایا
بابا سلیمان	:	عامر کا والد۔ متحمل مزاج
عامر کی ماں	:	عمر ساٹھ کے لگ بھگ
رضیہ	:	عامر کی طلاق یافتہ بہن
	:	اور چند ضمنی کردار

سین 1 ان ڈور دن

(نائیلہ باسط کے ساتھ ہوٹل میں بیٹھی ہے۔ باسط خوبصورت 'لمبا' شادی شدہ نوجوان ہے لیکن متذبذب ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے روٹھے سے لگتے ہیں اور بہت آہستہ آہستہ چائے پی رہے ہیں۔)

نائیلہ: پھر؟

باسط: ہاں پھر!

(نائیلہ آنسوؤں کے قریب ہے۔ وہ آہستہ سے پیالی اٹھاتی ہے لیکن پیئے بغیر پھر رکھ دیتی ہے۔)

نائیلہ: ہاں تو اس کے بعد؟

باسط: اس کے بعد! اس کے بعد کیا؟

(باسط پیالی اٹھاتا ہے۔ پھر وہیں رکھ دیتا ہے۔)

نائیلہ: سوچا کیا ہے آپ نے؟

باسط: میں نے؟ میں نے کیا سوچنا ہے؟

نائیلہ: کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے آپ میری؟ اس کی ---- اپنی بیوی کی؟

باسط: نائیلہ! ذمہ داری تو میں تم دونوں کی محسوس کرتا ہوں لیکن ----

نائیلہ: باسط میں کتنی دیر لٹکی رہوں ---- محض اس امید پر کہ کسی دن کوئی معجزہ ہو گا اور معاملات خود بخود سدھر جائیں گے۔

باسط: مجھے کچھ مہلت دو۔

نائیلہ: دن؟ مہینے سال کتنی مہلت؟ ---- ایک صدی!

باسط: بس دو چار ہفتے ---- میری بیوی میکے جانے والی ہے۔ پھر آسان ہو جائے گا۔

نائیلہ: کاش! میں آپ سے نہ ملی ہوتی! آپ فیکٹری نہ آتے ---- مجھے اپنی کار میں لفٹ نہ دیتے ----

باسط: کاش! ہمارے ملک میں پردہ رہتا! عورتیں مردوں سے اتنا نہ ملتیں ---- مواقع نہ ہوتے ---- آگ نہ بھڑکتی ---- پیاس نہ لگتی ---- سکون رہتا ---- گھر نہ ٹوٹتے۔

نائیلہ: انسان کو اپنے اوپر کنٹرول ہونا چاہیے۔ جب آپ کو معلوم تھا کہ آپ شادی شدہ ہیں'

آپ کا گھر ٹوٹ جائے گا تو---- تو---- آپ میں اتنا سیلف کنٹرول ضرور ہونا چاہیے تھا کہ آپ مجھے Ignore کرتے۔ میرے قریب تک نہ آتے۔

باسط: جب میل ملاقات کی اتنی آزادی ہو---- دوپہر کو اکٹھے کھانا ہو روز---- پھر آدمی کو بھی کبھی بھول بھی جاتا ہے کہ وہ شادی شدہ ہے۔

نائیلہ: پھر اب کیا کریں باسط؟

باسط: مہلت دو نائیلہ کچھ ہفتوں کی---- مجھے خود کچھ سمجھ نہیں آرہا۔

کٹ

سین 2 آوٹ ڈور دن

(مومنہ، سلمیٰ اور نائیلہ تینوں سڑک پر اکٹھی جارہی ہیں۔ ان تینوں کے ڈائیلاگ علیحدہ ریکارڈ کر کے چلتی ہوئی لڑکیوں پر سپر امپوز کریں۔)

مومنہ: آج نائیلہ بڑی چپ ہے۔ کیوں نائیلہ؟

نائیلہ: بس تھک گئی ہوں ذرا۔

سلمیٰ: یہ کیا بولے! بلکہ کوئی بھی ورکنگ وومن کیا بولے---- سارا دن کام کام اور کام اور گھر گھستے ہی اور کام کام۔ کم از کم مرد گھر پہنچ کر تو آرام کرتا ہے۔ یہ بیچاری کیا بات کرے!

مومنہ: اسے بھی تو بات کرنے دو سلمیٰ۔

سلمیٰ: اس کا ذہن بند' دل بند' عقل بند! یہ کیا بات کرے گی موم کی مورت!!

نائیلہ: ہاں بھئی قسمت بند' محبت بند' مواقع بند! میں کیا بولوں!!

مومنہ: سر کہا کرتے تھے باقی سب کچھ بند ہو سکتا ہے' قسمت بند نہیں ہوتی---- اس کے کئی راستے ہوتے ہیں۔ Via جاپان بھی آجاتی ہے' Via ایمسٹرڈیم دوبئی بھی پہنچ جاتی ہے۔

سلمیٰ: سال بھر ہونے کو آیا' تمہیں سر کی باتیں بھولی نہیں ابھی۔ کیا بات ہے؟

(کیمرہ مومنہ کا چہرہ کلوز میں ٹریٹ کرتا ہے۔ دو بے چین نظر آتی ہے۔ یہاں تصویر چند ثانیے کے لیے سٹل ہوتی ہے۔ پھر جب تصویر جاری ہوتی ہے تو ایک ویگن بس سٹاپ پر رکتی ہے۔ مومنہ بھاگ کر وین میں سوار ہوتی ہے۔ ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کرتی ہے۔)

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن

(گڈریا عبداللہ اپنے مخصوص استھان پر کھڑا ہے۔ اس کی بکریاں چر چگ رہی ہیں۔ اس نے اپنی لاٹھی ٹھوڑی کے نیچے کھڑی کر رکھی ہے اور اسی کے سہارے کھڑا ہے۔ اس کی نظریں دور نا موجود ارشاد سے لانگ شاٹ میں مخاطب ہیں۔)

عبداللہ: سن بابو لوکا! تو اس کو ڈھونڈنے اور اس کا کھوج پانے کے لیے کہاں چلا گیا' کدھر کو نکل گیا! اس کو ڈھونڈنے اور اسے پانے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔ راستے تو دور جانے کے لیے ہوتے ہیں---- سفر تو کرنے اور منزلیں طے کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ یہاں سے تو کہیں جانا ہی نہیں---- کہیں پہنچنا ہی نہیں' پھر راستہ کیسا؟ اسے پانے اور اسے کھوجنے کے لیے تو ہمیں اپنے اندر اترنا ہے---- اپنے وجود میں ڈھونڈنا ہے بابا لوکا! اپنی شہ رگ کے ساتھ تلاش کرنا ہے---- اور جب اپنی شہ رگ کے پاس پہنچ گئے تو پھر وہاں موجاں ہی موجاں---- میلے ہی میلے۔ بڑی دور چلا گیا ہے بابا لوکا! پر میری بات سن لے کہ اصل میں کوئی راستہ وہاں نہیں جاتا---- اس تک نہیں لے جاتا۔ وجہ یہ بابا لوکا کہ وہ وہاں نہیں (گلے کے نیچے ہاتھ لگا کر) یہاں ہے۔ اور یہاں کے لیے کوئی راستہ نہیں---- کوئی پگڈنڈی نہیں۔ بس اندر اترنا ہے---- اپنے اندر۔ اندر دیکھنا ہے---- اندر جھات ڈالنی ہے کہ کوئی گند بلا تو نہیں---- کوڑا کرکٹ تو نہیں۔ شہ رگ کے تخت طاؤس کے نیڑے نیڑے---- شرک منافقت تو نہیں اندر---- بس پھر تے ای خیر اں----

(اپنی جگہ سے چل کر بکریوں کو ہو ہو کرنے لگتا ہے اور فیلڈ آؤٹ ہوتا ہے)

کٹ

سین 4 ان ڈور شام کا وقت

(نائیلہ کا گھر۔ یہ ایک تنگ و تاریک مکان ہے جس میں تنگ و تاریک سیلے سیلے سے کمرے ہیں۔ نائیلہ ایسے ہی ایک کمرے میں کھڑی ہے۔ وہ ابھی ابھی فیکٹری سے گھر پہنچی ہے۔ ماں چارپائی پر بیٹھی دال چگنے میں معروف ہے۔)

نائیلہ: میں ابو پوچھ رہی تھی کہ کچھ کھانے کو ہے؟

ماں: بس یہ دال صاف کر کے ابھی چڑھا دیتی ہوں۔

نائلہ: کچھ تو دوپہر کو پکایا ہو گا اماں۔

ماں: پکایا تھا' پکایا کیوں نہیں۔ کریلے گوشت تھا۔

نائلہ: (تکان کے ساتھ) تو چل وہی دے دے۔ بڑی بھوک لگی ہے۔

ماں: لے وہ اب تک پڑے ہیں کریلے گوشت ---- ظہر کی اذان ہو رہی تھی' تیرا ماما مجید آ گیا ---- دیگچی سامنے رکھ لی' میں روٹیاں پکاتی گئی اور وہ کھاتا گیا۔ چوم چاٹ کر دیگچی کھرے میں رکھ دی۔

نائلہ: اور بچے؟

ماں: ہم سب نے تو دہی منگا کر روٹی کھالی۔

(نائلہ قدرے غصے کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ جاتی ہے۔ اس وقت ایک دس برس کا لڑکا' ایک چھ برس کی بچی اندر آتے ہیں۔)

لڑکا: نائلہ باجی پانچ روپے ہیں؟

ماں: کیا کرنے ہیں؟

لڑکی: اماں سموسے لینے ہیں' بڑی بھوک لگی ہے۔

(نائلہ پیسے دیتی ہے۔)

ماں: ایک تو تو نے انہیں بگاڑ رکھا ہے

دونوں بچے: تھینک یو باجی ---- (جاتے ہیں)

ماں: بھکشو! ایک سموسہ باجی کو بھی لا دینا۔

نائلہ: جی نہیں' شکریہ!

(چند لمحوں کا سکوت)

ماں: نائلہ!

نائلہ: جی اماں!

ماں: وہ رشتے کرانے والی آئی تھی' آنٹی صغراں۔

نائلہ: (اٹھتے ہوئے) جی پھر؟

ماں: کیا سوچا ہے تو نے؟

نائلہ: کس بارے میں؟

ماں: اچھا بھلا ایل ڈی اے میں ملازم ہے۔ چھوٹی کار ہے۔ دو بچے ہوئے تو کیا ہوا۔ یتیموں کو

پالنا بڑے ثواب کا کام ہے۔

نائلہ: اگر میں یتیموں کو پالنے چلی گئی ماں تو یہ سارا گھر یتیم ہو جائے گا۔

ماں: اللہ مالک ہے ہم سب کا!

نائلہ: (جاتے ہوئے) آنٹی صغراں نے بھی گھر دیکھ لیا ہے۔ جب کہیں سے گزارہ الاؤنس نہیں ملتا' یہاں آجاتی ہے دو ہاجوؤں کے رشتے لے کر۔

(غصے کے ساتھ اندر والی سائیڈ کی طرف نکل جاتی ہے۔ بچے سموسے لے کر آتے ہیں۔)

لڑکا: باجی سموسہ کھالیں۔

کٹ

سین 5 ان ڈور کچھ لمحوں بعد

(ایک بوڑھا سا آدمی پلنگ پر لیٹا ہے۔ اس کے چہرے پر عینک ہے اور وہ دھاگے میں کوٹ کا بٹن پروئے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اس بٹن کو دھاگے پر چلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ نائلہ دروازہ کھول کر آتی ہے۔)

نائلہ: سلام علیکم ابا!

(اس وقت سولہ سترہ برس کا نوجوان اندر آتا ہے۔)

نوجوان: ابا بجلی کا بل کہاں ہے؟ مالک مکان آیا ہے۔

باپ: مجھے کیا پتا بیٹا! میں کبھی ادا کرنے گیا ہوں بجلی کا بل۔

نوجوان: ایک تو یہاں کوئی چیز ہی نہیں ملتی کبھی وقت پر --- ایک جنگل ہے --- سرکس ہے --- چڑیا گھر ہے۔

(غصے سے جاتا ہے۔)

باپ: غصہ زیادہ ہو گیا ہے آج کل کہ --- برداشت کم ہو گئی ہے ہم بڈھوں کی!

نائلہ: اس کی تو عادت ہے! بات ہو نہ ہو' جھگڑو ضرور بنالیتا ہے سلمان۔

باپ: بیٹھ جا!

نائلہ: بس ابا لیٹوں گی۔ بڑی تھک گئی ہوں۔

باپ: ہاں --- تھک تو گئی ہو گی۔ کتنے سال ہو گئے فیکٹری جاتے؟

نائلہ: پانچ سال ابا!

باپ: کب تک یہ گاڑی کھینچے گی نائیلہ؟

نائیلہ: بس ابا سلمان کو کہیں نوکری مل جائے ----

باپ: جس گھر میں بیٹیاں گھر کا بوجھ اٹھالیں' وہاں بیٹے کبھی برسرروزگار نہیں ہوتے۔ وہ کچھ ادھر ادھر ہو جاتے ہیں نائیلہ!

نائیلہ: میری فکر نہ کریں ابا' میں ٹھیک ہوں۔

باپ: تو ٹھیک ہوتی تو اپنے شوہر کے ساتھ ہمارے گھر آیا کرتی کبھی کبھار۔ میں سوچتا تھا' سال چھ ماہ کے بعد اٹھ کر کام پر جانے لگوں گا۔ سنا ہے جہاں میں ٹائپ رائٹر لے کر بیٹھا کرتا تھا' وہاں اب یونس نے فوٹو سٹیٹ مشین لگالی ہے۔

نائیلہ: ہاں ابا!

باپ: کچھ دنوں کے لیے ٹائپ رائٹر لے کر گیا تھا' چار سال ہو گئے ---- کبھی شکریہ ادا کرنے ہی آجاتا۔ سنا ہے بڑا کام ملنے لگا ہے اس کو!

نائیلہ: کچہری کے سامنے جو بیٹھتا ہے ابا۔

باپ: (سرہانے تلے سے دو میٹھی گولیاں نکال کر) یہ لے! بڑی اچھی لیمن ڈراپس ہیں۔ صبح سے میں نے چھپا کر رکھی ہیں (آہستہ) باسط آیا تھا میرے پاس آج ---- بیچارہ اچھا آدمی ہے لیکن مجبور ہے ---- بیوی ساتھ تھی اس کے ---- تو ملی ہے ناں زینت کو ---- بڑی اچھی عورت ہے ---- بدنصیب ہے تیری طرح۔

کٹ

سین 6 ان ڈور شام کا وقت

(سلمیٰ غصے میں بھوت بنی کھڑی ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک خط ہے۔ تایا تکریم دبکا ہوا چارپائی پر بیٹھا ہے۔)

سلمیٰ: تایا تکریم! یہ خط آپ میری امی کو دے دیجئے گا۔ وہ آپ کو اپنے پاس رکھ لے گی۔ میرے پاس اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ میں اپنی یوں بے عزتی کراتی پھروں بازاروں میں۔ امی نے ساری عمر نیکی کر کے دریا میں ڈالی ہے ---- وہ خوشی سے آپ کو معاف کر دیں گی۔ آپ ان کے پاس چلے جائیے پلیز۔

تایا: نہ سلمیٰ بیٹی! تو میرے حصے کی بات بھی تو سن لے۔

سلمیٰ: کیا سنوں آپ کے حصے کی بات! بازار میں اس بد تمیز نے میرا دوپٹہ کھینچ کر روکا۔ کس لیے؟ آپ کی وجہ سے---- ورنہ آپ فیکٹری میں چل کر دیکھئے۔ پندرہ سو ورکر نکلتا ہے شام کو، کبھی غلطی سے بھی کسی نے آنکھ بھر کر نہیں دیکھا میری طرف۔

تایا: بس کل اتنی بات ہوئی ہے---- میں آئس کریم لایا ہوں فقیریئے کی دکان سے۔ میں جانتا ہوں وہ ذرا مشغول تھا۔ میں نے اس کے چھوٹے سے کہا، بھئی شام کو پہنچادوں گا پیسے۔ کل اتنا معاملہ ہوا ہے۔ میں قرآن اٹھالیتا ہوں۔

سلمیٰ: جو کوئی بھی معاملہ ہوا یا نہیں ہوا، میں آپ کو رکھ نہیں سکتی۔ بس یہ میرا فیصلہ ہے۔

تایا: میں ابھی پوچھ کر آتا ہوں فقیریئے سے دو چماٹے لگاؤں گا چھوٹے کو۔ اس کی یہ مجال! سیدھا نہ کر دیا تو نام تایا تکریم نہیں۔ (کھسکنے لگتا ہے)

سلمیٰ: (سرد غصے کے ساتھ) رک جائیں تایا تکریم اسی جگہ!

تایا: لے رک گیا---- اسی جگہ۔

سلمیٰ: میں اب آپ کو نہیں رکھ سکتی---- سنتے ہیں آپ۔ ختم خما---- آپ یہاں سے چلے جائیں سیدھے سیدھے۔

تایا: وجہ؟ آخر وجہ؟

سلمیٰ: بس میری مرضی---- میں ہر روز کی یہ بک بک برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ سدھر نہیں سکتے تکریم تایا! آپ چلے ہی جائیے۔

تایا: لے ہے! تیری مرضی ہے میں نہ رہوں اور میری مرضی ہے میں رہوں۔ ان کواٹروں سے میری لاش نکلے۔ دھوم دھام کا جنازہ ہو۔ اب تو یہ بتا میں بڑا ہوں کہ تو؟ میری مرضی ہو گی کہ تیری؟

سلمیٰ: بڑے تو آپ ہی ہیں لیکن میں آپ کو نہیں رکھ سکتی۔ ہرگز نہیں---- ایک منٹ کو بھی نہیں۔

کٹ

سین 7

ان ڈور دن

(مومنہ کا چھوٹا سا گھر۔ اس وقت مومنہ اور عامر بیٹھک نما ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں۔ سادہ سی چائے کا ٹرے سامنے دھرا ہے۔)

عامر: اچھا مومنہ جی! تو میں پھر چلتا ہوں۔

مومنہ: ہاں بھئی---- مجبوری ہے۔ (عامر اٹھتا ہے) وہ دراصل مہینے کا آخر ہے ناں۔ میرے اپنے پاس کل پچاس روپے ہیں۔

عامر: بس مجھے تھوڑی سی تکلیف تھی۔ چلیے میں سجاد سے مانگ لوں گا۔ آپ فکر نہ کریں۔

مومنہ: سچ عامر---- میرے پاس ہوتے تو میں ضرور تمہاری مدد کر دیتی۔ آئی ایم سوری۔ میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔

عامر: کوئی بات نہیں مومنہ جی۔ ٹھیک ہے۔
(چلتا ہوا دروازے تک پہنچتا ہے۔)

مومنہ: عامر!

عامر: جی!

مومنہ: وہ---- بات یہ ہے---- پتہ نہیں تم سمجھ سکو کہ کچھ اور ہی نتیجہ نکالو۔ میرے پاس پانچ سو تو نہیں بلکہ ہزار روپیہ ہے ٹوٹل وغیرہ کر کے، لیکن----

عامر: تو آپ مجھے دے دیں پلیز! تنخواہ ملنے میں کل چار دن تو باقی ہیں۔ میں فوراً دے دوں گا۔ پرومس!

مومنہ: جب سے ارشاد صاحب گئے ہیں ناں تب سے کوئی ادھار ہی نہیں دیتا۔ یہ ساری مدت میں لوگوں سے قرض مانگتی رہی ہوں، کسی نے کبھی میری مدد نہیں کی۔ فقیروں کی طرح یہ وقت گزرا ہے۔

عامر: مومنہ جی پلیز اعتبار کریں (گھڑی اتارتے ہوئے) چلیے آپ یہ گھڑی رکھ لیں ضمانت کے طور پر۔ (مومنہ گھڑی پکڑ لیتی ہے لیکن کافی ہچکچاہٹ کے بعد) اگر میں دوسری تاریخ کو نہ آیا تو گھڑی آپ کی----

مومنہ: وہ بات یہ ہے عامر آج تک جس کسی نے مجھ سے قرض لیا ناں اس نے کبھی واپس نہیں دیا۔ (گھڑی دیکھ کر) یہ گھڑی اتنی قیمتی تو نہیں لگتی۔

عامر: نہیں جی کافی مہنگی ہے۔ میری برتھ ڈے پر سلمٰی نے لے کر دی تھی، پونے سات سو کی۔
(مومنہ پرس کھول کر اس میں گھڑی رکھتی ہے۔ پھر پانچ سو کا نوٹ نکال کر دیتی ہے۔)

مومنہ: پتہ ہے عامر، پورا سال ہو گیا---- کسی نے میری مدد نہیں کی۔ خدا جانتا ہے کبھی کبھی مجھے

بڑی مشکل پڑ جاتی ہے پر ہر ایک کو ہی منی پرو بلم ہے۔ یہ پانچ سو واپس ضرور کر دینا---- سر بھی نہیں ہیں جو میری مدد کر دیں گے۔ مہینے کے آخری دن ہیں۔

عامر: ضرور واپس کر دوں گا مومنہ جی' آپ بے فکر رہیں۔ تھینک یو ویری مچ۔ (جاتے ہوئے مڑ کر) بہت بہت شکریہ---- اصل میں میں سجاد سے قرض لینا نہیں چاہتا تھا' اس لیے آپ کے پاس آ گیا۔

مومنہ: عامر!

(عامر واپس آتا ہے۔)

عامر: جی باجی!

(مومنہ پرس کھولتی ہے' گھڑی نکالتی ہے۔ اسے ہلا کر کان سے لگاتی ہے۔ پھر دیکھتی ہے۔)

مومنہ: بھئی یہ تم واپس لے لو۔ کچھ اچھا نہیں لگتا۔

عامر: کیا اچھا نہیں لگتا؟

مومنہ: بھئی یہ گھڑی وڑی رکھنا---- آدمی کچھ یہودی سا لگتا ہے' اسرائیلی سا۔ لیکن رقم ضرور لوٹا دینا دو تاریخ کو' پلیز۔ میں نے کمیٹی ڈالی ہوئی ہے۔

(مومنہ پرس کھول کر کچھ دیکھنے لگتی ہے۔)

عامر: ضرور جی ضرور---- خدا حافظ تھینک یو!

کٹ

سین 8 ان ڈور شام کا وقت

(تایا کریم اپنے کپڑے ایک چھوٹے سے بکسے میں بڑے غلط طریقے سے پیک کر رہا ہے۔ کچھ دور سلمیٰ بیٹھی چائے کے ساتھ برگر کھا رہی ہے۔)

تایا: (دکھ کے ساتھ) میں تو ساری عمر دوسروں کی مرضی کی سولی پر ٹنگا رہا۔ چھوٹا تھا تو ماں کی مرضی چلتی تھی---- جوان ہوا تو تمہاری تائی نے گلے میں پٹا ڈال دیا---- بچے جوان ہوئے تو ان کے ہاتھ میں ہنٹر تھا مرضی کا۔ میں تو گیند ہی بنا رہا' سلمیٰ بیٹا تو دوسرے ہی تھے۔ بھی کریم کو چوکا مار دیا' کبھی چھکا۔

سلمیٰ: ایویں خواہ مخواہ مسکین نہ بنیں تایا کریم! میں آپ کو ایک مجمع سے پکڑ کر لائی---- بچے

آپ کو پتھر مار رہے تھے۔ کیا حالت تھی اس وقت آپ کی!

تایا: بری حالت تھی ---- کپڑے پاٹے ہوئے ---- ایک پاؤں سے ننگا ---- بخار چڑھا ہوا۔ میں مانتا ہوں۔ میں کب مکرتا ہوں۔ بری حالت تھی میری۔ تو ہی مجھے وہاں سے چھڑا کر لائی۔

سلمٰی: پھر میں نے آپ کو نہلایا۔ دھلایا ----

تایا: بندہ بنایا۔ میں مکرتا ہوں؟ پر سلمٰی بتا ---- سچی بتا کبھی میں مکرا ہوں تیرے احسان سے۔ کبھی تو نے آج تک مجھے پوچھا تایا کیا کھانے کو جی چاہتا ہے تیرا؟ کبھی تو نے پوچھا تایا کپڑے کون سے رنگ کے ہوں تیرے لیے؟ جب تجھے نیند آجاتی ہے تو بتی بجھا دیتی ہے' کوئی جلا نہیں سکتا۔ جس وقت تو کھانا چاہتی ہے اسی وقت ہی کھانا پڑتا ہے' ٹھہر کے نہیں۔

سلمٰی: (سختی سے لیکن گھبرا کر) اس وجہ سے تایا ---- اس وجہ سے کہ جو کمائے گا' مرضی اسی کی چلے گی۔ جو انسان کسی قسم کی کنٹری بیوشن نہیں کرتا' وہ ڈکٹیٹ نہیں کرا سکتا۔

تایا: ٹھیک ہے' ٹھیک ہے! میں جانتا ہوں ---- مانتا ہوں۔ جو کما نہیں سکتا' وہ منوا کیسے سکتا ہے بھلا۔ بالکل ٹھیک ہے۔

مومنہ: پھر جب آپ کی پوزیشن ہی ایسی نہیں منوانے والی تو پھر آپ Complain کیوں کر رہے ہیں!

تایا: Complain تو نہیں کر رہا' میں تو پوچھ رہا ہوں۔

سلمٰی: کیا پوچھ رہے ہیں آپ؟

تایا: میں پوچھ رہا ہوں کہ بچے بھی تو گھر میں کچھ کنٹری بیوٹ نہیں کرتے' نہ پیسے لا کر دیتے ہیں نہ کام کاج کر کے دیتے ہیں' نہ کوئی ہاتھ بٹاتے ہیں لیکن ان سے تو کوئی ناراض نہیں ہوتا۔ ان سے تو کوئی کنٹری بیوٹ کرنے کو نہیں کہتا۔ کیا تم بڈھے آدمی کو ویسے نہیں رکھ سکتیں لاڈ پیار کے ساتھ ---- بچے کی طرح؟

سلمٰی: (ہنس کر) بچے کی طرح تایا جی ---- بچے کی طرح! جناب عالی بچے پر تو بے طرح پیار آتا ہے۔ اس کے بغیر تو گھر ویران ہوتا ہے اور بڈھا؟ بڈھا تو گھر کا بوجھ ہوتا ہے ---- معاشرے کا بوجھ ---- جوانوں کا بوجھ۔

(یکدم جیسے تایا کریم کو بات سمجھ آجاتی ہے اور وہ سوٹ کیس اٹھاتا ہے۔)

تایا: لے سلمٰی! بات سمجھ میں آگئی بیٹا ---- آج ساری بات سمجھ میں آگئی۔ ابھی تک میرا

خیال تھا کہ تو مجھ سے پیار کرتی ہے---- اپنے سر پر باپ کا سایہ سمجھتی ہے۔ لیکن وہ میری بھول تھی---- میری حماقت تھی۔ پر اب بات سمجھ میں آگئی---- سمجھ میں آگئی میرے۔ سمجھ گیا---- سمجھ گیا۔

(بلھے شاہ کی کافی "گل سمجھ لئی تے رولا کی"---- گاتے گاتے گول گول چکر کاٹنے لگتا ہے اور بھمبیاں سی ڈالنے لگتا ہے۔)

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور دن

(لبھا خاکروب اپنا جھاڑو پہلو میں رکھے ہاتھ پر رکھی روٹی کھا رہا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک چھوٹی سی کوڑے کی ڈھیری کو آگ لگی ہوئی ہے جس میں سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ لبھا اس جلتی اور دھواں چھوڑتی ڈھیری کو دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔ اس پر اسی کی آواز سپر امپوز ہوتی ہے)

لبھا (آواز): جب تک اپنے آپ کو مار نہیں لوگے---- ساڑ کے سواہ نہیں کر لوگے اس کا بھید نہیں ملنا۔ اہل کوئی بھی بھید نہیں ملنا۔ پرانے کو مارنا پڑے گا تے نویں کو جنم دینا پڑے گا۔ پرانا رستہ---- پرانی سوچ---- پرانا وجود---- پرانی آکڑ---- پرانی شیخی سب کو ختم کرنا پڑے گا۔ چتا میں ڈال کر بھسم کرنا پڑے گا۔ ایہہ جو نسیاں بڑیاں درگاہواں اور آستانیاں پر آگ سلگ رہی ہوتی ہے، "مچ" لگا ہوتا ہے، چتا روشن ہوتی ہے، اس کی راکھ لے لے کے ای جا رہے ہوتے ہیں بھولے لوک پڑیاں بانھ بانھ کے۔ راکھ نہیں لے جانی ہوتی میرے سوہنیو، میرے بابیو! وہ آگ اس واسطے جل رہی ہوتی ہے---- لکڑی اسی لیے سلگ رہی ہوتی ہے---- چتا اس واسطے شعلے نکال رہی ہوتی ہے کہ آنے والا اس میں اپنے پرانے اعتقاد، پرانے چالے، پرانی آکڑ، غرور، تکبر پھینک کر ان کو بھسم کر دے---- سواہ بنا دے---- مٹی کر دے۔ اور ایک نیا جنم لوے---- اک نواں جناور پیدا ہووے راکھ سے---- نواں چونچال پکھیرو۔

(ایک تنکے سے قریب کی جلتی ہوئی ڈھیری کی آگ کریدتا ہے۔ شعلہ بلند ہو کر نمایاں ہوتا ہے۔)

کٹ

سین 10　　　ان ڈور　　　صبح کا وقت

(بابا سلیمان کا دیہاتی بھرا پرا گھر۔ گھر میں تین چار بچے اودھم مچاتے کھیل رہے ہیں۔ ایک طرف رضیہ بالٹی میں پانی ڈالے چھڑکاؤ کرنے میں مشغول ہے۔ دوسری جانب عامر کی ماں جھاڑو پھیر رہی ہے۔ بابا سلیمان لسی کا گلاس پینے میں مصروف ہے۔)

ماں: ایسی کس کس کے لگاؤں گی کہ سرت ٹھکانے آجائے گی۔ آرام سے بیٹھو' بات کرنے دو۔

(بچے نانی کی آواز سن کر شور کم کرتے ہیں لیکن بالکل خاموش نہیں ہوتے۔)

رضیہ: سنتے ہو کہ نہیں' دفع ہو جاؤ باہر۔ ہروقت سر پر' ہروقت سر پر۔ باپ نے دھکا دے دیا کہ جا کر اوروں کا سر کھاؤ۔ خود تو عیش میں رہا' مجھ نکرمی کو دھکیل دیا کھوتوں کی فوج میں۔

بابا: اوئے رضیہ---اوئے رضیہ! اچڑی کے بوٹ جیسا تو ان بچوں کا دل ہوتا ہے' تو شیر کی طرح دھاڑ رہی ہے۔ بہہ جاؤ کاکا' پروہنے آنے والے ہیں۔ کتنی بار صفائی کریں گی بیچاریاں۔

ماں: تو بیٹھ کر لسی پیتا رہ! دس دفعہ کہہ چکی ہوں مرغی لادے' مرغی لادے۔ کب اس کے کھمب اتریں گے' کب بوٹیاں ہوں گی' کب پکے گی---

رضیہ: ہانڈی میں جلدی پک جائے گی ماں' فکر نہ کر۔

ماں: ہمارے پاس تو ویسے مسالے بھی نہیں ہوتے سلیمان' پتہ نہیں شہرن کو پسند بھی آئے کہ نہ آئے۔

رضیہ: کدو کا حلوہ تو میں نے ایسا پکایا ہے کہ انگلیاں چاٹتی رہے گی۔

ماں: سلیمان اب اٹھ بھی جا خدا کے لیے! بڑی دیر ہو گئی۔

بابا: تو فکر نہ کر بھلی لوک! ایسا نرم اصیل مرغا لاؤں گا---پونے گنے جیسی ہڈیوں والا' کڑک کڑک منہ میں ہڈیاں بھی روں بن جائیں گی۔

ماں: چلا بھی جا سلیمان! ورنہ ہو شہرن کو کچی مرغی کھانی پڑے۔

بابا: جو ہمارے عامر کی پسند ہو گی ناں نیمے' اس نے ہم سب میں گھل مل جانا ہے۔ رضیہ کے بچے کو دی چڑھا لیتے ہیں۔ گلاں باتاں---گلاں باتاں--- بھلی لوک۔ اس نے سالن روٹیاں دیکھی ہیں---اسے تو تیرے میں' میرے میں' ان سارے بالوں میں بھورا

بھورا عامر مل جاتا ہے۔ تو دیکھتی تو جا!

(بابا سلیمان جاتا ہے۔ کیمرہ اسی پر رہتا ہے۔)

کٹ

سین 11 آوٹ ڈور کچھ دیر بعد

(بابا سلیمان کے ساتھ رضیہ کے چار بچے جا رہے ہیں۔ کبھی بچے آگے نکل جاتے ہیں' کبھی بابا۔ یہ سارے بے حد خوش نظر آتے ہیں۔)

کٹ

سین 12 آوٹ ڈور کچھ دیر بعد

(بابا سلیمان رہٹ سے کچھ دور چارپائی پر بیٹھا ہے۔ اس کے پاس ایک دیہاتی آدمی بھی بیٹھا ہے۔)

بابا: لے بھائی منظور خوشی جیسی خوشی' ہمارے گھر تو عید چڑھی ہوئی ہے۔ پچھلے جمعے عامر آیا تو کہنے لگا ابا اگلے جمعے کو سلمیٰ آئے گی۔ لے تو قسم لے لے---- یہ ہفتہ تو ایسے گزرا ہے---- سال جیسا۔ دن ہی ختم ہونے میں نہ آئیں (انگلیوں پر گنتے ہوئے) ہفتہ' اتوار' پیر' منگل' بدھ' جمعرات---- جمعہ

منظور: پڑھی لکھی ہوگی؟

بابا: چوکھی پڑھی لکھی ہے۔ (ہنس کر) انگریزی بولتی ہے فر فر۔ تیرے میرے کو سمجھ نہیں آتی' عامر سمجھ لیتا ہے انگریزی۔

منظور: (آواز گرا کر) بھائی سلیمان ان شہری لڑکیوں کے ہڈ کاٹھ اچھے نہیں ہوتے---- نری مردار ہوتی ہیں۔

بابا: ناں ناں! عمیرے نے پتہ کر لیا ہے عامر سے۔ اچھی لمی گوری چٹی' ہتھ پاؤں کھلے' متھا سوہنا۔ لے یہ بھی کوئی ڈر والی بات ہے' عامر کے نکری ہے۔

منظور: لے پھر تو تجھے مبارک ہی مبارک---- کم بن گیا۔ عامر بھی تو اب پکا شہری ہو گیا ہے۔

بابا: لے بھائی منظور امری کے پیسے کچھ چرکے ملیں گے' عامر کی تنخواہ پر۔

منظور: پیسوں کی فکر نہ کرا کر۔ جب آ گئے آ گئے نہ آئے نہ آئے۔

بابا: (آواز دے کر) اوئے کمال---- بچیو لوگ اتنی دیر میں بھینس کا کھرا پتہ کر کے بھینس ڈھونڈ لیتے ہیں' تم سے بھورا جتنی مرغی نہیں پکڑی گئی۔

(اب کیمرہ ان دونوں کو چھوڑ کر رہٹ کی دوسری طرف جاتا ہے۔ یہاں رضیہ کی ایک بچی اور تین لڑکے ایک مرغی پکڑنے میں مشغول ہیں۔ یہ سین کم از کم آدھ منٹ کا ہونا چاہیے مرغی کبھی کھیت میں گھس جاتی ہے' کبھی اڑان بھرتی ہے۔ کبھی بچے پیچھے بھاگتے ہیں' کبھی گھیر اڈالتے ہیں۔ مرغی کڑ کڑ کرتی ہے' بھاگتی ہے)

کٹ

سین 13 آوٹ ڈور دن

(رضیہ اور نعمتے دونوں مل کر ایک بھاری سی دری جھاڑ رہی ہیں۔ ان کا ٹوٹا پھوٹا گھر بیک گراؤنڈ میں نظر آرہا ہے۔ دری کی گرد سارے میں پھیلی ہے۔)

کٹ

سین 14 ان ڈور دن

(بابا سلیمان کے گھر میں بڑی تیاری ہے۔ اس وقت بچے دروازے کے ساتھ سہرے والے پھول ٹانگ رہے ہیں۔ کمرے میں صاف کھیس اور دری بچھی ہے۔ درمیان میں دری پر دستر خوان ہے اور اس پر کٹوریاں گلاس سجے ہیں۔ ایک بچی اگر بتی سلگانے میں مشغول ہے۔ رضیہ آئینے کے سامنے کھڑی کانوں میں ڈنڈیاں پہن رہی ہے۔ ماں نے خوب کس کے چٹیاں بنا رکھی ہے اور آخری بل دے رہی ہے۔ ایک بچہ گلاس میں گلاب کے پھول سجا کر دستر خوان کے وسط میں رکھتا ہے۔)

رضیہ: جب باجی سلمٰی آئے تو کیا کہنا ہے سب نے؟

چاروں: السلام علیکم!

ماں: وعلیکم السلام جیتے رہو!

رضیہ: آگے بڑھ کر کسی نے کپڑے خراب نہیں کرنے باجی سلمٰی کے۔

ماں: لے ان چھوٹے چھوٹے نادان بچوں نے کسی کے کپڑے کیا خراب کرنے ہیں۔

رضیہ: اور تو نے کیا کرنا ہے کمال' باجی کے آنے پر؟

کمال: میں جی ریڈیو لگا دوں گا فوراً۔

رضیہ: ریڈیو لے بھی آیا ہے کہ نہیں؟

کمال: گیا تھا امی' انہوں نے دیا نہیں۔

رضیہ: یہ تو حال ہے چاچا غلام رسول کا! اپنی باری تو آخری بوری کنک کی اٹھا لے جاتا ہے مسکراتا مسکراتا۔ جا پھر سے مانگ۔ کہنا امی نے مانگا ہے۔ ہمارا ٹرانسسٹر خراب ہو گیا ہے' نہیں تو ہمیں کیا ضرورت تھی مانگنے کی۔

ماں: جانے دے رضیہ! اس کا ریڈیو۔ اس کا دل نہیں چاہتا دینے کو۔

لڑکی: امی یہ اگر بتی نہیں سلگ رہی۔

ماں: برسات کی ہوا لگ گئی ہے۔ ذرا چولہے کے آگے رکھ شاباش!

رضیہ: اگر باجی سلمٰی کوئی گانا سننے کی فرمائش کرے تو۔۔۔۔ تو کیا کرنا ہے؟

(یکدم بچے مؤدب ہو کر دری پر اکٹھے بیٹھ جاتے ہیں اور بڑی لہک سے گاتے ہیں۔)

بچے: جیوے' جیوے' جیوے پاکستان
پاکستان' پاکستان' جیوے پاکستان
(کچھ دیر بچے گاتے رہتے ہیں۔)

ڈزالو

سین 15 آوٹ ڈور دوپہر کا وقت

(عامر موٹر سائیکل پر ڈیفنس کی شاندار کوٹھیوں کے پاس سے گزرتا ہے۔ ایک بہت عالی شان کوٹھی کے سامنے جا کر رکتا ہے۔ موٹر سائیکل باہر رکھتا ہے اور پھر کچھ جھینپو انداز میں اندر جاتا ہے۔)

کٹ

سین 16 ان ڈور چند لمحے بعد

(ڈیفنس کا شاندار گھر اور اس میں ایک خوبصورت ڈرائنگ روم)

سجاد: کافی پیو گے کہ چائے؟

عامر: صرف ایک گلاس ٹھنڈا پانی!

سجاد: (تپائی کے ساتھ لگی بیل بجاتا ہے) بہت اچھا بادام کا شربت بنایا ہے امی نے۔

عامر: وہی سہی!

(ملازم آتا ہے۔)

سجاد: جناب رمضان صاحب! ایک عدد بادام کا شربت Crushed Ice کے ساتھ ---- پتہ نہیں اس بار بونس دیتے ہیں کہ پچھلے سال کی طرح گھپلا ڈال دیتے ہیں۔

عامر: تمہیں کیا پروا ہے کسی بونس کی!

سجاد: کیوں ' مجھے پروا کیوں نہیں۔

عامر: مجھے معلوم ہے تم ٹائم مارک کر رہے ہو۔ جونہی تمہیں داخلہ مل گیا برکلے میں ' تم یوں جاؤ گے (چٹکی بجاتا ہے) یوں۔

سجاد: اور تم میرے پیچھے پیچھے یوں آؤ گے۔ (چٹکی بجاتا ہے)۔

عامر: کہاں یار ---- میں تو ابھی ایم ایس سی کا پرچہ کلیئر نہیں کر سکا۔

سجاد: کرتے کیوں نہیں؟

عامر: بس ہو نہیں سکتا۔ پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ یوں لگتا ہے جیسے ---- پتہ نہیں۔

سجاد: کم آن!

عامر: کچھ نہیں ---- ایک ریکوئسٹ تھی!

سجاد: ضرور! بتاؤ ناں!

عامر: تم مجھے کچھ دیر کے لیے ' یعنی آج کے لیے اپنی کار ادھار دے سکتے ہو؟

سجاد: ضرور ---- ضرور بلکہ (جیب سے چابیاں نکال کر) یہ لو جناب چابیاں۔

عامر: یار اگر ---- اف یو ڈونٹ مائنڈ ---- مجھے جلدی ہے۔ صبح کار لے آؤں گا۔

سجاد: ساتھ چلیں گے فیکٹری۔ ادھر ہی ناشتہ کر لینا۔

عامر: یار تمہارا کیا خیال ہے ' یہ ارشاد صاحب لندن کیوں گئے ہیں اتنے لمبے عرصے کے لیے؟

سجاد: میڈیکل چیک اپ کے لیے اور کیا سنا ہے انہیں لیور میں کوئی تکلیف ہے ' کوئی

گرد تھ وغیرہ۔

عامر: لے اب تک چیک اپ ہی کرا رہے ہیں سال بھر سے؟

سجاد: تو تمہارا کیا خیال ہے؟

عامر: بھئی امیر آدمی کا کیا پتہ ہوتا ہے وہ زندگی سے چاہتا کیا ہے' زندگی سے کیا کرتا ہے۔ بڑی چوائس ہوتی ہے اس کے پاس (جاتے ہوئے) میں موٹر سائیکل پورچ میں چھوڑ جاؤں گا۔

(عامر دور سے موٹر سائیکل کی چابیاں پھینکتا ہے۔ سجاد کیچ کرتا ہے۔ ملازم شربت لاتا ہے۔)

ملازم: سر---- بادام کا شربت!

عامر: یہ تمہارے لیے ہے بھائی---- خدا حافظ۔

کٹ

سین 17 ان ڈور دن

(مومنہ کے گھر میں مومنہ اور سلمیٰ بیٹھی ہیں۔ سلمیٰ رونے کے قریب ہے)

مومنہ: شام تک آجائیں گے' تم فکر نہ کرو۔

سلمیٰ: میں سب جگہ ڈھونڈ آئی ہوں۔ وہ اتنی دیر باہر رہتے ہی نہیں۔

مومنہ: پھر پولیس میں اطلاع کر دیتے ہیں۔

سلمیٰ: کس منہ سے پولیس میں اطلاع دوں۔ وہ کہیں گے----
(یکدم چپ ہوتی ہے۔)

مومنہ: وہ کون؟

سلمیٰ: وہ تھانیدار صاحب---- وہ کہیں گے کہ آپ کیسی بھتیجی ہیں جس نے خود تایا کو گھر سے نکال دیا۔

مومنہ: لو تو ہم نے تھانیدار کو بتانا تھوڑی ہے کہ تم نے نکالا ہے۔

سلمیٰ: پھر بھی کچھ تو کہنا پڑے گا۔

مومنہ: ہم کہیں گے کہ دماغی حالت محترم تایا کی ٹھیک نہیں---- الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں۔ آپ تلاش کر کے دیں پلیز۔

سلمیٰ: اور پولیس والے مان لیں گے----؟

مومنہ: مان لینا چاہیے انہیں۔ کوئی کوئی پولیس والا تو بڑا سویٹ ہوتا ہے 'سچ'!

سلمیٰ: مومنہ سارے بازار میں ایک ایک دکان پر پوچھا ہے میں نے----(روتے ہوئے) ہائے تکریم تایا پلیز گھر آجائیں۔ پلیز تایا---جہاں کہیں آپ ہیں گھر آجائیں۔

مومنہ: ایک طریقہ ہے!

سلمیٰ: کیا؟

مومنہ: ریڈیو سٹیشن چلتے ہیں۔ ریڈیو پر تمہارا کام بن جائے گا۔

سلمیٰ: کوئی واقفیت ہے آپ کی؟

مومنہ: وہ جو نائیلہ کا باسط ہے ناں 'وہ باتیں کیا کرتا ہے' کسی پروگرام پر وڈیوسر کی۔

سلمیٰ: باتوں سے کیا ہوتا ہے----باتیں تو آدمی وزیر اعظم کی بھی کر لیتا ہے 'شیخی بگھارنے کے لیے۔ ہائے میں کیا کروں! تایا تکریم مجھے معاف کر دیں پلیز----(ہاتھ جوڑ کر) شام سے پہلے پہلے گھر آجائیں۔

مومنہ: اچھا تم ایسا کرو ایک دیگ مان لو!

سلمیٰ: دیگ!!

مومنہ: اگر تکریم تایا مل گئے تو دیگ چڑھاؤں گی داتا کے دربار----مان لو ناں جلدی سے دل میں----جلدی کرو----تایا تکریم کہیں شہر سے باہر ہی نہ نکل جائیں۔ پھر کام نہیں بنتا ہاں۔

(سلمیٰ آنکھیں بند کر کے جیسے منت مانتی ہے۔ کیمرہ اسے کلوز میں لیتا ہے۔)

کٹ

سین 18 ان ڈور دن

(ڈاکیہ محمد حسین پوسٹ آفس میں ٹیلیفون کان سے لگائے کھڑا ہے۔ اس کے ساتھ میز پر مہریں لگانے والے دو ڈاکیے بیٹھے ہیں۔ محمد حسین نے ہاتھ اٹھا کر ان کو مزید مہریں لگانے سے منع کر رکھا ہے تاکہ وہ فون کال اچھی طرح سے سن سکے۔)

محمد حسین: اوہو بسم اللہ بسم اللہ----بس اب آجاؤ وطنو کو 'بڑا وقت لے لیا'----بڑا ترسا لیا (چونک

کر) نہیں نہیں بھائی' نہیں ---- مرشد کچھ نہیں کرتا۔ مرشد کچھ نہیں ہوتا۔ وہ کوئی کمال نہیں دکھاتا۔ وہ تو بس مرید کے اندر پیاس پیدا کرتا ہے۔ پیاس بڑھاتا ہے کہ کل کے پانی کی طرف بڑھ سکے۔ اپنے آپ کو پہچان سکے اور دوئی کا کنارہ چھوڑ دے ---- دوئی چھوڑ دے اور وحدت کے دریا میں چھلانگ لگا کر اپنی پیاس بجھا سکے ---- بالکل بالکل ---- یہ چھلانگ صرف اسی وقت لگائی جا سکتی ہے جب آپ کے اندر خوف کے مقابلے میں پیاس زیادہ ہو۔ پیاس نے آپ کو تڑپا کے رکھ دیا ہو اور آپ پانی پانی پکارتے پھرتے ہوں۔ (فون سنتے ہوئے) اوں ہوں ---- ہوں ہوں ---- نہ نہ نہ نہ ---- ٹیچر میں اور گرو میں بڑا فرق ہے۔ استاد اور مرشد میں بڑا فاصلہ ہے۔ استاد لکھاتا ہے' پڑھاتا ہے' بتاتا ہے۔ اس کے پاس سکھانے اور پڑھانے کو بہت کچھ ہوتا ہے۔ لیکن مرشد کے پاس سکھانے والی کوئی چیز ہوتی ہی نہیں۔ او بابا! روحانیت سکھائی یا پڑھائی نہیں جا سکتی' اختیار کی جاتی ہے۔ اسی طرح طالب علم باطن کا سفر اختیار کرنا نہیں چاہتا' اس کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے۔ موچی بننا نہیں چاہتا' شومیکنگ کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے' صرف علم ---- وہی تو بتلا رہا ہوں میرے سوہنیا کہ طالب علم تبدیلی کا خواہش مند نہیں ہوتا' صرف علم کا خواہش مند ہوتا ہے اور چیلا پوچھتا ہے میں بدل کیسے سکتا ہوں' نیستی کیسے بن سکتا ہوں' جوہر میں کیونکر اتر سکتا ہوں ---- (اونچی آواز میں) کیوں ---- کیوں!! کیوں آخر!! (ہنس کر) اوئے تیرا بھلا ہو جائے ---- اوئے زندگی کوئی مسئلہ تو نہیں کہ سلیٹ پنسل لے کر اس کا حل ڈھونڈنے لگ جائیں۔ زندگی تو زندگی ہے۔ یہ تو بسر کی جاتی ہے۔ نہیں نہیں' مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ بالکل کچھ نہیں۔ اور تمہارا ولایت بے چارہ دے بھی کیا سکتا ہے مجھے ---- اسے کہو چھوٹے ملکوں پر ظلم کرنا چھوڑ دے' ساری دنیا کا بھگت بن جائے گا ---- ٹھیک ہے بھائی' ٹھیک ہے ---- جب تیرا دل چاہے' جب تیری روح کرے ---- یہ تو من چلے کا سودا ہے' کوئی زور زبردستی نہیں ----

فیڈ آؤٹ

سین 19

شام کا وقت   ان ڈور

(بابا سلیمان کے گھر میں چاروں بچے ادھر ادھر لیٹے ہوئے ہیں۔ ماں بھی تھکی ہوئی ہے۔ سلیمان بابا میز پر بیٹھ کر دور دیکھ رہا ہے۔ رضیہ باہر سے آتی ہے۔)

ماں: کہیں عامر بھول ہی نہ گیا ہو!

رضیہ: کوئی بات نہ ہو گئی ہو!

کمال: اماں موٹر سائیکل کا ٹائر پنکچر ہو گیا ہو گا۔

ماں: بری بری باتیں منہ سے نہ نکال خواہ مخواہ!

رضیہ: عامر کہتا تھا میں موٹر سائیکل پر سلمٰی باجی کو نہیں لاؤں گا' کسی دوست کی کار میں لائے گا۔

ماں: اتنی تو کچی سڑک ہے۔ پتہ نہیں کدھر رہ گیا۔

بابا: آجائے گا' آجائے گا! شہری زندگی ہے' سو کام پڑ جاتے ہیں۔ تو ان بچوں کو تو کھانا کھلا دے' یہ کب تک بھوکے بیٹھے رہیں گے۔

بچی: ہم باجی سلمٰی کے ساتھ کھائیں گے نانا--- آپ ہماری فکر نہ کریں۔

بابا: (اٹھتے ہوئے) میں نہر کی طرف جا کر دیکھتا ہوں۔

ماں: ہاں دیکھ ہی آ سلیمان۔

کٹ

سین 20   ان ڈور   شام کا وقت

(عذرا ارشاد کی ماں کے پاس بیٹھی ہے اور چلنے کے لیے تیار ہے۔ دو ایک جملے بولنے کے بعد عذرا اٹھتی ہے اور ماں بھی اسے دروازے تک چھوڑنے جاتی ہے۔)

عذرا: تھینک یو ویری مچ فار دی نائس ٹی آنٹی!

ماں: کبھی کبھی آجایا کرو عذرا!

عذرا: بس آنٹی کیا بتاؤں! سلمان کی زندگی میں تو مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ کام کیا ہوتا ہے۔ لیکن اب زمینوں نے ہی پریشان کر رکھا ہے۔ کوئی ایک بکھیڑا ہے۔

ماں: وہ سنا تھا کہ سلمان کا کزن تمہاری مدد کر رہا ہے۔

عذرا: (اٹھتے ہوئے) کہاں آنٹی! وہ تو چار لاکھ کا گھپلا ڈال کر چلا گیا۔ الٹا ناراض ہے مجھ سے۔ ساری فیملی میں پروپیگنڈا کر رہا ہے میرے خلاف۔

ماں: شکل سے تو بڑا مسکین سا لگتا ہے۔

عذرا: اوہ چھوڑیں آنٹی! مجھے تو پتہ چلتا جا رہا ہے بے لوث کوئی نہیں ہوتا سب کو کوئی نہ کوئی

غرض ہوتی ہے آپ کے ساتھ---- تبھی وہ آپ کے پاس آتے ہیں۔

ماں: (لمبی آہ بھر کر) یا تو زمانہ بدل گیا ہے یا پھر ہماری سوچ پیچھے رہ گئی ہے۔

عذرا: آنٹی مجھے شجاع بتا رہے تھے کہ ارشاد آنے والے ہیں۔

ماں: آنے والا تو ہے لیکن مرضی والا ہے۔ نہ جانے کب آئے۔ اطلاع دے کر آئے یا سرپرائز دے۔

عذرا: ان کا چیک اپ ہو گیا؟

ماں: ہو گیا!

عذرا: کیا رزلٹ نکلا آنٹی؟

ماں: مجھے کچھ بتاتا تھوڑی ہے---- گول مول سا فون کر کے رہ جاتا ہے۔ جانے کیا تلاش کر رہا ہے زندگی سے!

عذرا: انجوائے کر رہے ہوں گے آنٹی۔ ہی کین افورڈ اٹ۔ امیر آدمی غمزدہ رہ کر بھی انجوائے ہی کرتا ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ ارشاد صاحب نے سال بھر خوب چھٹی منائی ہے (ماں کو گال پر چومتی ہے)۔

ماں: جیسے تو کہتی ہے' ویسے ہی ہوا ہو عذرا---- خدا حافظ! کاش اس نے انجوائے کیا ہو----

کٹ

سین 21 آوٹ ڈور شام کے دھندلکے میں

(بابا سلیمان کچے راستے پر وہاں جا رہا ہے جہاں کچی سڑک کچھ فاصلے کے بعد پکی سڑک سے ملتی ہے۔ وہ ان دونوں راستوں کے سنگھم پر جا کر کھڑا ہو جاتا ہے اور آنے والے عامر کا انتظار کرتا ہے۔)

کٹ

سین 22 آوٹ ڈور شام کا وقت

(تایا کریم بادشاہی مسجد کے پہلو میں جا رہا ہے۔ وہ ایک جگہ رک کر اپنا بکس کھولتا ہے۔ اس میں سے ایک جوڑا نکال کر ایک فقیر کو دیتا ہے۔ پھر وہ آگے چلتا ہے

اور ایک سائیکل والے کو آواز دیتا ہے۔ وہ رکتا ہے۔ تایا تکریم بکس کھول کر اپنی تہمد اسے پکڑاتا ہے۔ پھر آگے چلتا ہے۔ ایک فقیرنی راستے میں بیٹھی ہے۔ بابا تکریم اپنا بکس اس کے پاس رکھ کر قلعے والی سڑک کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس دوران یہ گیت سپرامپوز کیجئے:)

بھلا ہوا میری گگری ٹوٹی
میں پنیا بھرن سے چھوٹی

سین 23 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(عامر کار لے کر کوارٹروں کے پاس جاتا ہے۔ کار سے باہر نکلتا ہے۔ عقب میں کوارٹر رجسٹر کرایئے۔)

کٹ

pdf by ***************M Jawad Ali

سین 24 ان ڈور کچھ دیر بعد

(عامر اور سلمٰی کمرے میں موجود ہیں۔)

عامر: سلمٰی! یہ میرا تیسرا چکر ہے۔

سلمٰی: تو میں نے تمہیں کہا ہے کہ چکر پر چکر لگاؤ۔ تم میری بات کب سنتے ہو۔

عامر: پلیز سلمٰی! وہ سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میری ماں کا دل ٹوٹ جائے گا۔

سلمٰی: پہلے میں نے تمہیں ٹھیک Reason بتایا تھا کہ میں پریشان ہوں' تایا تکریم گھر چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ پھر میں نے تمہیں ایک اور وجہ بتائی کہ مجھے تمہاری فیملی سے ملنے کا کوئی شوق نہیں۔ اگر تمہاری فیملی کو کچھ کرنا ہے تو وہ سرگودھا جائیں۔ میری ماں نیک عورت ہے' وہ جلدی مان جاتی ہے۔

عامر: وہ وہاں بھی جائیں گے سلمٰی..... لیکن پلیز! میں تمہارے کہنے پر ان سب کو..... وہ لوگ.....

سلمٰی: دیکھو عامر! میں کام کرتی ہوں۔ اپنا کماتی ہوں' اپنی مرضی کی مالک ہوں۔ میں کسی کی غلام نہیں۔

عامر: ٹھیک ہے لیکن پچھلے ہفتے تم نے کہا تھا کہ تم چلو گی' ماں سے ملو گی۔

سلمٰی: ضرور کہا تھا' لیکن اب نہیں جا سکتی۔ میرا جی نہیں چاہتا۔

عامر: لیکن سلمٰی تمہیں تو مجھ سے محبت ہے۔

سلمٰی: محبت ضرور ہے عامر ---- لیکن میں تمہاری غلام نہیں ہوں ---- تمہاری مرضی کے تابع نہیں ہوں۔ میں بھی ایک انڈی ویجوئل ہوں۔ میری بھی اپنی رائے ہے' مرضی ہے۔ خدا حافظ! کل صبح فیکٹری میں ملیں گے۔ بائی ----

(عامر چند لمحے رکتا ہے۔ پھر خدا حافظ کہتا ہے۔ کیمرہ اس کے چہرے پر سٹل ہوتا ہے۔ گیت فیڈ ان کیجئے:)

تیرے من چلے کا سودا ہے

کٹ

قسط نمبر 7

کردار

ارشاد	:	ہیرو
ارشاد کی والدہ	:	فیکٹریوں کی مالکہ، مضبوط عورت
خاکروب لبھا	:	ارشاد کا گرو
کبیر	:	ارشاد کا دوست
پروفیسر عائشہ	:	مومنہ کی والدہ
عورت	:	دیہات میں بسنے والی
بوڑھا	:	جوان بچوں کا باپ
اکبر	:	حساس جوان
اماں طالعاں	:	عمر چالیس کے لگ بھگ
ندیم	:	چور ڈکیت، نوجوان، منہ زور

سین 1 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد ہوائی جہاز کی سیڑھیاں اتر رہا ہے۔ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ اور بہت سی سواریاں بھی اترتی ہیں۔)

کٹ

سین 2 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(ایئرپورٹ کا بیرونی حصہ۔ جہاں سے سواریاں باہر نکلتی ہیں' وہاں کبیر خان کھڑا ہے۔ وہ ارشاد کو ہاتھ ہلاتا ہے۔ ارشاد کندھے سے بیگ لٹکائے اور اپنی ریڑھی کو خود دھکیلتا آتا ہے۔ کبیر اور ارشاد چلنے لگتے ہیں۔ کبیر ایک قلی کو اشارے سے بلاتا ہے۔ ارشاد منع کرتا ہے اور خود ریڑھی دھکیلنے پر اصرار کرتا ہے۔)

کٹ

سین 3 ان ڈور دن

(ارشاد اور ماں ڈرائنگ روم میں موجود ہیں۔ کبیر خان بھی ساتھ ہے۔)

ماں: تیرا کمرہ میں نے تیار کر رکھا ہے ارشاد سارا فرنیچر بدل دیا ہے۔
(ارشاد بیگ میں سے دو چار کپڑے اور دو تین رسالے نکال کر میز پر رکھتا ہے۔ پھر پرفیوم کی ایک لمبی سی بوتل نکال کر ماں کو دیتا ہے۔ اس دوران وہ سب باتیں کرتے رہتے ہیں۔)

ارشاد: آپ کو افسوس تو ہوگا ماں جی لیکن میں آپ کے ساتھ رہ نہیں سکتا۔ آپ مجھے ایک پیالی کافی کی پلادیں پھر کبیر خان مجھے گھر پہنچادے گا۔

کبیر: کیوں؟ رہ کیوں نہیں سکتا۔۔۔۔ یہ تو نے کیا پاکھنڈ مچا رکھا ہے؟

ماں: بس بس بس کبیر بیٹے! ہم دوبارہ ان دنوں میں نہیں جائیں گے' اس کی مرضی ہے۔ ایک سال کے بعد پھر وہی نا ایک۔۔۔۔ اب نہیں۔۔۔۔ اب نہیں۔۔۔۔

ارشاد: That's the right spirit.

کبیر: دیکھتا جا میں تجھے کیسے درست کرتا ہوں!

ماں: نہیں نہیں کبیر! ہم دونوں ایک فیصلے پر پہنچ چکے ہیں۔ راستے لمبے ہو چکے ہیں۔ تکلیف اسی وقت تھی جب تذبذب تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ میں نے اپنا بڑھاپا کیسے گزارنا ہے--- ارشاد کو معلوم نہیں تھا کہ اسے اپنا مستقبل کس کے حوالے کرنا ہے۔

ارشاد: ماں جی! واقعی آپ یہاں تک پہنچ گئی ہیں!

ماں: تھینک یو---- لیکن اگر تجھے برا نہ لگے اگر ہم دونوں تیری آزادی میں مخل نہ ہوں تو کیا تو ہمیں بتا سکتا ہے کہ اتنی دیر تو نے کیا کیا؟

ارشاد: میں آپ کو واقعات تو بتا سکتا ہوں لیکن کیفیات منتقل نہیں کر سکتا۔

کبیر: چل کچھ تو بتا۔ ماں جی کی تسلی کے لیے ہی سہی۔

ارشاد: کچھ دیر تو میں بچوں کے ساتھ رہا۔ اور پھر----

ماں: اور پھر؟

ارشاد: پھر ماں میں ہالینڈ چلا گیا اور ایک یہودی سے ملا--- سولومن زیٹ لن سے!

کبیر: یہ دیکھو---- یہ یہودیوں سے ملتا پھر رہا ہے' یہودیوں سے۔

ارشاد: بات پوری سن لیا کرو کبیر!

کبیر: تمہاری پوری بات بھی ادھوری ہی ہوگی انشاءاللہ! بولو۔

ارشاد: سولومن اسرائیل میں رہتا تھا۔ اب کچھ سالوں سے وہ ہالینڈ چلا آیا ہے اور ہیگ سے کچھ دور سیبوں کے ایک باغ میں رہتا ہے۔

کبیر: تو مجھے یہ بتا کہ ایک یہودی سے ملنے میں کیا تک تھی؟

ارشاد: میں تو Steven Catts سے بھی مل آیا ہوں' جناب نوفل سے کیوں نہ ملتا؟

کبیر: نوفل؟ وہ یہودی-----

ارشاد: اس کا اصلی نام سولومن زیٹ لن تھا اور اسلامی نام سلیمان نوفل ہے۔ وہ جب سیبوں کے باغ میں چلتے پھرتے مجھے درس دیتے تھے تو ان کے پاؤں گھاس پر اترتی پتیوں کی طرح پڑتے تھے۔

ماں: کیا مطلب؟

ارشاد: مجھے یوں لگتا تھا ماں کہ زمین ان کا وزن محسوس نہیں کرتی۔ جہاں جہاں وہ قدم رکھتے' وہاں گریویٹی ختم ہو جاتی تھی۔

کبیر: او بھائی میرے! ہم اکیسویں صدی پر دستک دے رہے ہیں اور تو ہمیں معجزوں میں پھنسا

رہا ہے' جہالت اور تعصبات میں اتار رہا ہے۔

ارشاد: جب میں ان سے ملا تو مجھے پتہ چلا کہ جو لوگ معجزے کا انتظار نہیں کرتے' ان کے لیے معجزہ کبھی بھی رونما نہیں ہوتا۔ جو لوگ وژن نہیں رکھتے' ان کے لیے مستقبل ایک اندھا شیشہ ہوتا ہے ---- گراؤنڈ گلاس!

(اس وقت ملازم کافی لاتا ہے۔ ماں اس میں مشغول ہوتی ہے۔)

ارشاد: ان کا وژن ہے کہ ---- یہ میرا اور تمہارا خواب نہیں ہے ---- حضور سلیمان نوفل کا وژن ہے کہ اکیسویں صدی اسلام کی صدی ہے ---- اسلام جن قوموں کے پاس چودہ سو سال رہا' وہ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکیں۔ اس کے چاہنے والوں نے اسے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ اسلام کو سب سے زیادہ تکلیف اس کے عاشقوں نے دی ----

ماں: ایسی باتیں نہ کرو ارشاد' اگر کسی نے سن لیا تو!!

ارشاد: ان کا ایمان ہے ---- سلیمان نوفل کا کہ کعبہ میں ایسی میگنیٹک فیلڈ ہے کہ اس کے قریب رہ کر کوئی اسلام سے فرار حاصل نہیں کر سکتا۔ اسرائیل پہلے اس سے دور تھا ---- اب جنگ عراق کے بعد سفید فام قومیں بھی اس فیلڈ میں' اس کشش کے دائرے میں آ گئی ہیں ---- اپنی مرضی سے میگنیٹک فیلڈ میں داخل ہو گئی ہیں' خود فیصلہ کر کے۔

کبیر: کیا مطلب؟

ارشاد: ان کا خیال ہے کہ اسلام کی میراث کسی ایسی قوم کو ملنے والی ہے جو نہ منافق ہو گی نہ متکبر ---- نہ جہالت پسند ہو گی نہ غیر منظم۔ پتہ نہیں قرعہ کس کے نام نکلتا ہے ---- لیکن قومیں پہنچ رہی ہیں میگنیٹک فیلڈ میں دور دور سے اور اسرائیل بہت قریب ہے ---- سفید فام لوگ اڈے بنائے بیٹھے ہیں۔

کبیر: تم تو پاگل ہو گئے ہو صاحبزادے! ٹوٹلی میڈ!! کسی سائیکی ایٹ رسٹ سے مل لیتے لندن میں تو زیادہ اچھا تھا۔

ارشاد: مشکل یہ ہے ہم تو چین اسلام وژن بھی نہ دیکھ سکے ماں ---- ہمارے پاس تو خواب بھی نہیں رہا' حقیقت کہاں ہو گی۔

ماں: ارشاد تیری طبیعت ٹھیک ہے؟ چیک اپ کروا لیے تھے سارے؟

ارشاد: سر سے پاؤں تک ماں ---- جسم کے تو سارے چیک اپ ہو گئے لیکن روح میں بہت سی بیماریوں کا سراغ ملا ----

سین 4 آؤٹ ڈور دن

(خاکروب لبھا باغ میں جھاڑو کے ساتھ پتے اکٹھے کر رہا ہے۔ عقب میں ہیر کا یہ بند سپر امپوز کیجیے:)

ٹلے جائے کے جوگی دے ہتھ جوڑے ساہنوں اپنا کرو فقیر میاں
تیرے درس دیدار دے ویکھنے نوں آیا دیس پردیس نوں چیر میاں
بنا مرشداں راہ نہ ہتھ آوے دودھ باجھ نہ رجھدی کھیر میاں
یاد حق دی صبر تسلیم سچا تساں جگ دے نال کیہ سیر میاں

(ہیر کے دوران لبھا کو مختلف مقامات پر دکھاتے ہیں۔ کبھی وہ جھاڑو پھیر رہا ہے' کبھی اپنے ہاتھ سے اٹھاتا ہے' کبھی آسمان کی طرف ذو معنی انداز میں دیکھتا ہے۔)

کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور دن

(اسی جگہ جہاں ارشاد نے چھوٹی سی کوٹھی بنا رکھی ہے' ان ویران سڑکوں پر کبیر اور ارشاد کار میں جا رہے ہیں۔ ڈائیلاگ سپر امپوز کیجیے۔ کبھی کار دور ہے' کبھی نزدیک۔ کبھی کبیر اور ارشاد کلوز میں نظر آتے ہیں اور کبھی ان کا فرنٹ کے شیشے سے امیج نظر آتا ہے۔)

کبیر: یعنی تمہاری کوشش صرف اتنی ہے کہ تم امیر لوگوں کو شرمندہ کر سکو---ان پر تنقید کرتے رہو---ان کے وے آف لائف کا تمسخر اڑا کر انہیں گھٹیا ثابت کرو۔ غریبوں میں تمہاری جے جے کار ہو۔ امیروں سے نفرت تمہیں غریبوں میں مقبول کر دے۔

ارشاد: ہرگز نہیں---- ہرگز نہیں!

کبیر: تم امیرانہ زندگی چھوڑ کر سادہ زندگی اپنا کر' اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کر کے' فضول خرچی سے بچ کر اور کیا کرنا چاہتے ہو؟ تم مجھ جیسے رئیس ابن رئیس کو بتانا چاہتے ہو کہ دیکھو مجھ میں اتنی قوت ہے---میں چاہوں تو دولت کماؤں' نہ چاہوں تو اسے ٹھوکر مار دوں---- مقصد تمہارا کبیر خان کو ذلیل کرنا ہے' امیر آدمی کو گھٹیا ثابت کرنا ہے۔

ارشاد: ایک بار پھر میں کہتا ہوں ہرگز نہیں کبیر' امیرا یہ مقصد بالکل نہیں ہے۔

کبیر: یاد رکھو ارشاد احمد! کبھی کبھی غریب آدمی میں بھی بڑی انا ہوتی ہے۔ وہ بھی بڑا متکبر ہوتا ہے۔

ارشاد: میں جانتا ہوں وقت بدل گئے ہیں کبیر! معاشی مجبوریاں بڑھ گئی ہیں۔ پہلے ظہر تک کی کمائی کافی تھی' اور اگلا سارا وقت خدا کا اور گھر والوں کا تھا۔ اب کئی کئی جگہ کام کر کے بھی پوری نہیں پڑتی۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ دولت اچھی چیز ہے۔ اس نے انسان کے بڑے دکھ درد دور کیے ہیں---- انسان کی عزت نفس کو محفوظ رکھا ہے۔ عام انسان کی خوشیوں میں اضافہ کیا ہے۔ میرا مسئلہ نہ امیر آدمی ہے' نہ رزق کی تلاش میں سرگرداں مجبور۔ میرا مسئلہ میری اپنی ذات ہے۔

کبیر: یہ کیسی ذات ہے جس نے تمہیں ٹکٹکی پر چڑھا دیا ہے۔

ارشاد: میں اپنی پلیٹ میں اسی قدر کھانا ڈالنا چاہتا ہوں جو میں کھا سکوں---- بقدر ضرورت نہ بقدر ہوس۔ مجھے لوگوں نے خدا کی طرح ٹریٹ کیا۔ نعوذ باللہ! ضرورت سے زیادہ عزت ملی مجھے۔ اب میں چاہتا ہوں عزت ہو' لیکن بقدر حفاظت۔ میں نے غیر ضروری خوشیاں اکٹھی کی ہیں کبیر---- لیکن اب میں صرف اتنی خوشیاں سمیٹنا چاہتا ہوں جو میری روح کے لیے ضروری ہیں۔ میں اس کی غلامی میں رہنا چاہتا ہوں۔

کبیر: کس کی غلامی میں؟ تمہارے خیال میں وہ تمہیں ملے گا؟ نو سو چوہے کھانے کے بعد حج بھی کر لو گے---- تم خدا کو تلاش کر سکو گے' اس شکل و صورت کے ساتھ؟

ارشاد: میں اس کی تلاش نہیں کر سکتا کبیر خان! اس کا ارادہ کر سکتا ہوں---- دعا کر سکتا ہوں' آرزو رکھ سکتا ہوں' لیکن مل نہیں سکتا۔ صرف اس رخ پر چل سکتا ہوں۔

کبیر: یہ کیسا Fruitless کام ہے ارشاد کہ آدمی کوشش کرے اور کہیں پہنچ نہ سکے۔

ارشاد: کتا مالک سے کبھی نہیں ملتا' مالک کتے سے ملتا ہے ہمیشہ۔ حضرت لبھا کھاکروب کہتے تھے یہ سارا سفر ہی سفر ہے' اس کی کوئی منزل نہیں۔

کبیر: جب کوئی منزل ہی نہیں تو فائدہ؟ ویسٹ آف ٹائم!!

ارشاد: جب مہر لگتی ہے---- ویزے کا ٹھپہ لگ جاتا ہے' تو پھر سفر شروع ہو جاتا ہے۔ جب اوپر والے کی نظر پڑ گئی اور ہاتھ میں برتن چڑھا---- اور برتن---- بھرنے والے کو پسند آگیا' تو منزل خود آ کر قدموں سے لپٹ گئی۔

کبیر: میری مانو ارشاد! ایک بار ڈاکٹر اختر سے مل لو۔ بڑے پائے کا سائیکی ایٹرسٹ ہے۔ تمہاری طبیعت پر بوجھ نہیں ڈالے گا۔

(سورج طلوع ہو رہا ہے۔ اس پر وہ ذکر سپر امپوز کیجئے جو نیویارک ذکر کلب کا ہے۔)

ڈزالو

سین 6 ان ڈور علی الصبح

(جائے نماز پر ارشاد بیٹھا ہے۔ وہ اس وقت نماز نہیں پڑھ رہا بلکہ دیوار کے ساتھ پشت لگائے سر کو دیوار کے ساتھ ٹکائے آنکھیں بند کیے گہری سوچ میں ہے۔ روشنی پھیکی ہے۔ کیمرہ ارشاد سے ہو کر اس کی لیبارٹری میں جاتا ہے' جہاں بوتلوں میں لال' پیلے' نیلے رنگ کے پانی ہیں۔ انہی بوتلوں پر منظر ڈزالو ہوتا ہے اور جیسے نظر مینار ریگستان میں دیکھتی ہے' ذکر جاری رہتا ہے۔
سورج غروب ہونے کا منظر ----ذکر جاری رہتا ہے۔ سورج طلوع ہونے سے غروب کے منظر تک ذکر باقاعدگی سے بغیر وقفہ کیے چلتا رہتا ہے۔ ذکر میں تسلسل برقرار رکھیے۔ سورج طلوع ہونے کے بعد بوتلیں دکھانے کا مقصد یہ ہے کہ طلوع اور غروب میں وقت گزرنے کا وقفہ اسٹیبلش کیا جائے۔)

کٹ

سین 7 آؤٹ ڈور دن چڑھے

(ایک ٹیکسی میں سے ارشاد کے گھر کے پاس مومنہ کی والدہ اترتی ہے۔ یکدم ٹھٹک کر سامنے دیکھتی ہے۔ اس کا چہرہ کلوز میں لیجئے۔)

ڈزالو

(ڈھول کی تھاپ پر ڈانس)

ڈزالو

سین 8　　　　آؤٹ ڈور　　　　صبح کا وقت

(نواز شریف پارک میں کیمرہ سب سے اونچے فوارے کی سب سے اونچی چوٹی کو لیتا ہوا نیچے آتا ہے اور فوارے کو زوم آؤٹ کرتا جاتا ہے۔ لانگ شاٹ۔ لبھا خاکروب بائیں بازو پر جھولی نما تھیلا ڈالے گراسی گراؤنڈ کے پتے چن چن کر اس میں ڈال رہا ہے۔ کیمرہ اسے کلوز میں لیتا ہے اور اس کے سامنے ارشاد صاحب اعلیٰ درجے کا سوٹ پہنے اس سے آگے پتے چننے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ناظرین کو پتہ نہیں چلتا کہ کون پتے چن رہا ہے۔)

لبھا: (آواز دے کر) اوئے میرے رانجھیا---اوئے چن مکھناں---یہ تیرا کام نہیں ہے میرے سوہنیا' ایہہ لبھے کا کام ہے۔ واہ واہ میرے لبھا جی---لبھ کے وی ناں لبھا جی۔ (تیزی سے آگے ارشاد کی طرف بڑھتا ہے۔) بس جی مہربان---اللہ خوش رکھے' کرم کرے۔ یہ کام آپ کا نہیں لبھے کا ہے---نہ بچے کا نہ کھبے کا' یہ سارا کام لبھے کا۔
(ارشاد مڑتا ہے۔ دونوں فیس ٹو فیس ہوتے ہیں۔)

لبھا: آہاہا---سرکار! یہ تو بڑا کرم ہو گیا داتا کا-----مہربانی ہو گئی مالک کی۔ (اپنی بش شرٹ کے ساتھ ہاتھ رگڑ کر ہاتھ ملانے کی تیاری کرتا ہے۔) لو جی مدتوں کے بچھڑے ساتھی مل گئے۔ اس دھرتی پر ملاپ ہو گیا۔ واہ جی واہ حضرت ملاپ ہو گیا۔
(ارشاد بھی ہاتھ ملانے کے لیے اپنے ہاتھ کو اپنے کوٹ پر رگڑ رہا ہے اور جانتا ہے کہ اس کے ہاتھ کی ناپاکی زیادہ ہے۔ لبھا لپک کر ارشاد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ ارشاد جپھی ڈالنے کو رجوع کرتا ہے لیکن اس کا حوصلہ نہیں پڑتا اور ادھر سے اذن بھی نہیں ملتا۔)

ارشاد: اب کتنی باقی رہ گئی ہے حضور؟

لبھا: پنج مہینے اٹھائی دن! پھر قرب ہو جاتا ہے-----وصال مل جاتا ہے-----پکی حاضری چوبیں گھنٹے کی۔

ارشاد: ان کو بھی معلوم ہے کہ آپ کی دربندی پانچ مہینے اٹھائیس دن کی رہ گئی ہے؟

لبھا: او ہناں کا ہی تو حکم بولا ہوا ہے' ان کو کیسے پتہ نہیں ہو گا بھلا۔ بڑی ڈیوڑھی میں ہر ایک کا رجسٹر ہوتا ہے---پرانے کپڑے جمع ہوتے ہیں' چوبدار آواز مارتا ہے چلو کوئی لبھا خاکروب-----سزا سرزنش انت اخیر-----ڈگری آڈر فارغطی-----حکم حضور

حاضری---- لبھا خاکروب دوبارہ حضوری پاوے ----- سکھی سہیلیاں کے جوڑے پکڑے -----یاتریاں کے گھوڑے حکم کی چھولداری میں رہے -----امر کوٹ میں کواٹر پاوے ---- لبھا خاکروب ----

ارشاد: یہ اعلان ہو جاتا ہے سر؟

لبھا: کل جہاں میں میرے بادشاہ! عرش فرش پر چوبدار کی کوک پکار جاتی ہے۔ دین دنی میں ڈنکا بج جاتا ہے۔ لبھا خاکروب ---- لبھا خاکروب ----- محبوب کی سواری کی زیارت ہو جاتی ہے میرے بادشاہ-----

ارشاد: حضور سزا پانے سے پہلے آپ کا کیا نام تھا؟

لبھا: (آواز گرا کر رازداری کے ساتھ) اوئے بندیا نام نوم میں کچھ نہیں ہوتا---- میرے بادشاہ! مہر کرم کی بات ہے ساری۔ نام تو اپنے ابلیس کا بھی بڑا عزت دار تھا' عزازیل۔ کیا سوا گھولی۔ انکاری ہو گیا بد نصیب۔ سارے راستے آپی بند کر لیے۔ غلطی کر کے پیش ہو جاتا تو بارہ سال کی سزا بولی جاتی تھی یا زیادہ سے زیادہ بیس سال کی' اس سے انیک نہیں ہونی تھی۔ پھر بڑی ڈیوڑھی سے چوبدار نے آواز مارنی تھی۔ چلو بھئی کوئی عزازیل بے دلیل ---- سزا کا بھگتان انت اخیر ---- حکم حضور حاضری پاوے -----واپس اپنے رتبے پر جاوے ----- گزٹ نوٹیفکیشن کے ساتھ Reinstate کیا جاوے ---- (ڈاڑھی کی طرف اشارہ کرتا ہے) یہ کب سے؟

ارشاد: یہ تو حضور کوئی پونے سال سے! ولایت میں جناب سلیمان نوفل نے رکھوائی تھی---- کہتے تھے کوشش کر دو یہ لگنے کی ----- حکم ماننا آسان ہو جائے گا۔

لبھا: واہ جی واہ ---- والی ہمیشہ ولایت سے آتا ہے اور وہی ولایت سجاتا ہے۔ جس کو ولایت مل گئی اس نے سات بادشاہیاں لے کے بھی کیا کرنا ہے۔

ارشاد: اصل میں حضور میں آپ سے یہ سمجھنا چاہتا ہوں کہ وہاں کی باتیں حقیقت میں ہوتی ہیں کہ آپ کی کیفیات میں؟

لبھا: سمجھ لے آہاہا ---- واہ وا سمجھ لے۔

(کھڑا ہو کر جھومر ڈالنے لگتا ہے۔)

بلھے نوں سمجھاون آیاں بہناں تے بھرجائیاں
من دے بلھیا ساڈا آکھا تیں کی لیکاں لائیاں

فیڈ آؤٹ

(ڈھول کی تھاپ پر رقص)

ڈزالو

سین 9 ان ڈور دن

(ایک چھوٹے سے دیہاتی مکان میں ایک نوجوان پلنگ پر بے سدھ لیٹا ہے۔ ایک بوڑھی عورت اس کے ماتھے پر پٹیاں ٹھنڈے پانی میں نچوڑ نچوڑ کر بدل رہی ہے۔ ایک اور نوجوان اس کی ٹانگیں دبا رہا ہے۔ ایک بوڑھا پریشان حال بیٹھا ہے۔)

عورت: کسی حکیم ہی کو پکڑ لا' کسی ڈاکٹر ہی کو نبض دکھا ڈال۔

اکبر: (ٹانگیں دباتے ہوئے) اماں حوصلہ کر---- ابھی ہوش کرے گا بھاء اصغر---- حوصلہ!

عورت: مجھے کہتا ہے اماں میں واڈی والوں کا ناچ دیکھ آؤں۔ میں نے کہا بھی ناں کاکا آگے تیرا جی ٹھیک نہیں' نہ جا۔ پر ماں کی کون سنتا ہے---- کون مانتا ہے ماں کی۔

بوڑھا: اچھا اچھا اصغراں---- حوصلہ کر' ہمت نہ ہار۔ کمزور کو دھکا لگ گیا ہے۔ وہ شربت پلا صندل والا۔ بخار میں جھومر دیکھنے نہ جاتا---- پر خیر۔ جوانوں کو کون سمجھائے بھائی۔

عورت: کسی ڈاکٹر کو بلا۔ (کانوں سے بالے اتارتی ہے) میں نے صدقے کیے یہ بالے۔ یہ اکبر تو چندرے ڈاکٹر کو دے دینا۔

(کیمرہ ماں پر جاتا ہے جو کانوں سے ڈنڈیاں اتار رہی ہے۔)

کٹ

سین 10 ان ڈور دن

(پروفیسر عائشہ سر پر دوپٹہ لیے بڑی مودب بیٹھی ہے۔ سامنے ارشاد موجود ہے۔)

عائشہ: سر میں ایک دن پہلے بھی آپ سے ملنے آئی تھی لیکن ملاقات نہیں ہو سکی۔

ارشاد: اوہو آپ انتظار کر لیتیں۔ میں جلد آ جایا کرتا ہوں۔

عائشہ: اس روز آپ کے گھر کے سامنے بہت سے لوگ ناچ رہے تھے۔ میں بڑی دیر تک ان کا

ناچ دیکھتی رہی۔ شام پڑ رہی تھی' پھر لوٹنا پڑا۔

ارشاد: فرمایئے! میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں۔

عائشہ: میں مومنہ کی ماں ہوں ارشاد صاحب ------ اور اسے آپ پر بڑا اعتماد ہے۔ میں امید لے کر آپ کے پاس آئی ہوں۔ پلیز آپ ہی اسے کچھ سمجھائیں۔

ارشاد: اب کیا ہوا ہے؟

عائشہ: اب نہیں سر' ہمیشہ سے کچھ ہوتا رہا ہے۔ عام طور پر ماں باپ اور بچے کا رابطہ بڑا نیچرل ہوتا ہے' فروٹ فل ہوتا ہے لیکن مومنہ اور میرے درمیان کچھ ٹھیک نہیں۔ وہ مجھ پر اعتماد نہیں رکھتی' شک کرتی ہے۔

ارشاد: میں آپ کی بات ٹھیک سے سمجھا نہیں۔

عائشہ: میرے اور مومنہ کے درمیان کوئی اندھا شیشہ ہے سر۔ پتہ نہیں کیا بات ہے' اسے میری سمجھ نہیں آتی اور میں اس کو سمجھ نہیں پاتی۔

(ارشاد اپنے ٹشو میں زور سے ناک صاف کرتا ہے۔)

ارشاد: سوری! اولاد اور ماں باپ میں ایسے ہو جاتا ہے کبھی کبھی ---- کیونکہ ماں باپ کو دعویٰ ہوتا ہے کہ ان کی محبت بے لوث ہے ---- انہیں اولاد سے کچھ درکار نہیں۔ ساتھ ساتھ وہ اولاد کو اپنی مرضی کے مطابق دیکھنے کے خواہشمند بھی ہوتے ہیں ---- بچوں کی زندگی میں دخل اندازی کر کے بچوں پر دباؤ بھی ڈالتے ہیں' رکاوٹ بھی پیدا کرتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے رہتے ہیں کہ ان کی محبت بے غرض ہے۔

عائشہ: بچوں کے فائدے کے لیے سر' ان کی بہتری کی خاطر ---- ان کو کسی آگ سے بچانے کے لیے ماں باپ روکتے ہیں۔

ارشاد: ٹھیک ہے بیگم صاحبہ ---- لیکن اگر کوئی از خود برباد ہونا چاہتا ہو ---- گھاٹے کا سودا کرنا چاہتا ہو ---- من چلا ہو' پھر ہر انسان کے اندر اختیار ہے ناں۔

عائشہ: کون ماں باپ یہ برداشت کریں گے سر؟ ایسے کون سے جگرے والے ہوں گے؟

(دروازے پر ہلکی سی دستک ہوتی ہے۔)

ارشاد: دراصل بات یہ ہے بیگم صاحبہ کہ والدین کبھی بھی اولاد کو دنیا ہو کر نہیں دے سکتے۔ اپنے تجربات کے سنگریزوں سے وہ بچوں کے خواب کا محل تعمیر نہیں کر سکتے۔ البتہ وہ اندر کے سفر کی تعلیم ضرور دے سکتے ہیں ---- مثال بن کر ضرور دکھا سکتے ہیں اور شاید مذہب کا Essence بھی پیش کر سکتے ہیں۔

عائشہ: مذہب کا Essence؟

ارشاد: دنیا کا تجربہ تو ہر جنریشن کے ساتھ بدلتا رہتا ہے' ماحول کا علم تو ہر جنریشن کے ساتھ مختلف ہو جاتا ہے اور نوجوان اسے بہتر سمجھتے ہیں پچھلی جنریشن کی نسبت----

عائشہ: تو میں مومنہ کو وہ سب کچھ کرنے دوں جو وہ چاہتی ہے!

ارشاد: میں نے یہ تو نہیں کہا---- میں تو شاید یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر تربیت ایمانداری سے اور نیک دلی سے کی جائے' اللہ کا فضل شامل حال ہو تو اولاد درست فیصلے ہی کرے گی۔

عائشہ: آپ کی باتوں سے تو میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ مجھے اسے کچھ مشورہ نہیں دینا چاہیے۔

ارشاد: دراصل بیگم صاحبہ---- اولاد کے مقابلے میں والدین کو خود مشورے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں شادی کے وقت علم نہیں ہوتا کہ اولاد کیا چیز ہے---- اسے پالنے کی کیا کچھ ذمہ داری ہے---- ماں باپ کی چھوٹی چھوٹی کوتاہی' بے سمجھی کیا دوررس اثر ڈالے گی ان پر----

عائشہ: آپ کا مطلب ہے کہ میں قصوروار ہوں؟ غلطی پر ہوں! میں نے درست فیصلے نہیں کیے مومنہ کے لیے۔

ارشاد: ناں ناں بیگم صاحبہ! میں کوئی حاکم نہیں ہوں۔ میں کسی کو غلط اور درست ثابت نہیں کر سکتا۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ وہی فصل کاٹی جا سکتی ہے جو بوئی گئی ہو۔

(دروازے پر دستک)

عائشہ: میں نے آپ کا مطلب نہیں سمجھا---- (آہستہ سے) دروازے پر شاید کوئی ہے!

ارشاد: عورت اور بچے کا مسئلہ سانجھا ہے بیگم صاحبہ امرد کو کام کاج ہوتے ہیں' زندگی سنوارنا ہوتی ہے' آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ آج کے ترقی کے دور میں مقابلہ اور بھی سخت ہو گیا ہے۔ مرد عورت سے ہمہ وقت محبت نہیں کر سکتا۔ وقفے وقفے کے بعد---- اپنی فرصت کے مطابق---- اپنی دیہاڑی کے تحت وہ عورت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ لیکن عورت سارا وقت توجہ چاہتی ہے---- ہر وقت محبت چاہتی ہے۔ یہ بیل پریم جل کے بغیر سوکھے لگتی ہے اور سنولا کر رہ جاتی ہے۔

عائشہ: خود میرے ساتھ یہی ہوا سر ساری زندگی!

ارشاد: اور یہی حال بچے کا ہے! جب ایک نئی روح دنیا میں آتی ہے---- جس کا نہ کوئی مذہب نہ کوئی بینک بیلنس' نہ تعلیم یہاں تک کہ وہ نہ خود کھا سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے---- تو اسے ہمہ

وقت ماں کی ضرورت ہوتی ہے' مگر ماں کو اس تقاضوں بھری دنیا میں اور بھی کام ہوتے ہیں---- لیکن جس بچے کو اولین پانچ سال میں خوب محبت ملی ہو' وہ از خود ماں کو چھوڑ کر اپنے سکول اور اس دنیا کی بھیڑ میں شامل ہو جاتا ہے اور ہمیشہ روحانی توانائی محسوس کرتا ہے لیکن جو ماں اپنے بچے کو یہ پہلے پانچ سال نہیں دے سکی---- بچے سے ہمہ وقت محبت نہیں کر سکی' وہ بھی مرد کی طرح محبوب سے بے وفائی کرتی ہے----

عائشہ: عورت بھی کیا کرے سر! مثلاً میں کیا کرتی---- کام چھوڑ دیتی۔ میرے شوہر ہمیشہ Jobless رہے۔

ارشاد: یہی مرد بھی سوچتا ہے لیکن کہہ نہیں سکتا۔ وہ بھی عورت کو زندگی کے مکمل پانچ سال دے نہیں سکتا اور دعویٰ کرتا ہے کہ میں تیری خاطر کما رہا ہوں۔ اور ماں بھی دعویٰ کرتی ہے۔ لیکن جس دعویٰ کی توفیق نہ ہو' اس کا اعلان نہیں کرنا چاہیے ورنہ آدمی مشقت میں پڑ جاتا ہے۔ مشقت ہر رشتے کا زہر ہے بیگم صاحبہ---- جہاں مشقت ہے' وہاں محبت نہیں ہو سکتی۔

(دروازے پر زور سے دستک)

ارشاد: آجائیے! آجائیے پلیز۔

(بوڑھا اور اکبر ڈرے ڈرے اندر داخل ہوتے ہیں۔)

دونوں: سلام علیکم سرکار!

ارشاد: وعلیکم سلام---- آیئے بیٹھیے!

(اکبر بیٹھنے کے لیے کرسی دیکھتا ہے۔)

بوڑھا: او جی سرکار میرے پاس بیٹھنے کے لیے وقت نہیں ہے۔ میں آپ کو ساتھ لے جانے کے لیے آیا ہوں۔

ارشاد: مجھے؟ خیر ہے؟

اکبر: سر---- میرے بھائی کو تین ہفتوں سے بخار آرہا ہے۔ بدھ کے دن پنڈ میں بھنگڑا ہو رہا تھا' وہ دیکھنے چلا گیا----

بوڑھا: لوگ منجی پر ڈال کر گھر لائے ڈاکٹر صاحب۔ آپ وقت نہ گنوائیں' فوراً چلیں۔ بچہ دو دن سے ہوش میں نہیں----

عائشہ: ڈاکٹر صاحب؟ یہ تو ڈاکٹر صاحب نہیں ہیں۔

اکبر: ہمیں تو کسی نے بتایا تھا کہ اس کوٹھی میں کوئی ڈاکٹر آئے ہیں تو ہیں نویں۔

ارشاد: میں ڈاکٹر تو نہیں ہوں ----- لیکن آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے جا سکتا ہوں۔ آیئے چلیے۔ معاف کیجیے بیگم صاحبہ! ان کی ضرورت آپ سے زیادہ ہے -----

عائشہ: پلیز پلیز ضرور جایئے۔ میں پھر آ جاؤں گی کسی روز ----- مومنہ کے ساتھ۔

ارشاد: (لیبارٹری کی طرف جاتے ہوئے) مجھے ایک منٹ دیجیے ----- صرف ایک منٹ ----- ابھی چلتے ہیں ایک منٹ میں -----

کٹ

سین 11 آوٹ ڈور دن

(کار دیہاتی گھر کے سامنے کھڑی ہے۔ قریب ہی ایک چارپائی پڑی ہے جس پر اصغر بے سدھ پڑا ہے۔ اکبر اور بابا اسے سہارا دے کر کار میں لٹاتے ہیں۔ بوڑھا اصغر کا سر گود میں رکھتا ہے۔ اکبر سامنے بیٹھتا ہے اور ارشاد کار چلاتا ہے۔)

(کٹ)

سین 12 آوٹ ڈور دن

(ہسپتال کا بیرونی حصہ۔ اکبر ایک سٹریچر پر لیٹا ہے۔ ایک نرس پاس ہے۔ بوڑھا اور اکبر تصویر یاس ساتھ ہیں۔ ارشاد ایک ڈاکٹر سے بات کر رہا ہے۔ پھر ڈاکٹر اشارے سے بتاتا ہے کہ اس جانب چلے جایئے۔ یہ لوگ اسی طرف کارخ کرتے ہیں۔)

کٹ

سین 13 آوٹ ڈور دن

(کسی لیبارٹری میں نیم بے ہوش اصغر کی چیسٹ کا ایکسرے لیا جا رہا ہے۔ بوڑھے اور اکبر کے علاوہ ارشاد بھی ساتھ کھڑا ہے۔)

کٹ

سین 14 ان ڈور رات

(ایک بیڈلیمپ روشن ہے' باقی کمرہ نیم اندھیرے میں ہے۔ بیڈلیمپ کی روشنی کبیر خان اور ارشاد کے چہروں پر پڑ رہی ہے۔)

کبیر: یعنی اب تم ہاتھ پر ہاتھ دھر کر خلق سے کنارہ کشی کر کے اختیار کرنا چاہتے ہو۔ پتہ ہے اسلام رہبانیت کے خلاف ہے۔

ارشاد: بالکل پتہ ہے!

کبیر: اور تم پھر بھی اس کے خلاف کر رہے ہو ----- فیکٹریاں چھوٹ گئیں ----- سوشل سرکل ترک کر دیا ----- پیٹرن آف لائف بدل لیا! اور رہبانیت کیا ہوتی ہے؟ زندگی چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی' یہی تو رہبانیت ہے۔

ارشاد: دیکھو کبیر! پہلے میں راہب تھا ----- میں بڑی پرائیویسی کی زندگی بسر کرتا تھا ----- میری دولت صرف میرے کام آتی تھی ----- میرا وقت صرف میرے لیے تھا ----- میرے شغل صرف میرے تھے ----- میری زندگی میری اپنی تھی ----- اب میں اس رہبانیت کی غار سے باہر نکلا ہوں۔ میں نے پہلی مرتبہ محسوس کیا ہے کہ اس دنیا میں میرے سوا اور لوگ بھی ہیں ----- میرے نوکر چاکر اور ماتحتوں کے علاوہ اور انسان بھی اس دنیا میں آباد ہیں -----

کبیر: تم بہت آئیڈیلسٹک باتیں کرتے ہو ارشاد۔ حقیقت سے اس قدر دور رہ کر آدمی پاگل تو ہو سکتا ہے لیکن کچھ حاصل نہیں کر سکتا مسٹر راہب!

ارشاد: صرف وہ شخص راہب ہوتا ہے کبیر خان جو سیلفش زندگی بسر کرتا ہے' چاہے وہ زندگی کی بھیڑ میں شامل ہو یا چاہے پہاڑ کی چوٹی پر تنہا بیٹھا تپیا کر رہا ہو۔ یہ دونوں ہی خلق سے دور ہوتے ہیں اور دونوں ہی راہب ہوتے ہیں -----

کبیر: تو اٹھو چلیں ----- گاڑی باہر کھڑی ہے۔ وحشت ناک خواب ختم ہوا۔ آنکھ کھل گئی ----- الحمد للہ!

ارشاد: وہاں جو زندگی میری منتظر ہے' وہ خلق کے ساتھ گھلنے ملنے نہیں دیتی اور پوسٹ مین محمد حسین صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ جب تک خلوت جلوت ایک نہ ہو' رہبانیت کا چکر ٹوٹ نہیں سکتا ----- جس دروازے پر ایک چوکیدار بھی موجود ہے' وہ راہب

کبیر: You are impossible Irshad.

ارشاد: مان لیا!

کبیر: میں آتا رہوں گا' جاتا رہوں گا۔

ارشاد: ضرور!

کبیر: بائی دی وے یہ جو تم نے ابھی ٹرمز استعمال کیں خلوت جلوت ----- یہ کیا بلا ہیں؟

ارشاد: خلوت جانتے ہو کیا ہوتی ہے؟

کبیر: ہاں تنہائی ----- سب سے علیحدگی!

ارشاد: اور جلوت ہوتی ہے جب آدمی محفل میں جلوہ آرا ہوتا ہے ----- گروہ میں' بھیڑ میں ہوتا ہے۔

کبیر: تو پھر خلوت اور جلوت ایک کیسے ہوتی ہے؟

ارشاد: فقیر جب تنہا ہوتا ہے تو لوگ اس کی تنہائی' اس کی پرائیویسی سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ وہ چق اٹھا کر اندر گھس سکتے ہیں ----- اپنا حال بیان کر سکتے ہیں۔ اور جب وہ بھیڑ میں ہوتا ہے' سب میں ملا جلا نظر آتا ہے۔ تب وہ اندر اوپر والے کے دھیان میں ہوتا ہے لیکن جسمانی طور پر سب کے ساتھ ----- ہر مقام پر' جلوت میں خلوت میں فقیر کا ایک ہی حال ہے۔ وہ اوپر والے کی رضا تلاش کرتا ہے اور ساتھ والوں کے ساتھ سفر کرتا ہے۔ اس کے کوئی دو روپ نہیں ہوتے۔

کبیر: میں تو چلوں بھائی! کہیں تم مجھ پر بھی اپنی خلوت جلوت نہ ڈال دو۔

ارشاد: ضرور ----- جاؤ لیکن آتے رہنا -----

کٹ

سین 15 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(صحرا' چاند کا شاٹ۔ کروما کی مدد سے اس سین پر ارشاد کو سپرامپوز کیجئے۔ ایسے لگے جیسے وہ صحرا میں چلتا جا رہا ہے۔ اس پر وہی ذکر لگایئے جو نیویارک صوفی کلب کا ہے۔)

کٹ

سین 16 ان ڈور شام کا وقت

(ارشاد سیڑھیوں پر بیٹھا ہے۔ ان پر بہت سے گملے اور پھول نظر آتے ہیں۔ اس سے دو تین سیڑھیاں نیچے ایک عورت بیٹھی ہے جو چہرے سے پریشان اور بے چین دکھائی پڑتی ہے۔)

طالعاں: مجھے تو گاؤں میں کسی نے بتایا تھا کہ تو پیر ہے بھائی۔

ارشاد: جیسا تو سمجھ لے بی بی!

طالعاں: تو پیر نہیں ہے؟

ارشاد: تیری مرضی پر ہے۔ سمجھ لے تو ہو جاؤں گا۔

طالعاں: کیا مطلب ہے تیرا؟

ارشاد: کیا تجھے لگتا ہے کہ میں تیرے مسئلے کا حل بتا سکتا ہوں۔ کیا تجھے اعتماد ہے کہ میں تیری مدد کر سکتا ہوں؟

طالعاں: لے ویرا جب تو نے دروازہ کھولا تھا' تب ہی مجھے یقین تھا کہ تو اصلی پیر ہے۔

ارشاد: وہ کیسا ہوتا ہے بی بی------ اصلی پیر!

طالعاں: وہ جو اصلی پیر ہوتا ہے ناں پیا' اس کی کوئی طلب نہیں ہوتی۔ اسے بندے سے کچھ لینا نہیں ہوتا------ اس کی ساری رمزیں اوپر والے سے چلتی ہیں' خدائی کی لوڑیں وہ پوری کر سکتا ہے۔ اوپر والے کو منانے کی طاقت ہوتی ہے اس میں' وہ اوپر والے کا یار جو ہوا پیا۔

ارشاد: لے تیرا خیال ہے کہ میں اوپر والے کو منا سکتا ہوں۔ تیری مرضی اس تک پہنچا سکتا ہوں۔

طالعاں: لے اور نہیں کوئی۔ تیرا تو چہرہ ای نور و نور ہے۔

ارشاد: پھر تو میری موج ہو گئی بی بی! بتا کیا کروں تیرے لیے؟

طالعاں: چاہے پانی دم کر کے دینا ہے تو وہ دے دے' تعویز لکھنا ہے تو وہ لکھ دے---- کوئی ذکر پڑھنا ہے تو وہ بتا دے۔ میں نے تیرے پر چھوڑا۔

ارشاد: جو تیری رضا' وہی کروں گا بی بی!

طالعاں: ہاں میری کیا رضا جو تیرا جی چاہے' وہی کر دے پیرا---- میرے بیٹے کی گھر والی---- بہو میری---- دو سال سے روٹھ کر میکے میں جا بیٹھی ہے۔ میں نے سو دفعہ اپنے جمالے کو کہا

ہے' چل چھوڑ عورتوں کی کوئی کمی ہے' پر پتہ نہیں اس چندری میں کیا ہے' وہ مانتا ہی نہیں۔ تو کوئی تعویز لکھ دے' وہ آپی دوڑ دوڑ آئے اور جمالے کے پاؤں پڑ جائے۔

ارشاد: ایسے ہی ہو گا انشاء اللہ!

طالعاں: اچھا ایسے ہی ہو گا!

ارشاد: سارا زور تیری خواہش لگا رہی ہے بی بی! چلنا تو تیرا ہی زور ہے' میں نے تو صرف آگ کو تیلی دکھائی ہے۔ بتا تعویز لکھوں کہ پانی دم کر دوں؟

طالعاں: بس تعویز ہی لکھ دے۔ پانی اسے کون پلانے جائے گا---- اس چندری کو۔ جب تو نے دروازہ کھولا ہے ناں بیبا تو مجھے لگا تھا تیرے پیچھے کوئی روشنی کا لشکارا پڑا۔ گاؤں والوں نے مجھے بتایا تھا پیر تو وہ سچا ہے' پر اس نے کتے پال رکھے ہیں۔ کوئی اس تک اپڑ نہیں سکا۔ کاکا تیرے کتوں نے مجھے تو کچھ کہا ہی نہیں۔

ارشاد: یہی تو ساری بات ہے بی بی! صدق یقین والے کو کتے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ دیکھ بی بی! یہ تعویز لے جا---- اور اپنا اعتقاد پورا رکھ---- ذرا ڈولی تو اس تعویز نے بیکار ہو جانا ہے۔ سوچتی رہنا' بڑے تگڑے کا تعویز ہے۔ پورا ہو کر رہے گا۔ (بوڑھی پلے میں سے سوا روپیہ نکالتی ہے اور ارشاد کی طرف بڑھاتی ہے۔ کیمرہ ہتھیلی کا کلوز اپ لیتا ہے۔ ارشاد بڑی عقیدت سے سوا روپیہ اٹھاتا ہے۔) شکریہ بی بی! کام ہو جائے تو بہو کو ضرور لانا ہمارے ڈیرے پر۔

طالعاں: لے تب میں تیرے لیے جوڑا لاؤں گی۔ چٹا گکڑ لاؤں گی۔ اصیل---- لال سالو---- پھلیاں مکھانے!

(ارشاد کی ہتھیلی میں سوا روپیہ ہے۔ کیمرہ اس پر کلوز اپ میں مرکوز ہوتا ہے۔ بلاسٹ کے ساتھ موسیقی چلتی ہے۔)

تیرے من چلے کا سودا ہے یہ کھٹا اور میٹھا

کٹ

(بابا فرید' شیخ بہاؤ الدین ذکریا' شاہ جمال ان درباروں کی تصویریں یوں دکھائی جائیں جیسے ایک دربار دوسرے دربار میں پلٹتا جاتا ہے' ضم ہو رہا ہے۔ جس طرح کچھ ایڈورٹائزمنٹ میں چیزیں اڑ کر آتی ہیں اور سکرین پر پہلے امیج کو ہٹا کر چھا جاتی ہے۔ مقبرے ایک دوسرے میں گم ہوتے' بچھڑتے' آگے پیچھے جاتے'

دائیں بائیں نکل جاتے نظر آنے چاہئیں۔ گیت من چلے کا سودا جاری رہتا ہے۔)

ڈزالو

سین 17 آوٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد فوارے کے ساتھ پودوں کو پانی دے رہا ہے۔ پھر وہ ایک جگہ رک کر رمبا اٹھالیتا ہے اور کیاری میں نلائی کرنے لگتا ہے۔)

کٹ

سین 18 ان ڈور شام کا وقت

(ارشاد چھوٹے سے باورچی خانے میں اپنا کھانا پکا رہا ہے۔ ہنڈیا بھونتا ہے اور اس میں سبزی ڈالتا ہے۔ رومال سے اپنا پسینہ پونچھتا ہے۔)

کٹ

سین 19 ان ڈور صبح کا وقت

(ارشاد نے ہوور لگا رکھا ہے اور وہ قالین صاف کر رہا ہے۔ ان تینوں سینوں میں اور پچھلے درباروں کے Visuals میں جاری رہتا ہے: تیرے من چلے کا سودا ہے یہ ---- کھٹا اور میٹھا۔ جس وقت ارشاد ہوور سے قالین صاف کرتا ہے، کبیر آتا ہے۔)

کبیر: یہ ---- یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ Menials کے کام خود کر رہے ہو ---- آخر اس انجام کو پہنچے!

(ارشد ہوور بند کرتا ہے۔)

ارشاد: آؤ بیٹھو! کچھ عقل کی باتیں ہمیں بھی سکھاؤ ----

کبیر: مجھے شرم آتی ہے اب تم ان کاموں کے قابل ہو گئے ہو ---- بالکل ہی تھرڈ ریٹ کام۔

ارشاد: کیا پیو گے کافی کہ چائے؟

کبیر: اگر تم کو خود کچھ بنانا ہے تو کچھ نہیں۔

ارشاد: کبیر خان! تم تو مغربی تہذیب کے سب سے بڑے عاشق ہو---ان کی ترقی کے دلدادہ ہو۔ تمہارا بس چلے تو پاکستان میں رہو ہی نہیں۔ پھر تم کو بھی اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کرنے پر اعتراض ہے؟ وہاں تو ملازم نہیں ہوتے۔

کبیر: وہ ایک اور سیٹ اپ ہے' وہاں کی بات اور ہے۔ یہاں کا معاشرہ مختلف ہے۔

ارشاد: میں اگر تمہیں کوئی حدیث سناؤں گا تو تم زچ ہو جاؤ گے۔ اگر میں تمہیں بتاؤں گا کہ اپنے عروج کے دنوں میں اپنے آقا کی پیروی میں ہم بھی اپنے ادنیٰ کام خود کیا کرتے تھے تو تم یکدم ناراض ہو کر چلے جاؤ گے لیکن جن سفید فام لوگوں کو تم آئیڈیلائز کرتے ہو' وہ بھی تو محتاجوں کی زندگی بسر نہیں کرتے۔ کبھی کسی عام گھر میں تم نے وہاں کوئی ملازم دیکھا ہے؟

کبیر: میں لیکچرز سننے نہیں آیا۔ میں اتنے لمبے لمبے سرمن نہیں سن سکتا۔ They bore me جانتے ہو تمہارے ان واہیات لمبے لیکچروں کے بعد میں کیا کرتا ہوں؟

ارشاد: کیا کرتے ہو؟

کبیر: چھوڑو اس بکواس کو! شکار پر چلو گے؟

ارشاد: نہیں!

کبیر: میرے گھر میں مجرا ہے دل بہار کا آج رات؟

ارشاد: جو خود رقص کر سکتا ہو' دل بہار کا مجرا نہیں دیکھا کرتا۔ اس وقت میں مجسم رقص ہوں کبیر خان اور تم نہیں جانتے یہ رقص کیسا ہے! تم اس کے نشے اور کیفیت سے ناآشنا ہو۔ تم نہیں جانتے کبیر خان! ایک نشہ اور بھی ہے جو اترتا نہیں---ایک بہار ایسی بھی ہے جو خزاں سے آشنا نہیں----ایک راحت ایسی ہے جو خوشی کی طرح ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ ہر مقام پر' ہر لحظہ اور ہر گھڑی راحت ہی رہتی ہے۔ میں جسم کی لذتوں سے گزر کر ایک اور لذت کی وادی میں گھر گیا ہوں۔ میرے لیے اور رقص ہے اور جھومر ہے---سپیشل مجرا ہے!

(کسی چھوٹی سی ٹرولی پر جو کیمرے میں نظر نہ آئے' اس پر ارشاد کو کھڑا کیجئے' پھر اسے دائرے کی شکل میں کبیر خان کے گرد گھمایئے' ایسے کہ کبیر خان مرکز میں رہے۔ ایسے میں سارا ڈائیلاگ ادا کیجئے۔ جب یہ ڈائیلاگ ختم ہو جاتا ہے' ارشاد دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر دائرے میں گھومنے لگتا ہے اور اس پر قوالی فیڈ ان ہوتی ہے۔)

سربازار می رقصم

ڈزالو

(ڈاچی' اونٹ کا سایہ' گھنگھرو کی آواز' لوک ڈانس کے مختلف شاٹ' گرتا ہوا آبشاری پانی---ان تمام مناظر پر بھی قوالی "می رقصم" جاری رہتی ہے۔)

کٹ

سین 20 ان ڈور سہ پہر کا وقت

(پروفیسر عائشہ اور ارشاد لیبارٹری میں بیٹھے ہیں۔)

عائشہ: آج سے سال بھر پہلے مومنہ وظیفے پڑھا کرتی تھی---دعائیں مانگتی تھی کہ عدیل اسے سعودیہ بلالے! اب وہ سنتی ہی نہیں۔ میں اصرار کرتی ہوں تو رونے لگتی ہے۔ وہ عدیل کے پاس جانا ہی نہیں چاہتی۔

ارشاد: لیکن آپ کیا چاہتی ہیں بیگم صاحبہ؟

عائشہ: میں نے مانا عدیل نے زیادتی کی' مومنہ کو چھوڑ گیا لیکن اب اس کی معافیوں کے خط آرہے ہیں۔ وہ مومنہ کو بسانا چاہتا ہے۔ ارشاد صاحب! مجھے تو پہلے بڑی مشکل سے عدیل کا رشتہ ملا تھا' اب کہاں سے اور ڈھونڈ لوں گی!

ارشاد: آپ پریشان نہ ہوں!

عائشہ: میں نے اپنی تو جیسی تیسی گزار لی' اب اس جوان جہان کے دکھ کیسے دیکھوں---ارشاد صاحب! یہ اولاد ماں باپ کو اتنا دکھ کیوں دیتی ہے؟ بڑھاپے میں اتنی بڑی آزمائش' اتنا بڑا امتحان کیوں بن جاتی ہے؟

ارشاد: (مسکرا کر) آپ جواب کی سختی سے پریشان تو نہیں ہو جائیں گی؟

عائشہ: بالکل نہیں!

ارشاد: اصل وجہ والدین ہیں پروفیسر صاحب! وہ اولاد کو نہ تو مقدور بھر سزا تک پہنچنے دیتے ہیں نہ ہی رحمت کی جزا حاصل کرنے دیتے ہیں۔ وہ ہر وقت اولاد کے لیے تجویزیں ہی کرتے رہتے ہیں۔ جب والدین ہی اللہ کی رحمت سے' اس کے کرم سے---اس کے فضل سے مایوس ہوں تو اولاد امتحان کیوں نہ بنے---آزمائش کا باعث کیوں نہ ہو----

مومنہ آپ کو آٹھ آٹھ آنسو کیوں نہ رلائے۔۔۔

(کیمرہ پروفیسر کے چہرے پر آتا ہے)

کٹ

سین 21 آوٹ ڈور رات کا پچھلا پہر

(ایک جیپ میں ندیم ارشاد کے گھر کے پاس آتا ہے۔ جیپ سے اترتا ہے۔)

کٹ

سین 22 آوٹ ڈور کچھ لمحے بعد

(ندیم کوٹھی کی دیوار پر چڑھتا ہے۔ Beware of Dogs کا بورڈ نظر آتا ہے۔ کتے کے بھونکنے کی آواز آتی ہے۔ کتا نیچے لان میں بھونکتا ہوا چکر لگاتا ہے۔ ندیم پستول سے کتے کا نشانہ بناتا ہے۔ فائر کرتا ہے۔ کتا گرتا ہے۔)

(کٹ)

سین 23 ان ڈور گہری رات

(ارشاد جائے نماز پر بیٹھا ہے۔ کمرے سے آہستہ آہستہ ذکر کی آواز آرہی ہے۔ کیمرہ دروازے پر جاتا ہے جس میں ندیم اندر آنے کی کوشش کرتا ہے۔ ذکر بند ہوتا ہے۔ ارشاد ویسے ہی آنکھیں موندھے بیٹھا ہے۔)

ارشاد: آجایئے! اس گھر کا کوئی دروازہ مقفل نہیں ہے۔ (ندیم اندر آتا ہے۔) بیٹھے۔ خوش آمدید۔۔۔۔

ندیم: مجھے افسوس ہے مجھے آپ کا کتا مارنا پڑا۔

ارشاد: مجھے بھی افسوس ہے کہ آپ نے خوامخواہ زحمت کی۔ میرا کتا بڑا مہمان نواز تھا۔ اگر آپ دروازہ کھول کر آجاتے تو وہ آپ کو دیکھ کر ہی چپ ہو جاتا۔ بیٹھ جایئے۔

(ندیم اس کے پاس ہی جائے نماز کے قریب قالین پر بیٹھ جاتا ہے۔)

ندیم: (بہت آہستہ) ناک نقشہ تو وہی ہے۔ اتنی ہی لمبی ڈاڑھی بھی اس نے بتائی تھی۔

ارشاد: آپ کو کسی قسم کا تردد ہے؟

ندیم: میں دو ایک دن آپ کے گھر میں پناہ لینا چاہتا ہوں۔

ارشاد: پناہ کے لیے گھر کی نہیں' دل کی شرط ہوتی ہے۔

ندیم: آپ مجھے رکھ لیں گے؟

ارشاد: تو کیا آپ کو کوئی شبہ ہے؟ جہاں جی چاہتا ہے' پڑ رہیے۔

ندیم: دیکھیے---- ابھی کوئی پون گھنٹہ پہلے میں نے پولیس مقابلے میں ایک سپاہی کو قتل کر دیا ہے۔

ارشاد: جی---- پھر؟

ندیم: میں اشتہاری ملزم ہوں۔ (جیسے اپنے آپ سے) لب ولہجہ بھی وہی ہے۔

ارشاد: آپ اس وقت میرے مہمان ہیں۔

ندیم: پولیس میری تلاش میں سرگرداں ہے۔

ارشاد: وہ ان کا فرض ہے۔

ندیم: دو دن ہوئے مجھے میرے دوست نے آپ کا ٹھکانہ بتایا تھا۔

ارشاد: آپ کے دوست کا شکریہ!

ندیم: اس نے مجھے کہا تھا کہ اگر میں کسی قسم کی مصیبت میں پھنس جاؤں تو مجھے آپ کے گھر میں پناہ مل جائے گی۔

ارشاد: بالکل ٹھیک کہا تھا تمہارے دوست نے۔

ندیم: آپ---- آپ شراب کشید کرتے ہیں ناں اس کوٹھی میں---- اور اسے سمگل کرتے ہیں بارڈر پار؟ اس لیبارٹری میں----

ارشاد: بتی جلاؤ گے!

(ندیم اٹھ کر پوری روشنی کرتا ہے۔ دریں اثنا ارشاد اٹھ کر صوفے پر بیٹھتا ہے۔)

ارشاد: یہاں آؤ! صوفے پر بیٹھو (ندیم پاس جاتا ہے) اور میری طرف دیکھو۔ (ندیم ویسے ہی کرتا ہے۔) تمہیں کیا نظر آتا ہے؟

ندیم: ٹھیک کہتا تھا میرا دوست۔ آپ شراب کشید کرتے ہیں اور بارڈر پار سمگل کرتے ہیں۔ یہ ڈاڑھی آپ نے Camouflage کے طور پر رکھی ہوئی ہے۔ یہ جائے نماز آپ کی ڈھال ہے۔ اندر سے آپ کے کاروبار اور ہیں۔

ارشاد: تمہیں میرے چہرے میں یہی کچھ نظر آیا ہے؟

ندیم: اگر میں غلطی پر ہوں تو آپ مجھے درست کر سکتے ہیں لیکن مجھے تو یہی کچھ نظر آتا ہے۔ مجھے تو اپنے دوست کی رائے سے کلی اتفاق ہے۔ میں اعتماد اور وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے دھندے ہمارے جیسے ہی ہیں۔

ارشاد: کیا میں تمہارا نام جان سکتا ہوں؟

ندیم: ندیم!

ارشاد: دیکھو ندیم---جو کچھ تم نے میرے متعلق رائے قائم کی ہے' اس رائے کو ثابت کرنے کے لیے تمہارے پاس کوئی ثبوت تو ہے نہیں۔

ندیم: ثبوت تو نہیں ہے لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے۔

ارشاد: آہا! دل گواہی دیتا ہے' ٹھیک---تمہارے اندر کی آواز کہتی ہے' بالکل ٹھیک ہے۔ یاد رکھو میرے ندیم! اس دنیا میں محبت کا کاروبار---رائے کا تعین---اعتماد کا ثبوت صرف خیال کی زد میں ہے۔ ڈاکو کی ماں اس خیال کے ستون سے بندھی ہے کہ اس کا بچہ ڈاکو نہیں ہے۔ تم اس کو آرے سے چیر دو' وہ تسلیم ہی نہ کرے گی کہ اس کا بچہ ڈاکو ہے۔ جس عاشق کی محبوبہ بے وفا ہے---لیکن عاشق اس کی وفا کے خیال میں پرویا ہوا ہے' وہ اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں کرتا۔ انسان اپنے ایمان' اپنے اعتماد' اپنے اعتقاد کی کشتی میں سفر کرتا ہے ندیم---اور اس کی کشتی اس کے یقین کے بادبان سے چلتی ہے۔

ندیم: مجھے اس نے یہ بھی کہا کہ دن کے وقت وہ آدمی تعویز گنڈے دیتا ہے۔ گاؤں کے لوگ اسے پیر سمجھتے ہیں۔ کیا آپ اصلی پیر ہیں؟

ارشاد: کوئی اصلی پیر نہیں ہوتا ندیم---مرید کا کلائیڈوسکوپ اس پر جو روشنی ڈالتا ہے' وہ وہی رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

ندیم: آپ کون ہیں؟

ارشاد: تمہارے لیے میں وہی ہوں جو تم سمجھتے ہو۔ میری حقیقت وہی ہے جو تمہارا گمان ہے۔

ندیم: میں ٹھیک جگہ آ گیا ہوں۔ اب مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے پولیس کے حوالے نہیں کریں گے۔

ارشاد: اس یقین کی کیا وجہ؟

ندیم: ہم دونوں قانون کے مجرم ہیں۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ ہم ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔

ارشاد: میری طرف غور سے دیکھو ندیم---- میں کون ہوں؟

ندیم: آپ مجھے تکیہ دے دیں' میں بہت تھکا ہوا ہوں۔

(ارشاد اسے پلنگ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ اوندھا پلنگ پر لیٹتا ہے۔ ارشاد جائے نماز پر بیٹھتا ہے' پھر اٹھتا ہے۔ ندیم کے پاس جاتا ہے۔ اسے جگاتا ہے۔)

ارشاد: ندیم سونے سے چند لمحے پہلے ---- اس ادھیڑ بن سے نکل کر کہ میں کون ہوں' کیا ہوں---- یہ ضرور سوچنا کہ تم خود کون ہو ---- اور جب تم کسی نتیجے پر پہنچ جاؤ---- تو اپنے وجود کو اپنی سزا میں دینے سے پہلے اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دینا ---- قانون کی سزا تمہاری اپنی سزا کے عذاب سے کمتر ہو گی---- اپنے وجود کی سزا کو آج تک بہادر سے بہادر انسان بھی برداشت نہیں کر سکا۔ اس کی سختی اور سخت دلی سے بچنا!

(ندیم مسکرا کر اس کی جانب دیکھتا ہے اور پھر سر تکیے پر رکھ کر سو جاتا ہے۔)

فیڈ آؤٹ

قسط نمبر 8

کردار

ارشاد	:	ہیرو
سلمٰی	:	ریسرچ آفیسر۔ متجسس ذہن کی مالک
نائیلہ	:	لیبارٹری اسسٹنٹ۔ حساس لڑکی
شبانہ	:	ارشاد کی کزن
عمیر	:	شبانہ کا شوہر۔ شکی مزاج
رضا	:	عمیر کا بیٹا۔ عمر چھ سال
عامر	:	خوبصورت ریسرچ آفیسر۔ سلمٰی سے محبت کرنے والا

سین 1 ان ڈور دن

(سلمیٰ دفتر میں بیٹھی ہے۔ اس کے چہرے پر اضطراب ہے۔ وہ فون کان پر لگائے گویا بت بنی ہوئی ہے۔)

سلمیٰ: (قریباً چیخ کر) نہیں! نہیں ---- یہ نہیں ہو سکتا آنٹی جی ---- یہ ناممکن ہے ---- جی ---- آپ ہوش میں ہیں؟ نہیں ہو سکتا یہ ----

(یکدم جیسے وہ کچھ کر گزرنا چاہتی ہے۔ دفتر کی بڑی کھڑکی کی طرف دیکھتی ہے۔ بڑی کھڑکی کا شیشہ کڑ کڑ کے ٹوٹتا ہے۔)

آنٹی جی ---- مجھے لگتا ہے یہاں ابھی بجلی گری ہے۔ جی میں آتی ہوں جی ابھی ---- جی بھاگ کر ---- بالکل ایک منٹ میں آنٹی جی ---- جو بھی سواری ملی ---- جی ---- ابھی جی ----

(سلمیٰ پٹاخ چونگا دھرتی ہے۔ چھت کو دیکھتی ہے۔ اس کے پوائنٹ آف ویو سے لگتا ہے جیسے چھت نیچے کی طرف آ رہی ہے۔)

کٹ

سین 2 ان ڈور چند لمحے بعد

(سلمیٰ برآمدے میں بھاگتی آتی ہے اور سیڑھیاں اترتی چلی جاتی ہے۔ عقب میں یہ گیت جاری ہوتا ہے:)

تیرے من چلے کا سودا ہے کھٹا اور میٹھا
کنجڑے کی سی ہاٹ ہے دنیا، جنس ہے ساری اکٹھی
میٹھی چاہے میٹھی لے کھٹی چاہے کھٹی
تیرے من چلے کا سودا - - - - - - - -

(سلمیٰ تقریباً چار پانچ منزلوں کی سیڑھیاں اترتی جاتی ہے۔ یکدم تصویر سٹل ہوتی ہے۔ کیمرہ سلمیٰ کے چہرے کو فوکس میں لیتا ہے۔ وہ بڑے اضطراب سے چلا کر کہتی ہے۔)

سلمٰی: نہیں نہیں ---- ایسے نہیں ہو سکتا ----- نہیں ہو سکتا ایسے۔

(تیز تیز نیچے اترتی ہے۔ سلمٰی کے پوائنٹ آف ویو سے صرف سیڑھیاں دکھائی جاتی ہیں۔)

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(فٹ پاتھ پر سلمٰی بھاگی جا رہی ہے۔ اس نے جوگرز پہنے ہوئے ہیں اور وہ پوری رفتار سے بھاگتی ہے۔ اس کے بال ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ اسے اپنی رتی بھر پروا نہیں ہے۔ قریب سے ٹریفک گزر رہی ہے۔ گیت جاری رہتا ہے۔ ایک رکشہ گزرتا ہے۔ سلمٰی یکدم رکتی ہے' ہاتھ ہلاتی ہے۔ تصویر سٹل ہوتی ہے۔ گانا رکتا ہے۔)

سلمٰی: رکنا ---- رکشہ ---- رکشہ ----

(رکشہ نہیں رکتا --- وہ پھر بھاگتی ہے۔ گیت جاری رہتا ہے۔)

کٹ

سین 4 آؤٹ ڈور وہی وقت

(وہی سماں وہی تسلسل ---- سلمٰی انار کلی جیسے بازار میں تیز رفتاری سے کبھی چلتی' کبھی بھاگتی جا رہی ہے۔ وہ ایک آدمی سے ٹکراتی ہے اور آہستہ سے کہتی ہے۔)

سلمٰی: سوری!

(سوری سے پہلے گیت بند ہوتا ہے اور سوری کے بعد کچھ لمحوں کے لیے سلمٰی اور اس آدمی کا ٹکراؤ سٹل ہو جاتا ہے۔ جب وہ سوری کہہ کر بھاگتی ہے تو گیت جاری ہوتا ہے۔)

کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور دن

(ایک سنسان گلی جس میں دونوں جانب مکان اس قدر قریب ہیں کہ آسمان گویا نظر نہیں آتا۔ سلمٰی اس گلی میں بھاگتی جاتی ہے۔ گیت جاری رہتا ہے۔)

کٹ

سین 6 ان ڈور دن

(اندرون شہر کا ایک کمرہ۔ سلمٰی آتی ہے۔ دروازہ پٹاخ سے کھولتی ہے۔ گیت بند ہوتا ہے۔ وہ کمرے میں داخل ہوتی ہے۔ کیمرہ سلمٰی کے پوائنٹ آف ویو سے کمرے کو دکھاتا ہے۔ کمرے میں دیواروں کے ساتھ ساتھ مختلف عمروں کے مرد کھڑے ہیں۔ فرش پر ان گنت عورتیں اور بچے سوگوار بیٹھے ہیں۔ سلمٰی ان سب میں جگہ بناتی آگے بڑھتی ہے۔ چارپائی پر نائیلہ مردہ پڑی ہے۔ وہ انتہائی خوفزدگی کے عالم میں دوبارہ سارے کمرے میں کھڑے اور بیٹھے لوگوں کو دیکھتی ہے اور پھر چارپائی کے سرہانے بیٹھی عورت کو دیکھ کر بہت آہستہ جیسے اپنے آپ سے کہتی ہے۔)

سلمٰی: تو چلی گئی.... چلی گئی پھر.... فیصلہ کر لیا تو نے؟

(تصویر یکدم سٹل ہوتی ہے اور یہاں سے ڈزالو ہوتی ہے۔ تصویر دوبارہ دفتر میں پہنچتی ہے۔)

ڈزالو

سین 7 ان ڈور دن

(سلمٰی فون کر رہی ہے۔ نائیلہ قریب بیٹھی ٹائپنگ کر رہی ہے۔ کبھی کبھی وہ چونگے پر ہاتھ رکھ کر نائیلہ سے بات کرتی ہے۔ دونوں ہاتھ کے اشارے سے ایک دوسرے کو بتاتی ہیں کہ کیا مصیبت ہے کس وقت فون آگیا ہے۔ یہ کٹ میں سیکنڈ کا ہوگا۔)

کٹ

سین 8 آؤٹ ڈور دن

(دونوں سہیلیاں پرس لٹکائے ہاتھ پکڑے سیڑھیاں اتر رہی ہیں۔ دونوں گرمجوشی سے باتیں کر رہی ہیں۔ تھوڑا راستہ اترنے کے بعد وہ لڑنے کے انداز میں رکتی ہیں۔ پھر نائیلہ ہاتھ جوڑتی ہے جیسے معافی مانگ رہی ہو۔ پھر سیڑھیاں اترنے لگتی ہے۔)

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور دن

(سلمیٰ اور نائیلہ دونوں بازار میں جا رہی ہیں۔ پھر دونوں اپنا اپنا پرس کھولتی ہیں۔ سلمیٰ نائیلہ کو کچھ پیسے دیتی ہے۔ دونوں دکان کے اندر گھستی ہیں۔)

کٹ

سین 10 ان ڈور شام کا وقت

(اندرون شہر کا گھر..... سلمیٰ پلنگ پر بیٹھی ہے۔ اس کے سامنے ان گنت لفافے پڑے ہیں۔ پاس نائیلہ کرسی پر ہے لیکن اس کے پاؤں پلنگ پر ہیں۔ سلمیٰ کی توجہ اس شاپنگ پر ہے جو ابھی ابھی وہ کر کے آئی ہیں۔ اس کے ہاتھ میں ایک دوپٹہ اور کناری ہے جسے وہ لگا کر دیکھ رہی ہے کہ کیسا لگتا آتا ہے۔)

سلمیٰ: دیکھ یہ کناری ساری باہر رکھوں کہ تھوڑی باہر، تھوڑی نیچے؟

نائیلہ: میں کیا بکواس کر رہی ہوں..... اور تجھے اپنی کناری کی پڑی ہے۔

سلمیٰ: تیری بکواس تو تین سال سے جاری ہے اس نے تو ختم ہونا ہی نہیں۔

نائیلہ: یہ ہمدردی ہے تجھے میرے ساتھ! یہ ہمدردی ہے تیری!!

سلمیٰ: نائیلہ! تجھے ایک دن فیکٹس کو ایکسپٹ کرنا پڑے گا..... حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

نائیلہ: نہیں کر رہی میں ایکسپٹ؟

سلمیٰ: نہیں ---- بالکل نہیں!

نائیلہ: اچھا تو پھر؟

سلمیٰ: بھئی بات یہ ہے گدھی بیگم کہ فیصلہ تم کو کرنا ہوگا ---- اور تم کرو گی ---- لیکن اللہ نے تمہیں ایسی کھوپڑی دی ہے کہ تم ضرور غلط فیصلہ کرو گی' انشاء اللہ۔

نائیلہ: کیوں؟

سلمیٰ: چلو تم اس کی بیوی کو پڑی رہنے دو۔ تم باسط سے شادی کرلو۔ اس کی یہ آفر ہے؟

نائیلہ: ہاں ہے تو لیکن ---- آفر سے کیا ہوتا ہے۔

سلمیٰ: اچھا بیٹا ---- اگر اس سے شادی نہیں کرنا تو ایک بار ہمت کر کے پکے دل کے ساتھ اسے چھوڑ دو۔

نائیلہ: کوشش کر چکی ہوں سلمیٰ ---- کئی بار تو کی ہے کوشش تیرے سامنے ---- لیکن کیا کروں دنیا گول ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں مل جاتا ہے' گھومتا پھرتا۔

سلمیٰ: اچھا چھوڑ دفع کر۔ یہ بتا یہ پرنٹڈ شلوار بنواؤں اور قمیض پلین رکھوں کہ ---- شلوار سادہ اور پرنٹڈ قمیض؟

(نائیلہ گود میں رکھے شاپر کو سلمیٰ کے منہ پر مارتی ہے۔)

کٹ

سین 11 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ٹرین کی پٹڑی پر دونوں سہیلیاں ساتھ ساتھ چلی جارہی ہیں۔)

سلمیٰ: تو کسی قابل نہیں نائیلہ! ایسی متذبذب ڈبل مائینڈڈ فول ہے تو تو۔ پتہ نہیں میں نے کیوں دوستی کرلی تیرے ساتھ۔

نائیلہ: لیکن میں اس کی بیوی کو کیسے طلاق دلادوں ---- تین بچے ہیں اس کے۔

سلمیٰ: پھر چھوڑ باسط کا خیال ---- دفع کر!

نائیلہ: کیسے چھوڑدوں سلمیٰ!

سلمیٰ: جیسے ساری دنیا چھوڑتی ہے' جیسے سب کرتے ہیں۔

نائیلہ: مجھے کوئی حل بتا سلمیٰ ---- صاف صاف' سیدھا سیدھا!

سلمیٰ: چلا چلا کر تو نے میری ٹانگیں تھکادی ہیں۔ بول بول کے میں رہ گئی ہوں۔ ابھی میں نے

حل ہی نہیں بتایا تجھے!

نائیلہ: لیکن سلمیٰ میں کیا کروں؟

سلمیٰ: بھاڑ میں جا---- کھوہ میں گر---- برباد ہو---- مر جا۔ یہی آخری حل ہے تیرا۔

کٹ

سین 12

ان ڈور دن

(ایک ہوٹل کا چھوٹا سا کونہ---- سلمیٰ اور نائیلہ دونوں کوئی مشروب پی رہی ہیں۔)

سلمیٰ: (دانت پیس کر) تو چھوڑ دے باسط کو! وہ مکار اپنی بیوی کا ہے۔

نائیلہ: (سر ہلا کر) نہیں---- نہیں---- میں کئی بار ٹرائی کر چکی ہوں۔ نہیں چھوٹتا وہ مجھ سے۔

سلمیٰ: تو پھر شادی کر لے اس لم ڈھینگ سے اور طلاق دلا اس کی ماسی کو۔

نائیلہ: اس کے بچے ہیں سلمیٰ! طلاق کیونکر ہو سکتی ہے۔

سلمیٰ: تو چھوڑ دے الو کے چرخے کو---- اور شادی کرا لے فوراً غفار صاحب سے۔

نائیلہ: میں مر جاؤں گی سلمیٰ!

سلمیٰ: تو مر---- دیر کیوں لگا رہی ہے---- اتنے لوگوں کی جان کو آفت میں ڈال رکھا ہے۔ مر کے بھی نہیں دکھاتی۔

نائیلہ: میں مر جاؤں سلمیٰ؟

سلمیٰ: اور بابا جن کو مرنا ہوتا ہے وہ پوچھ کر مرتے ہیں' دن زیرو سیون سے---- مر' سیاپا مکا۔ اس کی بیوی دیگ دے گی شکرانے کی۔

نائیلہ: (کیمرہ اس کے چہرے پر جاتا ہے' وہ بہت آہستہ آہستہ کہتی ہے) تو کیا واقعی میں مر جاؤں---- مر جاؤں میں---- نکل جاؤں اس مصیبت سے۔

کٹ

سین 13

ان ڈور دن

(ارشاد کی تجربہ گاہ۔ ایک ریٹارٹ میں پانی کھول رہا ہے۔ ارشاد کھڑکی کے سامنے کھڑا ہے۔ اس کے چہرے پر طمانیت اور خوشی ہے۔ سلمیٰ سر کو دونوں

ہاتھوں سے تھامے آگے پیچھے جھول رہی ہے اور انتہائی اضطراب میں ہے۔)

سلمٰی: میں نے اسے مارا ہے سر' میں نے ---- وہ جب کہتی تھی ---- جب کہتی تھی' میں مر جاؤں تو میں کبھی اسے منع نہیں کرتی تھی ----- روکتی نہیں تھی ---- بلکہ غصے میں جو بکواس میں کرتی تھی' نائیلہ اسے سچ مان لیتی تھی اور یہ اس کا نتیجہ ہے۔

ارشاد: (پاس جاتے ہوئے) سلمٰی! کیا تمہاری یہ نیت تھی کہ وہ مر جائے؟

سلمٰی: میری نیت ----؟ میں اپنی نائیلہ کے لیے کبھی ایسا سوچ سکتی تھی ارشاد صاحب ---- میری نیت تھی وہ مر جائے؟ میری ---- اوہ خدایا میری؟

ارشاد: اگر تمہاری نیت نہیں تھی تو پھر تم مجرم بھی نہیں ہو۔ اعمال کے نیک و بد کا انحصار نیت پر ہے۔ ویسے اگر تم احساسِ جرم کے ساتھ مطمئن رہ سکتی ہو تو میں تمہیں روکتا بھی نہیں۔

سلمٰی: آپ کی باتوں سے میری تسلی نہیں ہو رہی سر! میں نے اپنی نائیلہ کو مار دیا ---- اپنی نائیلہ کو سر ---- ہم چوتھی جماعت سے ساتھ تھیں۔

ارشاد: ٹھیک ہے ---- ایسے ہی سہی (قریب آتے ہوئے) ہر انسان کو فیصلے کا اختیار ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر انسان درست فیصلہ بھی کرے۔

(بہت قریب آکر)

کیا تم اپنے گلے کی چین مجھے دے سکتی ہو سلمٰی؟

سلمٰی: جی ضرور! بلکہ میں تو بہت ہی خوش ہوں کہ آپ نے زندگی میں مجھ سے کچھ مانگا۔

(چین اتارتی ہے۔ کیمرہ اسے کلوز میں ٹریٹ کرتا ہے۔)

جی لیجیے۔

(اب ارشاد واپس کھڑکی کی جانب لوٹ جاتا ہے اور چین سے کھیل بھی رہا ہے۔)

ارشاد: یہ تمہاری چین ہے سلمٰی؟

سلمٰی: جی بالکل میری ہے۔

ارشاد: ادھر آؤ میری طرف!

(سلمٰی ایسے چلتی ہے جیسے بیچارا کرڈ ہو چکی ہو۔)

ارشاد: یہ میری طرف سے تحفہ قبول کرو اور اسے میری یادگار سمجھو۔ یہ چین میں نے ایک عرصے سے تمہارے لیے سنبھال کر رکھی تھی۔ یہ میرا تحفہ ہے ---- نذرانہ ہے جو میں اپنی خوشی سے تمہیں دے رہا ہوں۔

سلمیٰ: سر آئی ایم سوری' یہ تو میری چھین ہے---- میری ذاتی۔

ارشاد: بالکل----یہی کچھ تمہاری نائیلہ نے کیا' اپنے اللہ کے ساتھ۔ اللہ کی چیز----اللہ کی امانت اپنی سمجھ کر اپنی مرضی سے اسے لوٹا دی' ضائع کر دی۔ پوچھے بغیر----اجازت طلب کیے بغیر۔ یہ کیا کیا نائیلہ نے!

سلمیٰ: لیکن وہ کیا کرتی سر؟

ارشاد: سلمیٰ بی بی! جان تو اس کی دی ہوئی تھی۔ خدا کا عطیہ تھی۔ نائیلہ نے اپنی مرضی سے بیگانی چیز کیوں استعمال کی بھلا؟

سلمیٰ: لیکن انسان کے پاس اپنی جان سے زیادہ قیمتی شے اور کون سی ہو سکتی ہے سر----وہ اس نے اپنی محبت پر قربان کر دی۔

ارشاد: ہے ایک اور چیز! خالص انسان کی اپنی----ذاتی----وہ قربان کر سکتا ہے----نچھاور کر سکتا ہے----اس پر اس کا اختیار ہے۔ خالص---

سلمیٰ: وہ کون سی چیز ہے سر----خالص اس کی اپنی؟ انسان تو بے بس ہے۔ کچھ بھی نہیں اس کا اپنا----

ارشاد: ہے ایک چیز اس کی اپنی' ذاتی -------- His own personal Property اور وہ ہے اس کا اپنا ارادہ----اپنی Will----اپنی مرضی---- اپنا تہیہ۔ وہ اپنی Will کو سرنڈر کر سکتا ہے اپنے محبوب کے سامنے۔ اپنے ارادے کو قربان کر سکتا ہے اس کی چوکھٹ پر۔ اپنی خواہش پر ٹوکرہ اوندھا مار کے رکھ سکتا ہے اپنے خدا کے روبرو' اپنے آئیڈیل کے حضور۔ لیکن کسی اور کی امانت قربان نہیں کر سکتا۔ تمہاری نائیلہ کو اپنی جان نچھاور کرنے کا کوئی حق نہیں تھا' اپنی Will البتہ سرنڈر کر سکتی تھی۔

(ارشاد کھڑکی کی طرف دیکھتا ہے۔ میز پر رکی ٹارٹ میں پانی بدستور ابل رہا ہے۔ ارشاد اس کے پاس جاتا ہے اور اوور آل کی جیب سے کاپی نکالتا ہے۔)

کٹ

سین 14 آؤٹ ڈور دن

(دو تین پیارے پیارے بچے دیوار کے ساتھ دھوپ میں کھڑے ہیں۔ ایک لڑکے کے ہاتھ میں محدب شیشہ ہے اور وہ ایک کاغذ کو جلانے کی کوشش میں

ہے۔ کاغذ سے آہستہ آہستہ دھواں نکلتا ہے' پھر بھک سے آگ جل اٹھتی ہے۔

یہ منظر ڈزالو کرتا ہے اور ہم واپس ارشاد اور سلمیٰ کی تجربہ گاہ میں آتے ہیں۔)

ڈزالو

سین 15 ان ڈور وہی وقت

(ارشاد میز کے اوپر بیٹھا ہے اور ٹانگیں ہلا رہا ہے۔ سلمیٰ فرش پر بیٹھی ہے اور اپنے گھٹنے پر ہولے ہولے مکے مار رہی ہے۔)

ارشاد: تم نے دیکھا ہوگا سلمیٰ کہ لوگ ساری عمر چھوٹی چھوٹی خواہشوں کے پیچھے' چھوٹی چھوٹی آرزوؤں اور تمناؤں کی حضوری میں دوڑتے رہتے ہیں' دوڑتے رہتے ہیں اور ان کی قوت ارادہ ضائع ہوتی رہتی ہے۔ اس میں ارتکاز پیدا نہیں ہوتا۔ فوکس نہیں کر سکتے کسی بڑے کام کے لیے---- کسی مسلک کے لیے۔ ان کا ارادہ کافی نہیں ہوتا۔

سلمیٰ: میں آپ کی بات سمجھی نہیں سر!

ارشاد: سورج جب سارے میں چمکنے لگتا ہے تو بڑی روشنی ہوتی ہے---- دن چڑھ آتا ہے' دھوپ پھیلتی ہے' حدت ہوتی ہے' تپش ہوتی ہے لیکن یہ پھیلی ہوئی گرمی جلاتی نہیں' آگ نہیں لگاتی۔ اور جب یہ روشنی' یہ دھوپ ایک نقطے پر مرکوز ہوتی ہے تو آگ لگتی ہے' کاغذ جل اٹھتا ہے---- اصل میں سارا راز ایک نقطے پر مرکوز ہونے میں ہے سلمیٰ---- خواہش ہو' ارادہ ہو' دعا ہو' یہ ساری ہماری Will کی صورتیں ہیں---- نیم رضا---- نیم گرم---- نیم جان---- ارادے کی صورت۔ لیکن جب تک ہمارے ارادے کی تپش کسی مرکز پر فوکس نہیں ہوتی' وہ جلا نہیں سکے گی' بھڑک نہیں سکے گی---- بھڑکا نہیں سکے گی۔

سلمیٰ: بڑی مشکل باتیں کر رہے ہیں سر آپ!

ارشاد: تمہاری سہیلی کو ایک بڑا چانس ملا تھا۔ اس کی ساری Will ہوشیار ہو گئی تھی' گوش بر آواز---- بس اسے پیش کرنا باقی رہ گیا تھا---- اس کی روبکاری ہونے والی تھی کہ وہ پاش پاش ہو گئی---- اور میں بال بال بچ گیا۔

سلمیٰ: (حیرانی سے) آپ بال بال بچ گئے!

ارشاد: میں بچ گیا---- بال بال بچ گیا۔ میری ذات کے محدب شیشے نے میرے دل کو فوکس

کر کے چاروں طرف روشنی کر دی ---- ہر طرف چاننا ہو گیا۔

کٹ

سین 16 آؤٹ ڈور دن

(ایک خوبصورت کوٹھی کے لان میں کیمرہ ایسی جگہ رکھیے کہ چھت پر لگا ہوا انٹینا اور نیچے ایک خوبصورت کھلی کھڑکی نظر آ سکے۔ چھت پر ارشاد انٹینا ہلا رہا ہے۔ نیچے کھڑکی میں شبانہ ایک پاؤں کھڑکی کی چوکھٹ پر دھرے اور پردے کو ہاتھ سے پکڑے آدھا دھڑ باہر نکالے کھڑی ہے۔ وہ بار بار اندر دیکھتی ہے۔ جب امیج ٹھیک نہیں آتا تو وہ چلا کر بولتی ہے۔)

شبانہ: امیج خراب ہو گیا ارشاد بھائی ---- بس بس ٹھیک ہے اب ---- لکیریں آ رہی ہیں ---- ذرا سنبھل کے درخت کی طرف موڑیے ---- پھر امیج خراب ہو گیا جی ---- موڑیے اور موڑیے ---- گھمایے ---- رنگ نہیں آ رہے ---- جی ٹھیک ہے بس ---- بس بالکل نہ ہلائیں' بالکل ٹچ نہ کریں۔ اتر آئیں' آ جائیں۔ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

(سارا وقت دونوں کردار نظر آتے ہیں۔ آخر میں کیمرہ ارشاد پر فوکس ہوتا ہے۔ وہ مسکرا کر ناچنے کا پوز بناتا ہے۔)

کٹ

سین 17 ان ڈور شام کا وقت

(کمرے کے اندر کیمرہ ٹیلی ویژن پر جاتا ہے جس پر تصور خانم گا رہی ہے۔ یکدم پھر لکیریں آنے لگتی ہیں۔ کیمرہ مڑ کر دکھاتا ہے۔ شبانہ اور اس کا شوہر بیٹھے چائے پی رہے ہیں۔ ساتھ ہی وہ ٹیلی ویژن بھی دیکھ رہے ہیں۔ قالین پر شبانہ کا پانچ چھ سال کا بیٹا ڈرائنگ کر رہا ہے۔ ارشاد اندر آتا ہے۔ اس نے پتلون پنڈلیوں تک چڑھا رکھا ہے اور کہنیوں تک قمیض کی آستینیں بھی اوپر کر رکھی ہیں۔ ننگے پاؤں ہے اور سر پر کرکٹ کی ٹوپی ہے۔)

شبانہ: خاک ٹھیک کیا ہے آپ نے ارشاد بھائی! یہ دیکھیے پھر لکیریں ---- دیکھ لیں آپ خود ----

ارشاد: بیچ دو اس ٹیلی ویژن کو۔ اگر کوئی نہیں خریدتا تو بلال گنج جا کر اس کے پرزے پھینک آؤ کسی کباڑی کے پاس۔

رضا: انکل ہم دونوں چلیں اسے بیچنے ماما کو بتائے بغیر۔

شبانہ: پلیز ارشاد بھائی! ایک دفعہ اور اوپر چلے جائیں---- آخری بار!

ارشاد: یہ اپنے شوہر کو بھیج مسٹر گڈ گڈ کو---- اس کو تو بیورو کریٹ بنا کر بٹھا رکھتی ہے اور سارے گھر میں مجھے بھگائے پھرتی ہے۔

عمیر: میں جا کر دیکھتا ہوں شبانہ۔

شبانہ: نہیں نہیں عمیر! ابھی تو آپ آفس سے آئے ہیں۔

ارشاد: تو میں؟ میرے متعلق کیا ارشاد ہے؟

شبانہ: آپ کی تو فیکٹریاں ہیں۔ آپ تو سارا دن گھومنے والی کرسی پر بیٹھے حکم چلاتے ہیں' کچھ ورزش بھی کیا کریں' پلیز اچھے ارشاد بھائی! اوپر چلیں ناں۔

رضا: انکل ماما کی باتوں میں نہ آنا۔ یہ ہمیشہ مجھے بھی اسی طرح سلانے کے لیے لے جاتی ہیں۔

عمیر: بھئی شبانہ اچھا نہیں لگتا' میں جاتا ہوں۔

ارشاد: نہیں بھئی' میں تو Joke کر رہا تھا۔ اس بار ٹھیک بتانا شبانہ۔

(ارشاد چلا جاتا ہے۔)

عمیر: کچھ اچھا نہیں لگتا۔

شبانہ: کیا؟

عمیر: تم ارشاد بھائی کی عزت نہیں کرتی ہو۔ آفٹر آل اس کی تین فیکٹریاں ہیں۔ بہت بڑا آدمی ہے شہر کا---- بزنس ٹائی کون۔

شبانہ: پھر کیا ہوا! ارشاد میرے ماموں زاد ہیں۔ ہم نے سارا بچپن' ساری جوانی ساتھ کھیل کر گزاری ہے۔ ذرا سا کام کر دیں گے تو کیا ہو جائے گا۔

عمیر: (زیر لب) شاید تمہیں یہ عمر بھی ساتھ ہی گزارنی چاہیے' ننھی شبانہ!

(اب دور سے آواز آتی ہے: ہاں! اب ٹھیک ہوا---- شبانہ چپ کھڑی رہ جاتی ہے۔ آواز آتی رہتی ہے: شبانہ---- شبانہ)

کٹ

سین 18 (کٹ ٹو کٹ)   آؤٹ ڈور   دن

(چھانگا مانگا میں ٹرین پر عمیر' شبانہ' رضا اور ارشاد سوار ہیں۔ گیت جاری ہے۔)

تیرے   من   چلے   کا   سودا   ہے

کٹ

(رضا اور ارشاد دونوں ریس لگانے کے انداز میں دوڑ رہے ہیں۔)

کٹ

(شبانہ' عمیر اور ارشاد گھاس پر بیٹھے ہیں۔ شبانہ ارشاد کو گلاس پکڑاتی ہے۔ کیمرہ گلاس پکڑانے اور پکڑنے پر مرکوز ہوتا ہے۔ اس سین میں انتہائی اپنائیت اور پردگی ہے۔)

کٹ

(عمیر گھاس پر لیٹا ہے۔ اس نے اخبار چہرے پر لے رکھا ہے۔ پھر وہ اخبار پرے نظریں اٹھا کر دور دیکھتا ہے۔ کیمرہ اس کے پوائنٹ آف ویو سے دکھاتا ہے کہ رضا درمیان میں ہے' ایک طرف شبانہ نے ہاتھ پکڑ رکھا ہے اور دوسری جانب ارشاد نے اس کا ہاتھ تھام رکھا ہے اور وہ اونٹ کی چال بھاگ رہے ہیں۔)

کٹ

سین 19   ان ڈور   رات

(رضا پلنگ پر نائٹ سوٹ پہنے لیٹا ہوا ہے۔ شبانہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی زیور اتار رہی ہے۔ پلنگ کے پاس ارشاد راکنگ چیئر میں بیٹھ کر رضا کا ہاتھ پکڑے کہانی سنا رہا ہے۔)

ارشاد: لو بھائی رضا صاحب جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ ہر پرنس ایسی ہی ہوتی ہے۔

رضا: لیکن انکل پرنس نے پرنس کا انتظار کیوں نہ کیا؟

ارشاد: بیٹا وہ پرنس جو تھی' بادشاہ زادی۔ ادھر پرنس امریکہ ایم بی اے کرنے گیا' ادھر جھٹ منگنی پٹ بیاہ۔ اس عقل کی کچی نے شادی کرالی۔

شبانہ: کیا فضول کہانی سنا رہے ہو آپ اس کو!

ارشاد: میں اسے تیار کر رہا ہوں۔ آخر اس نے بھی کسی دن کسی پرنس سے ملنا ہے کہ نہیں!

شبانہ: ارشاد بھائی پلیز! میں نروس ہو رہی ہوں۔

رضا: کیوں ماما؟

ارشاد: بھائی رضا جان مجھ سے پوچھو۔ جب کسی پرنس کو پارٹی پر جانا ہو تو وہ ضرور نروس ہوتی ہے۔

رضا: کیوں ماما' ٹھیک کہتے ہیں انکل؟

شبانہ: اب تم سو جاؤ رضا فوراً آنکھیں بند کر کے۔

ارشاد: اچھا بھائی تم آنکھیں بند کرو' میں تمہیں گیت سناتا ہوں۔

رضا: اچھا انکل (رضا آنکھیں بند کرتا ہے۔)

ارشاد: (لوری کے انداز میں) نی نی بابا نی نی---- مکھن' روٹی' چینی---- نی نی نی۔
بابا آیا کھیل کے---- چپاتی دے دو بیل کے
امی ابو آئیں گے---- لال ٹوپا لائیں گے!
سو جا بابا' لال پلنگ پر سو جا
(جس وقت ارشاد رضا کا ہاتھ پکڑے آہستہ آہستہ راکنگ چیئر پر جھولتے ہوئے گا رہا ہے' کیمرہ شبانہ پر جاتا ہے۔ وہ آنکھوں کا میک اپ کرتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرتا ہے۔ اسی وقت عمیر پورا تیار اندر آتا ہے اور شبانہ کو دیکھتا ہے۔ اس کی طبیعت پر بوجھ پڑتا ہے۔)

عمیر: ارشاد بھائی ہم جلدی آجائیں گے انشاءاللہ!

ارشاد: آپ دونوں چاہے صبح آئیں' رضا کی فکر نہ کریں۔

شبانہ: (اٹھتے ہوئے) تھینک یو ارشاد بھائی----

ارشاد: تیری شروع سے عادت ہے۔ جب کام پڑے تو کتنی مسکین بن جاتی ہے' چالاک لومڑی!

شبانہ: چلئے نہ سہی شکریہ۔ آپ کو شروع سے گریٹ فل ہونے کی عادت نہیں۔

(عمیر ان دونوں کی بے تکلفی دیکھ کر پریشان سا ہوتا ہے۔)

عمیر: چلیں شبانہ!

رضا: (آنکھ کھول کر) ماما میرا فکر نہ کرنا---- انجوائے یور سیلف' میرے ساتھ انکل ہیں۔

(شبانہ دکھی انداز میں عمیر کے ساتھ جاتی ہے۔ رضا کا ہاتھ پکڑ کر راکنگ چیئر جھلاتا ہوا ارشاد پھر گانے لگتا ہے۔)

ارشاد:
بی اے ایم اے پاس کرے گا
جج بن کر انصاف کرے گا
ظلم و ستم کا ناس کرے گا
سو جا بیٹے لال پلنگ پر سو جا

ڈزالو

سین 20 آؤٹ ڈور دن

(پجیرو میں سوار ارشاد ایک بڑی فیکٹری میں آتا ہے۔ وہ فیکٹری کے اندر گھستا ہے۔ جابجا اسے سلام کرنے والے ملازمین ملتے ہیں۔)

کٹ

سین 21 ان ڈور دن

(فیکٹری کے اندر جہاں کام ہو رہا ہے' ارشاد گھوم پھر رہا ہے۔ ورکرز سلام کر رہے ہیں۔)

کٹ

سین 22 ان ڈور دن

(میز پر ٹانگیں رکھے ٹائی کی گرہ کھولے ارشاد بیٹھا ہے۔ اس کے ہاتھ میں فون ہے۔)

ارشاد: نہیں بابا تم سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔ میری کزن شبانہ کی شادی ہو گئی تھی۔ میرے ساتھ نہیں احمق---- ایک انجینئر کے ساتھ---- ہاں میں نے اسے چھوڑ دیا تھا' اپنی پڑھائی کی خاطر---- بالکل۔ تم میری میم سے مل چکے ہو لندن میں---- نہیں نہیں وہ پاکستان آنا نہیں چاہتی' وہیں ہے اب۔ ہاں طلاق ہی سمجھو! بلکہ طلاق ہی----او گدھے آدمی میں اب تمہیں اپنی ساری پاسٹ ہسٹری فون پر کیسے سمجھا سکتا ہوں۔ آ جاؤ' کار بھیجتا ہوں---- ایئرپورٹ پر بیٹھے ہو لنڈن جانے کے لیے---- تو لعنت بھیجو دوستی پر---- اللہ حافظ! نہیں بابا میں نہیں آ سکتا۔ یہ لائف ہے! میں بھی کسی کا انتظار کر رہا ہوں۔ بائے۔

(فون کا چونگا دھرتا ہے۔ کچھ لمحے وہ مضطرب رہتا ہے۔ اس وقفے میں شبانہ ہلکا سا دروازہ کھولتی ہے' پھر اندر آتی ہے۔)

ارشاد: ہیلو!

شبانہ: ہیلو کیا---- نہ تو تمہارا کمبخت پلمبر پہنچا ہے نہ تمہارا الیکٹریشن آیا ہے۔ پائپ پھٹی ہوئی ہے اور سارا پانی گلی میں اکٹھا ہو رہا ہے۔

ارشاد: بیٹھو! پانی اکٹھا ہو رہا ہے----

شبانہ: تین دن سے کہہ رہے ہو اور ابھی تک کوئی بندہ نہیں پہنچا تمہارا۔ لوڈر بھی نہیں بھیج سکے' میں نے صوفے مرمت کے لیے دکان پر دینے تھے۔

ارشاد: اچھا یہ سارے کام میرے سپرد ہیں اور وہ تمہارا میاں انجینئر کیا کرتا ہے۔ عمیر صاحب دی گریٹ تو بل ہز بنڈ!

شبانہ: انہیں فرصت نہیں ہوتی ناں ارشاد! ان کے آفس میں کام بہت ہے۔

ارشاد: اور مجھے فرصت ہوتی ہے جس کی تین فیکٹریاں ہیں۔ ایک ٹانگ میری ڈیفنس میں' دوسری گرین ٹاؤن کے پچھواڑے----

شبانہ: شکر ہے تمہارے پاس تیسری ٹانگ نہیں ہے۔

(دونوں ذرا سا ہنستے ہیں۔ یکدم شبانہ چپ ہو جاتی ہے۔)

ارشاد: کیا ہوا؟ کافی پیو گی؟

(شبانہ نفی میں سر ہلاتی ہے۔)

کیا بات ہے؟

شبانہ: یہ کچھ چل نہیں رہا ارشاد----

ارشاد: کیا؟

شبانہ: یہ ہم دونوں کا سٹیج شو!

ارشاد: میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔

شبانہ: کبھی بھی نہیں سمجھے ارشاد!

ارشاد: تمہیں میرا انتظار کرنا چاہیے تھا شبانہ!

شبانہ: میں بیٹھی انتظار کرتی رہتی اور تم میم سے شادی کر لیتے۔

ارشاد: میں نے تمہاری شادی ہو جانے کے بعد مارتھا سے بیاہ کیا۔

شبانہ: اس سے کیا فرق پڑتا ہے! پہلے تم نے ممی کو انکار کیا تھا کہ نہیں۔

ارشاد: میں ایم بی اے کرنا چاہتا تھا۔ مجھے لندن جانا تھا۔ تمہاری ممی کا قصور ہے' وہ انتظار کر لیتیں۔ ایسی تم کون سی بڈھی ہو گئی تھیں۔ دو سال شادی رک نہیں سکتی۔

شبانہ: (اٹھتے ہوئے) لیکن اب ہم یہ باتیں کیوں کر رہے ہیں؟

ارشاد: پتہ نہیں کیوں؟ واقعی کیوں کر رہے ہیں ہم یہ باتیں؟

شبانہ: ارشاد!

ارشاد: فکر نہ کرو۔ پلمبر پہنچ جائے گا۔ لوڈر حاضر ہو جائے گی۔

شبانہ: یہ بات نہیں ہے۔

ارشاد: پھر کیا بات ہے؟

شبانہ: یہ پچھلے تین سال۔۔۔ یعنی جب سے تم لندن سے لوٹے ہو' میں Explain نہیں کر سکتی' لیکن یہ تین سال۔۔۔

ارشاد: اب تم چھنی منی تو نہیں ہو' بات کرو ناں۔

شبانہ: وہ عمیر اور میرے درمیان کچھ ٹھیک نہیں چل رہا' جیسے اندھا شیشہ ہمارے درمیان آ گیا ہو۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی' تمہیں میری مدد کرنی ہو گی ارشاد!

ارشاد: (خوشدلی سے) میں ابھی الیکٹریشن بھیج دوں گا۔ مسٹر شارٹ پچ لونگ مین!۔۔۔

شبانہ: (جاتے ہوئے) تم نہیں سمجھ سکتے' تم نے میری زندگی کتنی مشکل کر دی ہے!

کٹ

سین 23 ان ڈور صبح کا وقت

(ناشتے کی میز پر عمیر اور شبانہ بیٹھے ہیں۔ ساتھ رضا بھی ہے۔ شبانہ توس پر

مکھن لگا کر عمیر کو دیتی ہے۔ وہ ہاتھ سے پلیٹ پرے کرتا ہے۔)

رضا: ابو میں توس لے لوں؟

عمیر: ضرور!

رضا: ابو---- آپ Pink Panther دیکھیں گے میرے ساتھ؟

عمیر: ہاں شام کو!

رضا: ماما میں یہ ٹوسٹ ساتھ لے جا سکتا ہوں نرسری میں؟

شبانہ: ہاں۔

(رضا جاتا ہے)

عمیر: تم سوچ لو شبانہ ---- اب ٹائمز بدل گئے ہیں۔ اب ہر انسان اپنے لیے زندہ رہنا چاہتا ہے۔ میں تمہیں رضا کے لیے 'اپنی نیک نامی کو بچانے کے لیے کسی صلیب پر چڑھنے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ ہم اکیسویں صدی میں داخل ہونے والے ہیں۔ یہ اپنی زندگی کا عہد ہو گا۔ ایثار' قربانی' مدد' محبت۔ یہ Cliches ہو جائیں گے۔ کباڑ خانے کا مال ---- سوچ لو ----

(غصے سے جاتا ہے۔)

کٹ

سین 24   آوٹ ڈور   رات

(شبانہ کار میں جا رہی ہے۔ آنسو بے تکلف اس کے گالوں پر گر رہے ہیں۔)

کٹ

سین 25   آوٹ ڈور   رات

(ایک بڑی کوٹھی میں کار داخل ہوتی ہے۔ اردگرد بتیاں جل رہی ہیں۔ شبانہ کار سے اترتی ہے۔ بھاگ کر اندر جاتی ہے۔ کیمرہ کوٹھی میں اسے فالو کرتا ہے۔ گیت جاری رہتا ہے:)

تیرے   من   چلے   کا   سودا

کٹ

سین 26 ان ڈور رات

(بیڈروم کے دروازے پر شبانہ دستک دیتی ہے۔ اندر سے نائٹ سوٹ میں ارشاد آتا ہے۔)

ارشاد: خیر تو ہے؟

شبانہ: نہیں۔

ارشاد: اچھا ہو جائے گی' اندر آؤ۔

(شبانہ اندر جاتی ہے۔ ارشاد ڈریسنگ گاؤن پہنتا ہے۔)

ارشاد: اس وقت اکیلی آئی ہو۔ وہ تمہارا میاں عمیر کہاں ہے؟ نوبل ہزبینڈ! گڈ گڈ۔

شبانہ: دورے پر گیا ہے۔

ارشاد: تو مجھے فون کر لیتیں۔

شبانہ: ارشاد!

ارشاد: او بھئی اتنے سیریس ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

شبانہ: آپ مجھ سے کتنی محبت کرتے ہیں؟

ارشاد: (مضطرب ہو کر) اگر---- تم طلاق لے لو تو میں تم سے شادی کر سکتا ہوں کل ہی---- کل صبح۔

شبانہ: میں محبت کی بات کر رہی ہوں تم شادی کا کہہ رہے ہو۔

ارشاد: (سر کھجلا کر) پھر؟

شبانہ: تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟

ارشاد: جان حاضر کر سکتا ہوں شبانہ---- روح پیش کر سکتا ہوں---- تمہاری خاطر مر سکتا ہوں۔

شبانہ: یہ جان' یہ زندگی' یہ روح تمہاری چیزیں نہیں ہیں ارشاد! کیا تم میری مرضی پر اپنی مرضی قربان کر سکتے ہو؟ میرے اختیار کو مان سکتے ہو؟ اپنے ارادے کو میری خاطر چھوڑ سکتے ہو؟ (وقفہ) سوائے اپنی will کے آدمی کے پاس دینے کو اور کچھ ہوتا ہی نہیں ارشاد۔

ارشاد: (کچھ لمبے سوچ کر) ہاں---- میں تمہاری رضا کے لیے اپنی ہر خوشی قربان کر سکتا ہوں۔ تمہاری خواہش پر اپنا ارادہ قربان کر سکتا ہوں۔ اپنی will سرنڈر کر سکتا ہوں۔

شبانہ: تو پھر آج کے بعد---- کبھی مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کرنا---- نہ کبھی میرے راستے میں

آنا اور نہ ----

ارشاد: ایک ہی شہر میں رہ کر شبانہ؟

شبانہ: ہاں ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے۔

ارشاد: تم ایسے ہی چاہتی ہو شبانہ؟

(شبانہ سر مثبت انداز میں ہلاتی ہے۔ ایک آنسو گرتا ہے۔)

کٹ

سین 27 ان ڈور شام کا وقت

سلمٰی: اور وہ اسی شہر میں رہتی ہے سر؟

ارشاد: ہاں!

سلمٰی: آپ ان سے کبھی نہیں ملے ---- اتفاقاً بھی نہیں؟

ارشاد: (نفی میں سر ہلاتا ہے) دیکھو سلمٰی! انسان کو اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی ایسا موقع ضرور ملتا ہے کہ وہ اپنے ارادے کو' اپنے تہیہ کو' اپنی Will کو کسی دوسرے کی رضا پر قربان کر دے ---- کسی دوسرے کی فلاح پر نچھاور کر دے۔

سلمٰی: لیکن یہ آسان کام تو نہیں سر!

ارشاد: میں کب کہہ رہا ہوں کہ آسان کام ہے۔ بہت ہی مشکل بلکہ بہت ہی زیادہ مشکل کام ہے لیکن اس کے بغیر شمع روشن نہیں ہوتی' آگ بھڑکتی ہی نہیں۔

سلمٰی: میں سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں سر۔

ارشاد: عام انسان کی عام زندگی میں ارادہ' مرضی' تہیہ بہت منتشر حالت میں رہتے ہیں۔ اس کی خواہش پھیکی' پھیکی سی رہتی ہے۔ لیکن کسی ایک واقعے کے دوران' کسی لمحہ قبولیت کے وقت جب کسی شدید دباؤ کے محدب شیشے میں سے ارادے کی روشنی گزرتی ہے تو یہ روشنی اپنے سارے وجود کو بھڑکا دیتی ہے۔ پھر آدمی اپنی ذات کے گرد گھومنا بند کر دیتا ہے' اور کسی بڑے Orbit کا مسافر بن جاتا ہے ---- کسی اور مدار میں گردش کرنے لگتا ہے۔

سلمٰی: لیکن سر اپنی Will کو کسی اور کے سامنے سرنڈر کرنا اتنا آسان بھی تو نہیں۔ ایسے تو آدمی Slave ہو جاتا ہے اور بیسویں صدی میں غلامی کا تصور بالکل ناقابلِ قبول ہے۔

ارشاد: میں کب کہتا ہوں آسان ہے' لیکن قطرے کو سمندر میں ملنے کے لیے' ندی کو دریا بننے کے لیے یہ سبق سیکھنا پڑتا ہے۔ اپنی ذات گنوانا پڑتی ہے۔ شیفتگی اور فریفتگی سے عشق میں داخل ہونے کے لیے اس آگ سے گزرنا پڑتا ہے۔

سلمیٰ: یہ سارا کچھ اس ماڈرن عہد میں بالکل Futile سی بات ہے سر---- احمقانہ سی' پاگل پن کی بات! کون کسی کی خاطر اپنے اختیار کو چھوڑ سکتا ہے!!

ارشاد: تم ٹھیک کہتی ہو سلمیٰ! عام انسان کے عام حالات میں عام موسموں میں عام تجربات سے گزرتے ہوئے یہ احمقانہ بات ہے۔ لیکن کچھ لوگ' بالکل گنتی کے کچھ لوگ' تمہارے اس شہر میں ایسے بھی ہوں گے جو چاہتے ہیں کہ اپنے محور کے گرد گھومنا چھوڑ دیں---- اپنی ذات کی کوٹھڑی سے نکل کر ایک بڑے کرشمے میں داخل ہو جائیں۔ ان کے لیے اپنی Will کو سرنڈر کرنے کا سبق اہم ہے۔

سلمیٰ: کیسے سر؟

ارشاد: ایک وقت ایسا آتا ہے سلمیٰ انسان کی زندگی میں جب اسے اللہ کی رضا پر اپنی مرضی' اپنی خواہش' اپنا اختیار قربان کرنا پڑتا ہے---- جو پہلے ہی یہ سبق سیکھے ہوتے ہیں ان کے لیے مشیت کا حصہ بننا آسان ہو جاتا ہے۔ جنہوں نے سر جھکانے کی مشق نہیں کی ہوتی ان کے لیے زندگی عذاب بن جاتی ہے۔

سلمیٰ: آپ کے کام آیا سر---- اپنی Will کو سرنڈر کرنے کا سبق؟

ارشاد: ہاں' ایک مدت کے بعد---- جب میں اسے بھی بھول گیا---- تو کچھ ماہ ہوئے---- میں نے اپنے ارادے کا دیا روشن کیا اور اس کی چوکھٹ پر رکھ دیا---- اس کے بعد مجھے معلوم نہیں کہ اس نے وہ دیا بجھا دیا کہ روشن رہنے دیا---- مجھے کچھ یاد نہیں رہا سلمیٰ۔

کٹ

سین 28 آؤٹ ڈور دن

(سلمیٰ اور عامر دونوں کار میں جا رہے ہیں۔)

سلمیٰ: لیکن تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو عامر؟

عامر: کہیں بھی!

سلمیٰ: لیکن تم مجھے بتائے بغیر کہیں نہیں لے جا سکتے---- میری مرضی کے بغیر۔

عامر: خدا کے لیے خوفزدہ نہ ہو' سلمٰی! میں تمہیں اپنی امی سے ملانے کے لیے لے جا رہا ہوں۔

سلمٰی: لیکن کیوں آخر---- کیوں؟

عامر: اس لیے کہ وہ میری امی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ وہ تمہیں پسند کریں۔

سلمٰی: کار روکو عامر---- پلیز کار روکو---- اسی وقت' اسی لمحے (کار رکتی ہے) میں کوئی چیز نہیں ہوں' کوئی شے نہیں ہوں جسے پسند کرنے یا ناپسند کرنے کا تمہاری اماں جی کو اختیار ہو۔ وہ کون ہوتی ہیں اپنی پسند کی پوٹلی والی----

عامر: لیکن سلمٰی---- میری خاطر----!

سلمٰی: پتہ نہیں کیوں لیکن ابھی ابھی مجھ پر انکشاف ہوا ہے کہ تم وہ آدمی نہیں ہو جس کے لیے میں اپنا ارادہ' اپنی مرضی' اپنے سیلف کو سرنڈر کر سکوں۔ میں اگر چاہوں گی تو تمہاری امی سے ملوں گی' نہ چاہوں گی تو بالکل نہیں۔ She may go to hell!

عامر: لیکن سلمٰی----

(سلمٰی کار سے اترتی ہے اور فٹ پاتھ پر جاتی ہے۔)

سلمٰی: شاید ابھی میں اپنے محور کے گرد گھومنا چاہتی ہوں! ابھی میرا جادو میرے لیے اہم ہے۔ میں بڑے سفر کے لیے تیار نہیں ہوں عامر۔

عامر: کیا کہہ رہی ہو؟

(عقب میں گیت چلتا ہے: تیرے من چلے کا سودا ہے----)

سلمٰی: میں کہہ رہی ہوں بائے بائے----

(دوسری سمت میں چلتی ہے۔ کیمرہ اسے فالو کرتا ہے۔ تصویر عامر پر سٹل ہوتی ہے۔)

کٹ

قسط نمبر 9

کردار

ارشاد : ہیرو۔ سالک

گڈریا عبداللہ : ارشاد کے پیر و مرشد

مومنہ : ہیروئن

ندیم : چور۔ ڈکیت۔ بد تمیز نوجوان

سراج : چالیس کے لگ بھگ۔ دنیا کی آرزو میں بھاگنے والا

پیر : ایک جعلی پیر۔ عمر ساٹھ کے قریب

خلیفہ : ہٹا کٹا۔ چالیس کے لگ بھگ عیار آدمی

عورت : مصیبت زدہ عورت

لڑکی : نوجوان۔ حالات کی ستائی ہوئی

سین 1 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(بابا عبداللہ گڈریا اپنے ریوڑ کے ساتھ اردگرد موجود ہے اور لانگ شاٹ میں نظر آتا ہے۔ پھر وہ اپنے سارے ریوڑ کو لے کر ایک طرف کو چل نکلتا ہے اور دریا پر آجاتا ہے۔ کیمرہ دریا کو مختلف زاویوں سے دکھاتا ہے اور اس دریا کی ٹھیس مارتی بیچ پر ورد شروع ہو جاتا ہے۔)

ڈزالو

سین 2 ان ڈور گہری رات

(اسی ورد کے آڈیو کے حوالے سے ہم Sweep کر کے ارشاد کی لیبارٹری میں آتے ہیں اور اس کو اوسلوسکوپ پر لہروں کو ایڈجسٹ کرتے دکھاتے ہیں۔ وہ اپنی کاپی پر کچھ نوٹس لکھتا ہے۔ پھر پانی کے بیکر میں الیکٹروڈ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اوسلوسکوپ پر نمونے بند ہوتے ہیں اور کمرہ ذکر کے بڑھتے ہوئے طوفان سے بھر جاتا ہے۔ ارشاد گھبرا کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھتا ہے۔ قریب ہے کہ وہاں سے بھاگ جائے کہ روشنی کے Spot میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا بابا گڈریا اس کی طرف آتا ہے اور ذرا دور رہ کر اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اس کے آنے کے ساتھ بھیڑوں کی آوازیں ذکر پر غالب آجاتی ہیں اور پھر مدھم ہو جاتی ہیں۔)

عبداللہ: دیکھ بابالوکا! میری بات دھیان سے سن---اور پھر اس پر غور کر--- کہ سائنس کی ایجادیں انسان کو سکون اور اطمینان نہیں دے سکتیں' آرام اور آسانی ضرور دیتی ہیں لیکن تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد انسان پھر چیخنے چلانے لگ جاتا ہے---بے چین ہو جاتا ہے---گھبرا جاتا ہے۔ پھر وہ اور ایجادیں کرنے لگ جاتا ہے اور طریقے تلاش کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے لیکن ان سے خیر نہیں پڑتی۔

ارشاد: پھر میں اپنی لیبارٹری سے نکل جاؤں بابا جی؟

عبداللہ: نہیں بابولوکا---باہر نہیں نکلنا' صرف سوچنا ہے اور غور کرنا ہے---تفکر کرنا ہے کہ

ہم نے مادی قوتوں پر تو بڑا کنٹرول حاصل کر لیا ہے لیکن ہم انسانی دل کے اندر نہ اتر سکے---- اس کے زہر اور امرت سے واقف نہ ہو سکے۔ ہم نے ایٹم کی ساخت تو دریافت کر لی لیکن روح کے ایٹم کو جانچنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

ارشاد: پھر ہم کیا کریں سرکار؟

عبداللہ: ساتھ ہی ساتھ میرا ایمان ہے بابو لوکا کہ مستقبل کی سائنس' مادے کی سائنس نہیں ہو گی بلکہ انسان کی سائنس ہو گی۔ اب تجھ پر اور تیرے ملک پر---- اس سلطنت خداداد پر سائنسی تحقیق کے رخ بدلنے کا فرض عاید ہوتا ہے۔ اب تم پر انسان کو اور اس کے وجود کو اور اس کی روح کو پرکھنے کا فرض واجب ہوتا ہے۔

ارشاد: لیکن یہ کس طرح سے ہو سرکار؟

عبداللہ: دیکھ بابا لوکا! پیغمبروں نے آ کر انسان کی کایا پلٹ دی۔ اب چونکہ پیغمبروں کی آمد کا سلسلہ بند ہو چکا ہے' اس لیے اب سائنس دانوں کی ڈیوٹی بنتی ہے کہ وہ نبیوں کے کام اور نبیوں کے علم کو اس دنیا میں پھیلائیں اور دکھی انسان کی مدد کریں۔ یہ کام اور کسی سے نہیں ہو گا' صرف تم جیسے لوگوں سے ہو گا۔

ارشاد: میں نے اس تحقیق کے لیے سب کچھ چھوڑا ہے حضور!

عبداللہ: دیکھ بابو لوکا! تمہاری ساری تحقیق طاقت اور طاقت کے حصول سے وابستہ ہے۔ ہم اپنے غرور اور تکبر کا جھنڈا بلند رکھنے کے لیے طاقت کی فصیلیں بناتے رہتے ہیں۔ اپنے ارد گرد مجمع جمع کر کے خوش ہوتے ہیں لیکن یہی مجمعے ہمارے لیے مستقبل کے خطرے بن جاتے ہیں---- ہمیں اور ڈراتے ہیں---- اور دھمکاتے ہیں---- اور کمزور کرتے ہیں اور کمزور ہو کر ہم زیادہ طاقت کی' زیادہ تکبر کی تلاش میں نکل جاتے ہیں۔ لیکن بابو لوکا! ہمیں طاقت کی بجائے صلح صفائی اور امن سلامتی کا سبق دیا گیا ہے۔ طاقت' تکبر اور تنازعے کے پانی پت کو حدیبیہ میں تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ منزل دو قدم پر ہو میرے سوہنیا---- سامنے ہو اور آوازیں دے دے کر بلا رہی ہو تو صلح نامہ واپس پر دستخط کر کے حدیبیہ سے لوٹ جانے کا آرڈر ہے۔

ارشاد: (حیرانی سے آنکھیں پھاڑے بابا کو دیکھ رہا ہے۔ بابا اپنی جگہ پر سکون ہے' دس سیکنڈ کا وقفہ)

عبداللہ: سن بابو لوکا ارشاد خوش نصیبا! امن آشتی' صلح صفائی' سلام سلامتی کی لیبارٹری میں کام کرے گا تو روح کے ایٹم کی تحقیق ہو جائے گی---- انسان سوکھا ہو جائے گا----

رحمتہ العالمین کی ٹھنڈی ہوا چلے گی اور ساری دنیا فتح مکہ میں ابھر کر سکھ کا سانس لے گی۔ اور اگر ایسا نہ ہوا۔۔۔۔ ایسا نہ ہو سکا تو پھر بیکار ہے۔ بند کر دے یہ لیبارٹری اور واپس چلا جا۔۔۔۔ موجیں مارنے۔۔۔۔ جشن منانے۔۔۔۔

(ارشاد بھونچکا سا بابا عبداللہ کو دیکھے جاتا ہے۔ عین اس وقت ندیم ٹھڈا مار کر پھٹاک سے دروازہ کھول کر اندر آتا ہے۔ بابا گڈریا بڑی آہستگی کے ساتھ وہاں سے دو قدم واپس لے لیتا ہے اور فیلڈ سے نکل جاتا ہے۔)

ندیم: یہ خوشبو کیسی ہے؟

ارشاد: خوشبو! ہاں خوشبو تو ہے۔۔۔۔ وہ تو ہو گی۔

ندیم: میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے ایک پیالی کافی بنا دو لیکن تم نے کوئی توجہ ہی نہیں دی۔

(ارشاد حکم کی تعمیل کے لیے اٹھتا ہے۔)

اب رہنے دو۔ میں خود ہی بنا کے پی چکا ہوں۔ میں کسی کا ادھار نہیں رکھا کرتا اور کسی کا احسان بھی نہیں لیتا۔

ارشاد: (قریب آ کر ندیم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر) کس قدر تعلیم ہے تمہاری۔۔۔۔ ندیم؟

ندیم: ایم اے۔۔۔۔ ایم اے انگلش!

ارشاد: خوب!

ندیم: لیکن یہ کیوں پوچھا؟

ارشاد: نہیں نہیں۔۔۔۔ کوئی خاص وجہ نہیں۔ پوچھنا بھی نہیں چاہیے تھا۔ سوال نہیں کرنا مجھے کسی سے۔

ندیم: میں نے تمہارا پاسپورٹ مانگا تھا۔

ارشاد: پتہ نہیں کہاں رکھا ہے۔

ندیم: تم سمجھتے ہو ارشاد صاحب کہ میں قریبی گاؤں والوں کی طرح سچ مچ تمہیں کتوں والی سرکار سمجھنے لگوں گا۔ تم سمجھتے ہو کہ جو ڈھونگ تم نے رچا رکھا ہے اس کا پردہ مجھ پر کبھی فاش نہیں ہو گا۔

ارشاد: میں تو ایسی کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ندیم!

ندیم: میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔۔۔۔ کہ تم نے اپنے رات کے دھندے پر بہت اچھا غلاف چڑھا رکھا ہے۔ تمہارا Camouflage بہت پکا ہے اور تم پولیس کے ہتھے نہیں چڑھ سکے۔ لیکن آخر کب تک؟

ارشاد: میرے متعلق تمہارے اندازے پر---- مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

(ندیم اپنی جیب میں سے ارشاد کا پاسپورٹ نکالتا ہے۔)

ندیم: تمہارا پاسپورٹ تمہارے بریف کیس میں تھا۔ تمہیں معلوم تھا اور تم مجھے چکر دے رہے تھے۔ اب سچ سچ بتاؤ کہ تمہارے پاس کتنا اسلحہ ہے؟

ارشاد: (مسکرا کر) بہت---- بے شمار!

ندیم: اس میں سے کتنا مجھے دو گے؟

ارشاد: ابھی گیلا ہے' چلے گا نہیں۔ ابھی وہ میرے کام کا بھی نہیں۔

ندیم: (دھکا دے کر) آگے چلو---- تمہاری ان ذو معنی باتوں سے میں تنگ آ گیا ہوں۔ چلو دکھاؤ مجھے----

(ارشاد محبت سے آگے چلتا ہے۔ پیچھے ندیم فالو کرتا ہے۔)

کتوں والی سرکار بنا پھرتا ہے چار سو بیس۔ نقال!

کٹ

سین 3

آوٹ ڈور　　　　دن

(موٹر سائیکل پر عامر سوار ہے۔ اس کی پشت پر ایک چالیس پینتالیس برس کا آدمی ہے۔ یہ آدمی چہرے سے چھوٹا موٹا دکاندار دکھائی پڑتا ہے۔ شلوار قمیض میں ملبوس ہے۔ آنکھوں پر سستی سی عینک ہے۔ عامر اسے کافی دور سے لا کر وہاں چھوڑ جاتا ہے جہاں سے ارشاد کے گھر کو راستہ جاتا ہے۔ سراج اور عامر چند لمحے باتیں کرتے ہیں جن میں عامر اشارے سے سراج کو سمجھاتا ہے کہ ارشاد صاحب کا گھر کہاں ہے۔)

کٹ

سین 4

ان ڈور　　　　دن

(ارشاد جھاڑو پھیر رہا ہے۔ پھر وہ جھاڑو چھوڑ کر چولہے کے پاس جاتا ہے اور دیگچی میں چمچ چلاتا ہے۔ اس کے بعد پھر جھاڑو پھیرنے میں مشغول ہوتا ہے۔

اس دوران ذکر بیک گراؤنڈ میں جاری رہتا ہے۔ دروازے کو ٹھوکر مار کر ندیم داخل ہوتا ہے۔)

ندیم: کھانا تیار ہو گیا؟

ارشاد: بس ذرا سی دیر ہے!

ندیم: (گھڑی دیکھ کر) لیکن میں نے تو ناشتہ نہیں کیا تھا۔ مجھے بھوک لگی ہے۔

ارشاد: (آہستہ سے فریج کے پاس جاتا ہے اور فریج کا دروازہ کھولتا ہے۔) پھل؟ دہی؟ دودھ---- مٹھائی؟ جو چاہو لے لو۔

ندیم: ان چیزوں سے میری بھوک نہیں مٹتی۔ ایک بجنے والا ہے اور یہ ہے تمہارا انتظام؟

ارشاد: بس تھوڑی سی دیر ہے؟

(ندیم فریج میں سے آئس کریم نکال کر بڑے پیکٹ میں ہی چمچ ڈال کر کھاتا ہے۔)

ارشاد: (ایک شیشے کا پیالہ اسے آفر کرتا ہے۔) اس میں ڈال لو جتنی ضرورت ہو۔

ندیم: کیوں؟ ڈبے میں کیوں نہیں کھا سکتا میں؟ کیا تم میرا جھوٹا نہیں کھانا چاہتے؟

ارشاد: نہیں نہیں! بسم اللہ اسی میں سے کھاؤ۔ تمہارا جھوٹا کھانا ہی تو مبارک ہے ہمارے لیے۔

ندیم: طنز کر رہے ہو---- شرمندہ کر رہے ہو مجھے۔

ارشاد: خدانخواستہ!

ندیم: کیا پکایا ہے؟

ارشاد: پھلیاں ہیں---- فرنچ بینز!

ندیم: (غصے سے) تمہیں اچھی طرح سے معلوم ہے کہ میں گوشت کے سوا اور کچھ نہیں کھاتا۔

ارشاد: دراصل ندیم مجھے بھول گیا کہ---- کہ وہ----

ندیم: میں بھول گیا کہ میری ضرورت بھول گئی!

ارشاد: بدقسمتی سے دونوں---- یہ تو حال ہے میرا۔ خلق کی پیشوائی میں نے خاک کرنی ہے!

ندیم: اب اگر یہ پھلیاں تیار بھی ہو جائیں تو بھی میں بھوکا ہی رہوں گا۔

ارشاد: ہرگز نہیں! میں ابھی تمہیں مرغی بھون کر دوں گا۔

ندیم: اب اس وقت بھونو گے مرغی! مجھے بھوک لگی ہے شدید۔

ارشاد: (دیگچی کے پاس جاتا ہے اور آگ بند کرتا ہے۔) میں ابھی تمہارے لیے چرغہ لاتا ہوں۔

ندیم: (گھڑی دیکھ کر) پندرہ منٹ کے اندر اندر!

ارشاد: (اپنی گھڑی دیکھ کر) بالکل! پانچ منٹ کا مارجن دے دینا مجھے۔

(ندیم پاس آتا ہے اور تنگ کرنے کے انداز میں اس کے سامنے چھاتی تان کر کھڑا ہوتا ہے۔)

ندیم: تم مجھے مارتے کیوں نہیں؟

ارشاد: اس لیے کہ تم خود اپنے آپ کو بڑی سخت سزا دے رہے ہو۔

ندیم: بھلا یہ بتاؤ کہ میں کون ہوں؟ سچ سچ بتاؤ۔

ارشاد: تم ندیم ہو۔۔۔۔ دوست ہو۔۔۔۔ اور میرا ٹیسٹ ہو۔ اگر میں تمہارے ٹیسٹ میں فیل ہو گیا تو پھر مجھے ایک بار پھر سے سارا سفر شروع کرنا پڑے گا۔

ندیم: میں تمہارے اس ڈرامے میں الجھنا نہیں چاہتا۔ جا کر چرغہ لاؤ۔۔۔۔ جلدی۔

ارشاد: (مسکرا کر) ساتھ چلنا پسند کرو گے؟

ندیم: تاکہ کہیں پکڑا جاؤں۔۔۔۔ پولیس شناخت کر لے۔ یہ ہے تمہاری عقل۔۔۔۔ یہ ہے تمہارا Spiritual وژن!

ارشاد: آئی ایم سوری (چلا جاتا ہے۔)

(ندیم پھلیوں والی دیگچی کھول کر اندر جھانکتا ہے اور ڈوئی چلاتا ہے۔)

کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور کچھ ہی دیر بعد

(پھاٹک کے سامنے Beware of dogs کے بورڈ کے سامنے سراج محمد کھڑا ہے۔ وہ اس تذبذب میں ہے کہ اندر جائے یا واپس لوٹ جائے۔ پھاٹک کھلتا ہے۔ کار میں ارشاد سوار ہے۔ کار باہر نکلتی ہے۔ ارشاد سراج سے بات کرتا ہے اور اسے کار میں ساتھ بٹھاتا ہے۔)

کٹ

سین 6 ان ڈور کچھ دیر بعد

(لیبارٹری۔ ایک بڑا سا ٹفن کیریر اٹھائے مومنہ آتی ہے۔ اس وقت ندیم

یہاں موجود ہے۔ وہ ارشاد کی رنگین بوتلوں کو دیکھتا ہے اور ان کے پانی بے دریغ آپس میں ملاتا ہے اور پھینکتا جاتا ہے۔)

مومنہ: سلام علیکم جی!

ندیم: وعلیکم سلام---- آہا تو یہ عیش ہیں۔ سبحان اللہ! اسی لیے اتنے اجاڑ میں کوٹھی لے رکھی ہے۔ پورے بارہ مسالے!

مومنہ: وہ جی سر کہاں ہیں؟ میں ان کے لیے کچھ پکا کر لائی تھی۔

ندیم: کیا پکا کر لائی ہیں آپ؟

مومنہ: وہ دراصل جی---- میں نے کھانا خود نہیں پکایا۔ میری امی کی سٹوڈنٹ کی شادی تھی۔ میں تو گئی نہیں ان کے ساتھ 'وہی کھانا لائی تھیں۔ رات کو ولیمہ تھا---- انہوں نے ٹفن بھر کر ساتھ کر دیا۔ یہ ٹفن کیریر بھی انہی کا ہے' دولہا والوں کا۔

ندیم: اتنی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ (ٹفن کو ہاتھ لگاتا ہے) یہ بتائیں کیا کچھ ہے اس کے پیٹ میں؟

مومنہ: کچھ تو سٹیم روسٹ ہے---- بریانی ہے---- قورمہ ہے۔ شاہ عالمی سے نائی بلایا تھا انہوں نے۔

ندیم: واہ واہ! (قریب جا کر کلائی سے پکڑتا ہے) آیئے مل کر کھائیں۔

مومنہ: (خوفزدہ ہو کر) نہیں جی تھینک یو! میری ٹیکسی باہر کھڑی ہے---- مجھے جلدی ہے۔ یہ مجھے ٹھیک پتہ نہیں جی کہ کھانا نائی نے پکایا تھا کہ Caterers آئے تھے۔

ندیم: اپنا ڈبہ تو لے جائیں' کھانا نہ کھائیں بے شک۔

مومنہ: وہ جی ڈبہ میں پھر لے جاؤں گی۔
(جلدی سے جانے کی کوشش کرتی ہے۔)

ندیم: بیٹھو سوہنیو---- اس بڈھے سے ہم اچھے نہیں؟

مومنہ: ہاں جی وہ تو ہے---- لیکن آپ انہیں بتا دیجئے گا مومنہ آئی تھی---- مومنہ عدیل۔

ندیم: رکو گی نہیں؟

مومنہ: پھر آؤں گی جی۔ ڈبے کا خیال رکھنا---- دولہا والوں کا ہے---- کافی مہنگا لگتا ہے۔

ندیم: اور تم یاد رکھنا مجھے زردہ پسند ہے۔

مومنہ: جی ضرور یاد رکھوں گی۔ آپ سر کے بیٹے ہیں؟ ابراہیم یا حق؟

ندیم: میں ندیم ہوں---- صرف آپ کا دوست!

(ندیم ہنستا ہے۔ مومنہ کی طرف بڑھتا ہے۔ وہ پہلے کچھل پا چلتی ہے' پھر بھاگنے لگتی ہے۔)

کٹ

سین 7　　　　آؤٹ ڈور　　　　دن

کسی چرغہ ہاؤس کے سامنے یہ سین بنالیجئے۔ کیمرہ پہلے چرغہ والی مشین پر جاتا ہے جس میں کئی مرغے سلاخوں پر گھوم رہے ہیں۔ پھر انگیٹھی پر آتا ہے جہاں دو چار مرغ سیخوں پر چڑھے بھنے جارہے ہیں۔ بعد ازاں کڑاہی پر آتا ہے جس میں کڑکڑاتے تیل میں مرغیاں سرخ ہو رہی ہیں۔ جب کیمرہ پیچھے ہوتا ہے تو نظر آتا ہے کہ سراج اور ارشاد دکان کے آگے کھڑے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ دکاندار کا چھوٹا ایک بیگ میں ارشاد کا سامان لاتا ہے۔ وہ قیمت ادا کرتا ہے۔ دونوں کار کی جانب جاتے نظر آتے ہیں۔)

کٹ

سین 8　　　　ان ڈور　　　　دن

(ندیم لیبارٹری میں موجود ہے۔ اس نے مومنہ عدیل کا ٹفن کیریئر ایک لمبی تپائی نما میز پر بے ترتیبی سے پھیلا رکھا ہے۔ اس پر پانی کا جگ اور گلاس بھی ہے۔ خود وہ ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہے اور ٹانگیں اس نے اسی لمبی میز پر ایک دوسرے کے اوپر کر کے رکھی ہوئی ہیں۔ اس کی گود میں پلیٹ ہے جس میں اس نے بے تحاشہ بوٹیاں ڈال رکھی ہیں۔۔۔ کیمرہ سب سے پہلے اس کی پلیٹ دکھاتا ہے۔ پھر کرسی کے نیچے ادھر ادھر کیمرے کی نظر پڑتی ہے جہاں ہڈیاں گری ہوئی ہیں۔ پھر وہ ندیم کو دکھاتا ہے۔ وہ بیدردی اور بے جگری سے مرغی کا گوشت کھا رہا ہے۔ پھر ہڈی دور پھینکتا ہے۔ اب اس کا پاؤں اچانک ٹفن کیریئر کو لگتا ہے۔ ایک ڈبہ جس میں قورمہ ہے' قالین پر گرتا ہے۔ کیمرہ اس گرے ہوئے سالن کو خوبصورت لائٹ کریم کلر کے قالین پر گرا دکھاتا ہے لیکن ندیم اپنی جگہ سے

نہیں ہلتا۔ اس وقت ارشاد چوغہ لے کر دروازے میں آتا ہے۔)

ارشاد: لو بھئی ندیم صرف تین منٹ لیٹ ہوں۔۔۔۔

(یکدم ارشاد کی نگاہ گرے ہوئے کھانے پر پڑتی ہے۔)

ندیم: میں تو سیر ہو گیا۔ یہ رات کے لیے رکھ دو۔ ڈنر پر کھاؤں گا۔

(ارشاد ٹشو نکالتا ہے اور گھٹنوں کے بل ہو کر قورمہ صاف کرنے لگتا ہے۔ ساتھ ساتھ وہ باتیں کرتے ہیں۔)

ندیم: تمہارا خیال ہو گا کہ ابھی تک ندیم بھوکا بیٹھا ہے۔ بھائی صاحب! میرے سارے انتظامات اوپر والا کرتا ہے۔ ایسا سٹیم روسٹ کھایا ہے کہ جی خوش ہو گیا۔ جس کا کوئی نہیں ہوتا اُس کا خدا ہوتا ہے۔ مائنڈ یو!

ارشاد: چلیے خوشی کی بات ہے کہ آپ کو اوپر والے کا احساس ہو گیا۔

ندیم: تم جھوٹے پیر بنے بیٹھے ہو تو ہم بھی کسی سے کم نہیں۔ ہمارے لیے من و سلویٰ اترتا ہے۔۔۔۔ خود۔۔۔۔ دیکھ لیا تم نے۔

ارشاد: بالکل! وہ پتھر میں بھی کیڑے کو رزق دیتا ہے۔

ندیم: یہ بار بار حضرت صاحب آپ کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ آپ اللہ کا ذکر کریں مجھ سے۔ صرف آپ کو خدا کا پتہ ہے۔۔۔۔ صرف آپ مسلمان ہیں۔۔۔۔ آپ ہی کو پتہ ہے کہ زندگی کیا ہے۔ پتہ ہے میرا جی کیا چاہتا ہے؟

ارشاد: کیا چاہتا ہے؟

ندیم: میرا جی چاہتا ہے جو آدمی تمہاری طرح دوسروں کو نیکی کا راستہ دکھائے اُس کا گلا گھونٹ دوں۔

ارشاد: عام طور پر ہر ایک کا یہی رد عمل ہوتا ہے۔ نیکی کی بات سننا بڑے حوصلے کی بات ہے۔

ندیم: مجھے سرمن دینے والے Preachers زہر لگتے ہیں۔ اپنے اعمال دیکھتے نہیں اور دوسروں کے عمل پر نظر رکھتے ہیں ہر وقت۔ ماں باپ 'استاد' بڈھے سب ذلیل کینے لگتے ہیں مجھے۔۔۔۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے۔

ارشاد: تمہارا مشاہدہ کچھ ایسا غلط بھی نہیں۔ تم نے زیادہ تر وہی بڑے لوگ دیکھے ہوں گے جو توفیق کے بغیر بڑائی کا اعلان کر بیٹھتے ہیں۔

(اب ارشاد سارا سالن ٹشو سے اٹھا چکا ہے۔ وہ غسل خانے میں جاتا ہے' وہاں سے گیلا تولیہ لاتا ہے اور قالین کو رگڑتا ہے۔ جب وہ قالین کو رگڑ رہا ہے' ندیم اپنے بتے

ہوئے گندے ہاتھوں سے اسے پیچھے سے دونوں کندھے پکڑ کر اٹھاتا ہے۔)

ندیم: اٹھ جاؤ! کچھ اپنی عمر کا خیال کرو۔ تمہارا خیال ہے اس طرح میں بدل جاؤں گا؟

(ارشاد کو اس وقت غصہ چڑھا ہوا ہے لیکن وہ برداشت کر رہا ہے۔)

ارشاد: شکریہ! (تولیہ اسے دیتا ہے۔)

ندیم: تمہارا خیال ہے تم مجھے شرمندہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے؟

ارشاد: نہیں! میرا ایسا کوئی خیال نہیں۔

ندیم: میں کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلا۔ بھلا میں کون ہوں ارشاد صاحب؟

ارشاد: تم میرا ٹیسٹ ہو ندیم! جیسے تیز ہوا ہلکی پتنگ کا ٹیسٹ ہوتی ہے۔ محمد حسین پوسٹ مین صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ خطرہ ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اللہ کے راستے میں ہر انسان' ہر واقعہ' ہر قسم کے حالات یا تو دین بن جاتے ہیں---یا آپ کو دنیا بن جانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

ندیم: تم نے پوچھا نہیں یہ ٹفن کیریئر کون لایا تھا؟

ارشاد: کون؟

ندیم: تمہاری محبوبہ لائی تھی---اور کون' مومنہ۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ اور ساری باتوں کے ساتھ ساتھ اس عمر میں تمہیں عورتوں کا بھی شوق ہے۔ چوائس اچھی ہے۔ سارے گن ہیں تم میں۔

(اس وقت ارشاد پورے ہاتھ کا تھپڑ مارنے کے لیے اٹھاتا ہے۔ پھر مسکرا کر ہاتھ چھوڑ دیتا ہے۔ جیب سے لیمن ڈراپس نکال کر ہتھیلی پر آفر کرتا ہے۔)

کٹ

سین 9

ان ڈور

سہ پہر

(سراج قالین پر گم سم سا بیٹھا ہوا ہے۔ یہ بیٹھک نما ڈرائنگ روم ہے جہاں فرشی نشست کا بھی انتظام ہے۔ یہاں قالین دیوار کے ساتھ بچھا ہے اور دیوار کے ساتھ ساتھ گاؤ تکیے لگے ہیں۔ ارشاد آتا ہے۔)

ارشاد: معاف کیجئے مجھے ذرا دیر ہو گئی۔

(سراج اٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔)

نہیں نہیں' بیٹھئے بیٹھئے۔

سراج: سر ---- مجھے عامر نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آپ بہت رحمدل ہیں۔
(ارشاد ہپ پاکٹ سے پرس نکالتا ہے۔)

سراج: نہیں جی ---- مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔ دال دلیہ چل رہا ہے اللہ کے فضل سے۔

ارشاد: تو پھر؟

سراج: میں پریشان ہوں سر' بہت پریشان۔ یہ بے چینی مجھے کہیں بیٹھنے نہیں دیتی۔ میں کسی کی بات نہیں سن سکتا۔ نہ اپنے کام کر سکتا ہوں نہ کسی اور کے۔ ایک چکر ہے جو مجھے بھگائے پھرتا ہے۔

ارشاد: (محبت سے سراج کے کندھے پر ہاتھ رکھتا ہے۔) سر! جہاں تک میرا بس چلا' جہاں تک ممکن ہوا میں آپ کی پریشانی رفع کرنے کی کوشش کروں گا۔

سراج: یہ لمبی کہانی ہے سر ---- آپ کے پاس وقت ہے؟

ارشاد: وقت ہی تو حاصل کیا ہے زندگی سے۔ فرمائیے!

سراج: پہلے میری زندگی طلب میں گزری سر! دولت کو حاصل کرنے کا شوق ---- محبت کو پانے کا جنون ---- طاقت کا سودا ---- مشہور ہو جانے کی آرزو ---- لیکن اب سر وہ سب کچھ شاید ---- شاید باقی نہیں ہے۔ لیکن اب ایک سوال مجھے چمٹ گیا ہے۔ اسی سوال کا جواب میری مشکل بن گیا ہے اور اسی سوال کو دل سے نکالنے کے لیے میں آپ کے پاس آیا ہوں۔

ارشاد: کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ وہ سوال کیا ہے؟

سراج: سر! اس ترقی پذیر ملک میں جہاں مادہ پرستی مذہب بن گئی ہے ---- جہاں مقابلہ سخت ہے ---- جہاں قدم قدم پر انسان اپنی اقدار کو چھوڑے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا' وہاں ---- اس معاشرے میں کیا آدمی نیک رہ سکتا ہے ---- تقویٰ ممکن ہے؟

ارشاد: آپ کا دل کیا کہتا ہے؟

سراج: میرا خیال ہے ایسے معاشرے میں آدمی چاہنے کے باوجود نیک نہیں رہ سکتا۔ کوشش کے باوصف شرافت اختیار نہیں کر سکتا۔

ارشاد: اس کی وجہ؟

سراج: غالباً اس کی بنیادی وجہ مادہ پرستی ہی ہے ---- اور ہماری قدروں کا ٹوٹنا!

ارشاد: سراج صاحب! آج کے معاشرے میں---- اس ترقی افزا مغربی تقلید کے عہد میں' وجہ مادہ پرستی نہیں بلکہ خواہش کی شدت ہے۔ انسان نے یہاں بھی---- ہمارے دیس میں بھی---- خواہش کو خدا بنالیا ہے۔ پہچان اس کی یہ ہے کہ خواہش کو خدا بنانے والا کم نصیب نفس امارہ کا غلام ہو جاتا ہے۔ وہ ترش رو' بد خو' بدزبان ہوتا ہے۔

سراج: دیکھو جی---- آپ کی بات کتابی حد تک تو درست ہے لیکن اگر خواہشات پوری نہ ہوں تو آدمی غصہ ور نہ ہو تو کیا ہو بے چارہ؟

ارشاد: لیکن آپ نے یہ بھی دیکھا سراج صاحب کہ جن لوگوں کی زیادہ خواہشات پوری ہو جاتی ہیں' وہ زیادہ تند خو ہوتے ہیں۔ عموماً وہ لوگ جو دل کے صحن میں اتری ہوئی خواہش کو روٹی کا ٹکڑا ڈال کر الگ ہو جاتے ہیں' وہ کسی اور مقام پر ہوتے ہیں۔ وہ شور نہیں مچاتے۔

سراج: وہ کس مقام پر ہوتے ہیں سر؟

ارشاد: وہ صبر کے مقام پر ہوتے ہیں اور صبر کا مقام ہی ایک ایسا گیٹ وے ہے جہاں پہنچ کر ہر آدمی آزاد ہو جاتا ہے اور آزادی بڑی نعمت ہے سراج صاحب---- یہ تو آپ مانیں گے! صبر میں ایک ہی خوبی ہے کہ یہ خواہش کے پٹے سے آزاد کر دیتا ہے۔

سراج: صبر آزادی عطا کرتا ہے سر؟

ارشاد: صبر انسان میں غنا اور بے فکری پیدا کرتا ہے لیکن صبر وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جو آزادی سے محبت کرتے ہیں اور آزاد زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ فریڈم لوور ہیں' صرف وہی صابر ہو سکتے ہیں۔ بے صبر انسان اپنی خواہش کی بے شمار زنجیروں سے بندھا ہوتا ہے۔ اس کو اپنی بیڑیوں کی جھنکار سنائی نہیں دیتی لیکن وہ اسیر ہوس انہی زنجیروں کے ساتھ قبر میں اتر جاتا ہے۔ آزادی بڑی نعمت ہے سراج صاحب---- لیکن کوئی کوئی آدمی صبر کا دامن تھام کر اس نعمت سے فیض یاب ہوتا ہے' باقی سب تو آزادی کی برکتوں پر مضمون نویسی کر کے فوت ہو جاتے ہیں۔

کٹ

سین 10 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ندیم اس وقت بیڈ روم میں ہے۔ وہ سارے بیڈ روم کی چیزیں الٹ پلٹ کر چکا ہے اور اس وقت ارشاد کے رائٹنگ ڈیسک کو تہس نہس کر رہا ہے۔ ایک نچلے

دراز کو وہ زور سے کھولتا ہے۔ نہیں کھلتا تو ٹھڈ امار کر کھولنے کی کوشش کرتا ہے۔
دراز کھلتا ہے۔ اس میں بہت سے کاغذات کے نیچے سے ایک پستول نکلتی ہے۔
جس وقت ندیم نے ڈیسک کو کھولنا اور بگاڑنا شروع کیا ہے' اس وقت ارشاد آ کر
دروازے میں سے اس کی حرکتیں دیکھتا ہے۔)

ارشاد: یہ آپ کیا کر رہے ہیں ندیم؟

ندیم: میں پستول تلاش کر رہا تھا۔ آخر کار مل گئی۔

ارشاد: آپ کسی بہتر طریقے سے بھی یہ تلاشی لے سکتے تھے۔

ندیم: تم نے مجھے خود کہا تھا کہ جب تک میں یہاں رہنا چاہوں' رہ سکتا ہوں۔

ارشاد: بالکل----

ندیم: تم نے مجھے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے جس چیز کی ضرورت ہو' جو کچھ درکار ہو' کسی اور کے آگے ہاتھ نہیں پھیلانا' صرف تم سے مانگنی ہے۔ قیام کے دوران میں نے کوئی واردات نہیں کرنی۔ کسی سے نہ کچھ لوٹنا ہے نہ چرانا ہے۔

ارشاد: بالکل! میں اپنے الفاظ کا پابند ہوں۔ ندیم اگر آپ کو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو' میں مہیا کروں گا---- کھانا' کپڑا' رہائش----

ندیم: میری ضروریات اتنی معمولی نہیں ہیں۔ تم کسی دیہاتی کو بے وقوف بنا سکتے ہو' پڑھے لکھے تعلیم یافتہ آدمی کی ضروریات کمپلیکس ہوتی ہیں۔ کپڑا' کھانا پینا اہم نہیں میرے لیے۔ مومنہ بھلا دو گے میرے لیے؟

ارشاد: (خاموش ہے)۔

ندیم: میں نے تم سے پستول مانگا تھا۔ دیا تم نے؟

ارشاد: مجھے یاد نہیں تھا کہ پستول کہاں ہے---- اور کیوں ہے؟ آپ مجھے بتاتے' میں تلاش کر دیتا۔

ندیم: تم نے کہا تھا کہ میں اس گھر کو اپنا گھر سمجھوں۔

ارشاد: بالکل کہا تھا!

ندیم: تو پھر جیسے میرا جی چاہا' میں نے تلاش کر لیا۔ یہ میرا گھر ہے۔

ارشاد: ہاں ہے تو---- لیکن اگر اجازت لے لیتے---- تو---- شاید----

ندیم: دیکھا دیکھا---- دیکھا تمہارے قول اور فعل میں کتنا فرق ہے۔ تم کہتے ہو' یہ میرا گھر ہے لیکن اس کے باوجود مجھے اجازت کی بھی حاجت ہے۔ یہ تم سارے نیک لوگوں کی

معصیت ہے۔ تمہارے قول اور فعل میں فرق ہے---- زمین آسمان کا۔ تم کہتے کچھ ہو، کرتے کچھ ہو۔

ارشاد: شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔

ندیم: میری پستول کا لاک خراب ہو گیا تھا' اس لیے مجھے ضرورت تھی اس پستول کی۔ میں ہتھیار کے بغیر Safe محسوس نہیں کرتا۔

ارشاد: اب خوش ہیں آپ؟

(ندیم پستول کو چومتا ہے۔)

ندیم: ہتھیار ساتھ ہو تو آدمی محفوظ محسوس کرتا ہے۔

ارشاد: ایک ہتھیار تم نے ہتھیالیا ہے ندیم ایک میں پیش کروں؟

ندیم: لاؤ نکالو!

ارشاد: اگر خدا پر توکل کرو گے تو تمہارا بال بھی بیکا نہیں ہو گا۔ اپنا آپ ڈھیلا چھوڑ دو گے تو---- پانی خود تمہاری حفاظت کرے گا۔ سطح پر تیرنے لگو گے۔

ندیم: Get out of the Room میں تم جیسے Preachers کا---- اور سلی Sermonizer کا گلا گھونٹ سکتا ہوں---- دور ہو جاؤ میری نظروں سے----

(اٹھا کر ایک شیشے کا گلدان ارشاد کو مارتا ہے۔ وہ جھک جاتا ہے۔ گلدان دروازے سے لگتا ہے اور کرچیاں کرچیاں ہو کر گرتا ہے۔ کیمرہ شیشے کے ٹکڑوں پر جاتا ہے۔)

کٹ

سین 11

ان ڈور — کچھ دیر بعد

(ٹرے میں کھانا اٹھائے ارشاد آتا ہے اور ٹرے کو سراج کے سامنے رکھتا ہے۔ اب دونوں قالین پر بیٹھے کھانا بھی کھاتے ہیں اور باتیں بھی کرتے ہیں۔)

ارشاد: سادہ پھلیاں ہیں۔ لنگر سمجھ کے کھائیں پلیز!

سراج: (کھانے میں شمولیت کرتے ہوئے) میں نے بڑے لنگروں کی روٹیاں توڑی ہیں حضور---- لیکن بڑا بددل ہوا ہوں۔ بڑے پیروں کی صحبت میں رہا ہو لیکن بیکار---- صوفی ملے تو بددین---- پیر ملے تو حریص---- رہبر ملے تو فاسق---- سب جگہ ایک ہی

دستور دیکھا حضور کہ بربادی یہی چاہتا تھا کہ مرید مطیع ہو کر چلے.... لاٹھی سے ہانکا جائے' اپنی عقل کبھی استعمال نہ کرے۔

ارشاد: اور تم کو اطاعت کی حقیقت نہ بتائی سراج صاحب! تمہیں چھوٹی اطاعت کی چابی سے بڑے سفر کا انجن سٹارٹ کر کے نہ دیا۔

سراج: ایسی تو کوئی بات نہ ملی سر! پورے بیس سال پہلے میں اس راستے پر پڑا تھا....

ڈزالو

سین 12 آؤٹ ڈور دن

کیمرہ اندرون شہر کی گلیوں میں جا رہا ہے۔ کبھی وہ چھجے دکھاتا ہے' کبھی دروازے۔ کبھی مکانوں کی بساخت' کبھی گلی کے پیچ و خم۔ اس دوران سراج کی آواز میں یہ مکالمے سپر امپوز ہوتے ہیں۔ آخر میں کیمرہ ایک دکان پر جا کر رکتا ہے جہاں سراج دو تین دوسرے آدمیوں کے ساتھ ورق کوٹنے میں مشغول ہے۔ جب کیمرہ ورق کوٹنے والوں کے پاس پہنچتا ہے تو مکالمہ بند ہو جاتا ہے اور ورق کوٹنے کی آواز فیڈ ان ہوتی ہے اور دیر تک رہتی ہے۔)

سراج: سر میں نے اندرون شہر جنم لیا۔ میری تین پشتیں اسی گلی سے گزرتی ہوئی قبروں میں جا بسیں۔ میں نجیب الطرفین ہوں۔ میں نے اشرافوں میں آنکھیں کھولیں۔ ماں نے جب دودھ پلایا' وضو کر کے پلایا۔ ہمارے گھر میں مرد اعلانیہ بدقماش نہ تھے۔ وہ برے کام کر کے ان پر نہ تو فخر کرتے' نہ ہی شہادتیں اکٹھی کر کے ان سے اپنی برائیوں کا اعلان کرواتے۔ میرے پرکھوں میں نہ تو بدعت تھی نہ ہی بدنظری.... یوں سمجھ لیجیے سر ہم ہوائے زمانہ سے بچے ہوئے تھے۔ پھر وقت بدل گیا۔ رزق حلال کافی نہ رہا۔ کہیں سے بدبختی در آئی.... مرد بدنظری کا بھی شکار ہوئے۔ آتے جاتے دوسروں پر نظر رہنے لگی اور اپنا احوال مخفی ہو گیا۔ گلی کے بہت سے لوگ کھلے علاقوں میں جا بسے۔ بس سرکار بدنظری کا آغاز ہوا۔ لوگ کیا پہنتے ہیں؟ کیا کھاتے ہیں؟ کیسے رہتے ہیں؟ لوگوں کے احوال سے اپنے جاسے تنگ ہو گئے.... اچھے تھے سر وہ چڑ گئے.... اپنی نیندیں حرام ہو گئیں.... اپنا چین جاتا ہو گیا۔ میری تینوں پشتوں نے ورق کوٹے تھے۔ اب یہ رزق کافی نہ رہا۔ میں اندر کی بدبختی سے بھاگا سر ارشاد.... میرے لیے کوئی چھوٹ تھی۔ میں نے سنا

تھا کہ وہ بڑے صوفی ہیں---- کرنی والے ہیں---- پل میں دکھ دور کرتے' ضرورت نپٹاتے' حالات بدل دیتے ہیں۔

(ورق کوٹنے والے کی دکان میں کیمرہ سراج کا کلوز اپ لیتا ہے۔)

کٹ

سین 13 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ایک بڑا کھلا سا میدان ہے جس میں جا بجا قبریں بھی ہیں۔ کچھ مجاور بیٹھے کھجور کی گٹھلیوں پر ورد کر رہے ہیں۔ ایک جانب کونڈی ڈنڈے کھڑک رہے ہیں۔ پینے گھوٹنے کا عمل جاری ہے۔ ایک چٹائی پر کچھ سوالی انتظار میں ہیں۔ جگہ جگہ گوٹے اور پھولوں کے ہار لٹکے ہیں۔ سارا منظر تکیے کا ہے۔ کیمرہ ایک حجرے کے دروازے پر جا کر رکتا ہے۔ چند لمحے بعد ایک سوالی اندر سے نکلتا ہے۔ اس کے بعد ایک آدمی جو پیر جی کا خلیفہ ہے' باہر آتا ہے۔ دروازے کی کنڈی کھڑکاتا ہے۔ ایک شان استغنا سے وہ دروازے کے ساتھ لٹکے ہوئے ہار کو سوالیوں کی طرف پھینکتا ہے۔ ایک نوجوان کی گود میں ہار گرتا ہے۔ وہ ہاتھ جوڑ کر دروازے کی طرف بڑھتا ہے۔)

کٹ

سین 14 ان ڈور شام گئے

(حجرے کے اندر پلنگ پر پیر صاحب سبز چادر پر نیم دراز ہیں۔ ان کے اپنے چہرے پر بے چینی نمایاں ہے۔ کبھی ان کی آنکھ پھڑکتی ہے' کبھی ناک پھڑپھڑاتی ہے۔ وہ ایک پرچ میں سیب کا مربہ رکھے کھا رہے ہیں۔ ان کی پائنتی ایک جواں سال لڑکی بیٹھی ان کے پاؤں دبانے میں مشغول ہے۔ کبھی کبھی وہ اپنے پلو سے آنسو بھی پونچھ لیتی ہے۔ ایک کونے میں سراج محمد ہاتھ باندھے بیٹھا ہے۔)

عورت: نہیں مانتی سرکار---- کہتی ہے میرے ٹکڑے کر دیں لیکن قیوم کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔

پیر: کیوں بچوا؟ جذبہ فعل حق ---- سلوک کوشش عروج ہے۔ تو روز آسکے گی؟ خدمت کر سکے گی؟

عورت: کرے گی جی کرے گی۔ آپ حکم دیں پیر جی۔

پیر: (آنکھیں پھرا کر آسمان کی طرف دیکھ کر) حق اللہ ---- حکم حاکم کا ---- حکم دائمی دم بہ دم ---- حکم نزول ---- مفردات عروج مرکبات ---- عروج مواخذہ حکم عقل فعال نباتات وجمادات زشتی! حکم خارجی و باطنی ---- حکم فنافی اللہ بقا اللہ ----

عورت: (بات بالکل سمجھ نہیں پائی) جی جی سرکار! بالکل درست ---- بالکل حق ----

پیر: کیوں بچوا تو نے حامی نہیں بھری؟

(لڑکی سر ہلاتی ہے۔)

پیر: روز آئے پاؤں دابے ---- ثواب لے اول طول، اول ---- توبہ اخلاص، سر رضا۔

عورت: آئے گی جی روز آئے گی سرکار! آپ حکم دیں تو میں یہیں چھوڑ جاؤں درگاہ پر۔

(پیر نہ جواب دیتا ہے نہ متوجہ ہوتا ہے منہ میں سیب کا ٹکڑا ڈالتا ہے اور حق اللہ حق اللہ کا ورد کرتا ہے۔ آہستہ سے گھٹنوں کے بل سراج آگے بڑھتا ہے۔)

سراج: سرکار!

پیر: بیٹھا بہ نجس پلید کتے ---- بیٹھا رہ۔ تحصیل خشوع جائز ---- باطن سے عنصری حکمرانی نکال پھینک ---- تخم کو پھل بننے میں فلک الافلاک التوبہ کا سہارا ڈھونڈ ---- موالید ثلاثہ حادث ہیں۔ حد عقل نامکمل پھر بھی بکواس کرتا ہے۔

سراج: (نہ سمجھتے ہوئے) حضور میں سمجھا نہیں تحصیل کیا کروں گا؟

(اس وقت خلیفہ اور اس کے ساتھ نوجوان حجرے میں داخل ہوتے ہیں۔ خلیفہ آخری جملہ سنتا ہے اور نوجوان کو چھوڑ کر سراج کے پاس آتا ہے۔ پھر جھک کر سمجھانے کے انداز میں سراج کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتا ہے۔ بہت ہی آہستہ سرگوشی کے عالم میں:)

خلیفہ: یہاں آکر سمجھنے کی شرط نہیں۔ حضور جذب کی کیفیت میں ہیں۔ جو بولتے ہیں حق ہے۔ پھر ہم جیسوں کو اس کی سمجھ کہاں!

سراج: میرا ایک مسئلہ تھا جناب عالی!

خلیفہ: سب حل ہو جائیں گے کیا دینی کیا دنیاوی! حضور کی بابرکت ذات پر بھروسہ رکھو۔ حضور میں رہو منہ سے قلب سے اطاعت کرو ---- ہر مسئلہ حل ہو جائے گا۔

پیر: (یکدم انگلی اٹھا کر) قوت القلوب---- محافظ---- اطاعت موکدہ---- اذکار منقول----
حق اللہ---- حق اللہ۔

سراج: میں سمجھا نہیں سائیں جی کی رمز۔

خلیفہ: بھائی میرے سمجھنا پوچھنا کچھ نہیں---- میں دیکھتا ہوں تمہیں کبر کی بیماری ہے۔ اندر آؤ میرے ساتھ۔

پیر: (بڑے طمطراق سے) لڑکی پاس آ میرے!

عورت: آپ کے پاس پیر جی؟ (لڑکی سے) اٹھ پاس جا۔
(لڑکی اٹھتی ہے' دوزانو ہو کر پیر کے آگے بیٹھتی ہے۔)

خلیفہ: اٹھئے میرے ساتھ چلئے۔
(سراج خلیفہ کے ساتھ جاتا ہے۔ پیر کے آگے سر جھکا کر لڑکی بیٹھتی ہے۔)

پیر: دست خدا ہے پیشوا---- ہماری طرف دیکھ کم عقل لڑکی---- بدنصیب!

عورت: (آہستہ) گھبرا نہیں صغریٰ! شاہ جی کی طرف دیکھ۔
(لڑکی پیر کی طرف دیکھتی ہے۔ پیر کے چہرے پر شیطانیت برس رہی ہے۔)

کٹ

سین 15 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ایک چھوٹا سا حجرہ جس کی دیواروں پر پرانی تلواریں ٹنگی ہوئی ہیں۔ جا بجا کیلنڈر نما تصویریں خانہ کعبہ اور زیارات کی بھی لگی ہوئی ہیں۔ چھت سے سبز رنگ کی چادریں لٹک رہی ہیں جن میں گوٹے اور پھولوں کے ہار ہیں۔ کمرے میں شیشے کے چوکور مستطیل ڈبے ہیں جن میں تبرکات پڑے ہیں۔ کہیں پرانی کتابوں کا ڈھیر ہے۔ سارے کمرے میں سبز روشنی پھیلی ہے۔ دروازہ کھول کر خلیفہ اور سراج داخل ہوتے ہیں۔)

خلیفہ: یہ نوادرات چھ پشتوں سے چلی آ رہی ہے۔ شاہ جی کسی کو دکھاتے نہیں' پر آپ کے لیے حکم ہو گیا تھا۔ ان کی زیارت سے باطن روشن کر لیجئے۔ ایسا خزینہ کہیں نہیں ملے گا۔ ایسا موقع بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔
(سراج ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے انداز میں تبرکات کی جانب بڑھتا ہے۔ اس

وقت اوپر سے ایک تھیلی گرتی ہے جس میں کچھ نقدی اور نوٹ ہیں۔ سراج حیران ہوتا ہے۔)

خلیفہ: اٹھا لیجئے۔ اٹھا لیجئے! غیب سے مدد ہوئی ہے۔ اٹھا لیجئے۔ کرم ہو گیا' فضل ہو گیا ہے۔ شاہ جی کی نظر کرم کا صدقہ اٹھا لیجئے۔

(سراج تھیلی اٹھاتا ہے۔ ہزار کا نوٹ نظر آتا ہے۔)

کٹ

سین 16 ان ڈور شام کا وقت

(سراج اور ارشاد قالین پر بیٹھے ہیں۔

سراج: بات ہی ایسی ہوئی کہ میرے اعتقاد میں مضبوطی ہوتی چلی گئی۔

ارشاد: جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کے دل میں طلب کیا تھی؟

سراج: بچی کی شادی تھی۔ ہاتھ پھیلانے کی عادت نہ تھی۔ قرض کہیں سے ملتا نہ تھا۔ یہی راستہ لوگوں نے بتایا۔ شروع شروع میں تو روز ہی درگاہ سے کچھ نہ کچھ ملتا رہا۔ یافت ہونے لگی---- پھر ایک واقعہ ہو گیا ارشاد صاحب۔

ارشاد: جی فرمایئے! میں سن رہا ہوں۔

سراج: شاہ صاحب اس لڑکی کے ساتھ بھاگ گئے جو میری طرح حالات کی دلدل سے تنگ تھی۔ درگاہ پر کوئی باقی نہ رہا---- سوالی کچھ دنوں جاتے رہے پھر---- جگہ سنسان ہو گئی---- میں بھی عجیب تذبذب میں گھر گیا----

کٹ

سین 17 آؤٹ ڈور دوپہر کا وقت

(کچھ مجذوب نما درویش سیاہ کپڑے پہنے گلے میں مالائیں لٹکائے ناچ رہے ہیں۔ پہلے قوالی کا الاپ غالب رہتا ہے' پھر الاپ آہستہ ہو کر بیک گراؤنڈ میں چلا جاتا ہے اور اس پر سراج کی آواز غالب آ جاتی ہے۔)

سراج: میں دو دن کا سفر کر کے درگاہ پر پہنچا تھا۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ وہاں سے ایسا تعویذ ملتا ہے

جس سے قرضہ اتر جائے گا۔۔۔۔۔بیٹی کی شادی پر جو قرض میں نے اٹھایا تھا ارشاد صاحب، اس کے قرض خواہ روز تنگ کرتے تھے۔۔۔۔۔روز حملہ آور ہوتے تھے۔۔۔۔ لیکن یہ جگہ بھی فراڈ نکلی۔ یہاں میں ایک رات رہا اور میرا بٹوہ چوری ہو گیا۔۔۔۔ خالی ہاتھ گھر لوٹا۔۔۔۔پھر توبہ کی کہ کسی درگاہ پر نہ جاؤں گا۔

ڈزالو

سین 18 آؤٹ ڈور دن

(ایک کھلے میدان میں ایک فقیر سبز لباس پہنے گھنگھروؤں والا سونٹا کھڑکاتا جا رہا ہے۔ اس کے بہت پیچھے پیچھے آوازیں دیتا سراج جا رہا ہے۔ اس پر ارشاد اور سراج کا مکالمہ سپرامپوز کیجئے۔)

ارشاد: اس سفر کی صعوبت تو آپ نے فضول اختیار کی۔

سراج: تو میں کیا کرتا؟

ارشاد: مشائخ کی تلاش تو انسان کو اپنی اصلاح کے لیے کرنی چاہیے، جیسے بیمار ڈاکٹر تلاش کرتا ہے۔ ایک سے آرام نہ آئے تو دوسرے کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے لیکن آپ تو ہمیشہ حالات بدلنے کے لیے ان کے پیچھے بھاگے۔

سراج: مجھ پر لوگوں نے تعویذ کیے تھے۔ مجھ پر اثر ہو گیا تھا ارشاد صاحب! کیا اللہ والے دنیا کے کام نہیں کرتے؟

ارشاد: کرتے ہیں۔۔۔۔سارے کام کرتے ہیں۔ خلق ہی کے تو کام آتے ہیں۔۔۔۔ لیکن کام مقصود بالذات نہیں۔۔۔۔ مقصود روح کی شفا ہے، بگڑے دل کی اوور ہالنگ ہے۔ روح کی شفا تو آپ نے کبھی طلب ہی نہیں کی۔۔۔۔اللہ کی محبت تو آپ نے مانگی ہی نہیں۔ ایسی دکانوں پر پھرتے رہے جہاں روح کا سودا ہی نہیں ملتا۔ آپ بھی بڑے بھولے ہیں سراج صاحب!

ڈزالو

سین 19 آؤٹ ڈور دن

(پچھلے سین سے لمبا ڈزالو بنا کر دکھائیے کہ لق و دق میں آگے آگے عبداللہ

گڈریا اپنا ریوڑ لے کر جا رہا ہے۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہے۔ اس سے پیچھے ارشاد آ رہا ہے اور سارے میں ذکر کی آواز گونج رہی ہے۔ ساتھ ساتھ دل کے دھڑکنے کی آواز بھی آتی رہتی ہے۔)

کٹ

سین 20 ان ڈور رات

(سراج اور ارشاد گم سم قالین پر بیٹھے ہیں اور اسی طرح باتیں ہو رہی ہیں۔)

ارشاد: میں آپ کی ساری بات سمجھ گیا ہوں سراج صاحب، لیکن شاید ابھی تک آپ خود اپنا عندیہ نہیں سمجھ پائے۔ آپ کو خود معلوم نہیں کہ آپ چاہتے کیا ہیں۔

سراج: میں اس ترقی کرنے والے ملک میں 'مادہ پرست لوگوں کے درمیان رہ کر ایمانداری سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں اور یہ مجھ سے ہوتا نہیں۔

ارشاد: جی!

سراج: میں نے کئی درگاہوں پر حاضری دی---- بے شمار پیروں کے پاؤں دابے---- جس کے گلے میں منکے دیکھے اُس کے پیچھے بھاگا---- بہت جگہ حاضری دی----

ارشاد: پھر؟

سراج: سب نے مجھے لوٹا---- ہر ایک نے میری چمڑی اتاری---- سب نے مال بنایا۔

ارشاد: شاید آپ ان فقیروں سے اور ان پیروں سے دنیا بہتر بنانے کا نسخہ لینے گئے تھے۔ آپ کو خود معلوم نہیں تھا کہ آپ چاہتے کیا ہیں۔

سراج: میں متقی بننا چاہتا تھا---- پرہیزگار اور ایماندار بن کر زندگی گزارنا چاہتا تھا۔

ارشاد: اس کے لیے تو زیادہ دروازے کھٹکھٹانے کی ضرورت نہیں سراج صاحب! اس کے لیے تو ایک فیصلے کی ضرورت ہے کہ کھٹا لینا ہے یا میٹھا۔ طلب سچی ہو اور پیاس جان لیوا ہو تو رہبر خود بخود دروازے پر آ کر دستک دیتا ہے۔

سراج: کمال ہے! آپ الٹا مجھے ہی قصوروار ٹھہرا رہے ہیں۔

ارشاد: کیا آپ دیکھتے نہیں سارے شہر میں نیم حکیم بھرے بیٹھے ہیں 'Fake Doctors'! جعلی وردیوں میں گھوم رہے ہیں اصل بن کر! بہروپیے پولیس مین پھرتے ہیں' دو نمبر مال بنانے والے 'ان پڑھ استاد' غیر نمائندہ سیاستدان' ہر طبقے میں جعلساز موجود ہیں۔ آپ

صرف جعلساز پیروں کے کیوں خلاف ہیں؟

سراج: وہ اس لیے کہ پیر اللہ کی راہ پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

ارشاد: جعلساز' بہروپیے اور اصل میں فرق قائم رکھنا چاہیے سراج صاحب---- اور پھر ہم لوگ تو کبھی کبھی اصل کی منزل بھی کھوٹی کر دیتے ہیں۔

سراج: وہ کیسے سر؟

ارشاد: ہم جیسے حریص' غرض مند' ہوس کار' روپیہ دوگنا کرانے والے' انعامی بانڈ کا نمبر معلوم کرنے والے' ریس کا گھوڑا پوچھنے والے اچھے بھلے صاحب کشف کو اونچے مقام سے کھینچ کر گبرے گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔ جو آدمی فقیر کے پاس مانگنے ہی دنیا جاتا ہے' وہاں آگے سے مقابلے میں دنیا ہی نکلے گی۔ اور جب ان دونوں کا ٹکراؤ ہو گا تو مانگنے اور دینے والے' دونوں کے منہ پر کالک ہی ملی ہو گی۔

سراج: میں تو کہتا ہوں کہ اس دنیا میں کوئی اصلی آدمی' کوئی اصلی رہبر' اصلی ہادی ہے ہی نہیں۔

ارشاد: آپ اپنی طلب درست کر لیجیے' اصل آدمی مل جائے گا۔ خود بخود آ جائے گا آپ کے پاس---- کرایہ خرچ کر کے' ٹکٹ خرید کے!

سراج: چلیے پھر ٹھیک ہے ارشاد صاحب میں دنیا سے منہ موڑتا ہوں آج سے' اسی لمحے سے---- دکان میں چھوڑتا ہوں' گھر میں نے چھوڑا ہے۔ آپ مجھے اپنا غلام بنا لیں' اپنا خلیفہ بنا لیں' یہاں ڈیرا جمائیں۔

ارشاد: مبتدی کے لیے ضروری ہے کہ وہ رزق حلال کمائے اور اپنی اور اپنے گھر والوں کی کفالت کرے۔ آگے چل کر وہ کام تو اسی طرح سے کرتا رہے گا لیکن آہستہ آہستہ اس سے علائق دنیا جدا ہوتے جائیں گے---- فکر اہل و عیال' اندیشہ مال و زر' حب وجاہ و تمکنت سے چھٹکارا ہونے لگے گا۔ جب تعلق اور جگہ ہو جائے گا تو یہ کام فروعی رہ جائیں گے اور فروعی کاموں کا عمر بھر کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔

سراج: اصل میں بات یہ ہے ارشاد صاحب کہ میں کرامت کی تلاش میں آپ کے پاس آیا تھا اور عامر صاحب نے مجھے یہی امپریشن دیا تھا۔ لیکن افسوس مجھے آپ سے وہ حاصل نہیں ہوا جو میری آرزو تھی۔ آپ تو مجھے پھر میری دلدل میں واپس بھیج رہے ہیں' گہری اور گوڈے گوڈے کھوبو دلدل میں!

ارشاد: (حیرانی' خوشدلی اور خوش اسلوبی سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھتا ہے۔)

سراج: یہ عامر صاحب بھی بڑے بھولے آدمی ہیں۔ کہتے تھے سارے جالے اتر جائیں گے'

بات شیشہ ہو جائے گی ارشاد صاحب سے مل کر۔ یہاں تو سواہ بھی نہیں!

ارشاد: میل جول رکھیں سراج صاحب' آتے جاتے رہیں۔ کیا پتہ آپ سے ہمیں کچھ فائدہ ہی پہنچ جائے۔۔۔۔ کوئی راہ ہی سیدھی ہو جائے ہماری۔

سراج: خدا نہ کرے میں اب یہاں قدم رکھوں یا پھر کبھی آؤں اس طرف۔ وہ تو قصہ ہی ختم ہو گیا۔ میری تو خواہش تھی کہ آپ مجھے یہاں رکھتے' اپنا خلیفہ بناتے۔ ہم یہ ڈیرا چلاتے' لوگوں کی مدد کرتے۔ لیکن آپ تو مجھے رزق حلال کمانے کو کہہ رہے ہیں۔ حد ہو گئی! میں دنیا چھوڑنی چاہ رہا ہوں' آپ وہی پکڑا رہے ہیں۔

ارشاد: میں آپ کو کلہاڑی اور رسی سے زیادہ اور کیا دے سکتا ہوں سراج صاحب!

سراج: (غصے سے) او جی میں نے کیا کرنی ہے کلہاڑی اور رسی! سر میں مارنی ہے؟

(غصے کے ساتھ اٹھتا ہے اور "ہونہہ" کہہ کر باہر نکل جاتا ہے۔)

کٹ

سین 21 آؤٹ ڈور دن

(ندیم ایئرپورٹ کے باہر۔ اس نے داڑھی بڑھا رکھی ہے۔ شلوار قمیض پہنے ہوئے ہے۔ ہاتھ میں تسبیح اور چھوٹا سا بیگ ہے۔ سر پر دو پلی ٹوپی ہے۔ خوب بہروپ بنایا ہوا ہے۔ گیٹ پر ٹکٹ دیکھنے والے سپاہی کو اپنا ٹکٹ دکھا کر اندر چلا جاتا ہے۔)

کٹ

سین 22 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(ندیم ہال کے اندر امیگریشن کے کاؤنٹر کی قطار میں کھڑا ہے۔ ندیم کے چہرے کے کلوز اپ سے اس کی پریشانی عیاں کی جائے۔ جب وہ کاؤنٹر پر پہنچتا ہے تو وردی پوش امیگریشن آفیسر قدرے شک و شبہ سے اس کا پاسپورٹ دیکھتا ہے۔ پھر آگے پیچھے پاسپورٹ کے صفحات کی ورق گردانی کرتا ہے۔ پھر اس پر ٹھپہ لگا کر ندیم کے حوالے کر دیتا ہے۔ ندیم اطمینان کا سانس لے کر کلیئر کیے ہوئے

لوگوں میں جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور آفیسر آ کر ندیم سے اس کا پاسپورٹ مانگتا ہے۔ ندیم پریشانی کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ پاسپورٹ اس نئے آفیسر کو دیتا ہے جو تصویر نکال کر ندیم کا چہرہ اس سے ملاتا ہے' شک و شبہ کے ساتھ اس پاسپورٹ کو دیکھتا ہے اور پاسپورٹ کو ہاتھ میں لے کر پھر کاؤنٹر پر آتا ہے۔ ساتھ ساتھ ندیم ہے۔ کچھ دیر ان دونوں آفیسروں کے درمیان خاموش مکالمے ہوتے ہیں اور پھر دوسرا آفیسر پاسپورٹ ندیم کو دے کر اسے سلیوٹ کرتا ہے کہ سب ٹھیک ہے۔ ندیم پاسپورٹ لے کر واپس اپنی جگہ پر چلا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد سواریاں اس بس میں بیٹھتی ہیں جو جہاز تک جایا کرتی ہے۔ ندیم بھی اس بس میں سوار ہوتا ہے۔)

کٹ

قسط نمبر 10

کردار

ارشاد	:	ہیرو۔ سالک
مومنہ	:	ہیروئن
ڈاکیہ محمد حسین	:	ارشاد کے مرشد
بابا غلام دین	:	ڈاکیہ محمد حسین کے مرشد
اماں طالعاں	:	بوڑھی معصوم عورت
ندیم	:	دنیا سے ناراض اپنے سے ناخوش
پروفیسر عائشہ	:	مومنہ کی والدہ
عذرا	:	امیر کبیر چوہدرائن۔ بیوہ
شاہدہ، کلثوم، انوشے، جاوید، رضوان	:	یونیورسٹی کے طلبا و طالبات

سین 1 ان ڈور شام کا وقت

(حوالات میں کچھ فاصلے سے چلتا ہوا ارشاد آتا ہے۔ اس کے ساتھ سپاہی ہے۔ شبہ یہ گزرتا ہے جیسے اسے خود حوالات میں بند کرنے کے لیے سپاہی ساتھ ہے۔ کچھ دور جا کر سپاہی ایک سلاخوں والے دروازے کے پاس پہنچتا ہے۔ پہلا سپاہی دوسرے نگران سپاہی سے کچھ کہتا ہے۔ پھاٹک کا نگران سلاخوں والا دروازہ کھولتا ہے۔ پچھلا سپاہی مڑ جاتا ہے اور دوسرا سپاہی ساتھ چل کر حوالات کے قیدیوں کی کھڑکی کے آگے پکارتا ہے:)

سپاہی: کون ہے بھئی ندیم حمید ولد سردار علی؟ ملاقاتی آئے ہیں۔

ندیم: (سلاخوں کے پاس آکر) میں ہوں ندیم حمید---- سلام علیکم ارشاد صاحب!

(سپاہی لوٹ جاتا ہے۔)

ارشاد: وعلیکم السلام----یہ---- تمہیں---- یعنی کس طرح یہاں؟

ندیم: بس جی---- میں خود نہیں جانتا کیسے---- کوئی ایسا بڑا واقعہ بھی نہیں ہوا جس سے میری کایا کلپ ہو گئی ہو---- میں نے کوئی بڑی تبدیلی بھی اپنے اندر محسوس نہیں کی لیکن----

ارشاد: پھر بھی تم نے یہ فیصلہ کیسے کیا؟

ارشاد: اچانک سر' بالکل اچانک! میں بڑی سہولت سے آپ کے پاسپورٹ پر ٹریول کر رہا تھا۔ آپ کے چرائے ہوئے ٹریولرز چیک میرے لیے کافی تھے---- لندن میں میرے لیے پولیٹکل اسائلم کا بھی انتظام ہو گیا تھا----

ارشاد: جب سب سہولتیں مہیا تھیں تو پھر تم نے اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کیوں کیا؟ لندن کا چانس کیوں نہ لیا؟

ندیم: سر آپ کو معلوم تھا کہ میں نے آپ کا پاسپورٹ بڑی دھونس سے لیا ہے۔ آپ کو تو پتہ تھا کہ آپ کے ٹریولرز چیک میرے پاس ہیں۔ پھر آپ نے پولیس کو رپورٹ کیوں نہ کی؟ مجھے کیوں نہ پکڑوا دیا؟

ارشاد: اس کی کوئی معقول وجہ میرے پاس بھی نہیں ہے ندیم! لیکن ہو سکتا ہے یہ محض غفلت ہو میری جانب سے۔

ندیم: نہیں' غفلت نہیں---- آپ نے مجھے چانس دیا---- میں دوبئی تک بڑے آرام سے پہنچ

کیا تھا ارشاد صاحب۔ وہاں ایئرپورٹ پر میں ڈیوٹی فری شاپ میں گھوم رہا تھا جب اچانک ایک پرفیوم کے شوکیس کے آگے مجھے یوں لگا جیسے کوئی خوشبو میرے پاس سے گزری---- میں سمجھا جیسے ان بوتلوں میں سے کوئی کھلی رہ گئی ہے۔ میں کتابوں والی سائیڈ پر چلا گیا' خوشبو ساتھ تھی---- جیسے تمباکو میں مٹی کا عطر ملا ہو---- پہلی بارش کی خوشبو میں کوئی جلتا سگریٹ پھینک گیا ہو۔

ارشاد: پھر؟

ندیم: پھر مجھے پتہ چلا کہ آپ دوبئی میں تھے---- وہیں کہیں گفٹ شاپ پر---- میرے ساتھ ساتھ---- اور آپ نے میرے لیے دونوں دروازے کھول دیئے تھے---- زندگی کا دروازہ بھی اور عاقبت کا گیٹ بھی!

ارشاد: میں ایسی کرامات نہیں کر سکتا ندیم! اس کے لیے اور لوگ ہوتے ہیں۔

ندیم: آپ نے پاسپورٹ بھی مجھے دے دیا۔ ٹریولرز چیک بھی عنایت کر دیئے اور ساتھ ساتھ میرے مردہ دل کو بھی جگا دیا۔ اب فیصلہ مجھے کرنا تھا!

ارشاد: اور پھر تم نے یہ فیصلہ کیا؟

ندیم: میں ایک دروازے سے لندن میں داخل ہو سکتا تھا سر! پولٹیکل اسائیلم لے سکتا تھا۔ دوسری طرف اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر کے اپنے اندر کی سزا سے بچ سکتا تھا---- میں نے اپنے اندر کی سزا سے بچنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ مانیں گے تو نہیں لیکن میں بہت خوش ہوں---- سب کچھ آپ نے کیا---- سب کچھ۔

ارشاد: یہ بھی تمہاری شرافت ہے ندیم کہ تم اتنے بڑے قدم کا کریڈٹ مجھے دے رہے ہو' ورنہ یہ تو تمہاری اپنی چوائس تھی---- تمہاری اپنی قوت فیصلہ!

ندیم: سر آپ گفٹ شاپ پر آئے تھے ناں دوبئی ایئرپورٹ پر؟ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تھا ناں؟ اب آپ مجھ سے ہاتھ نہیں ملائیں گے؟

ارشاد: ضرور ندیم' ضرور! (ہاتھ بڑھاتا ہے۔)

ندیم: (دونوں ہاتھوں میں ہاتھ پکڑ کر) دعا کیجیے گا سر---- میں بدل نہ جاؤں---- مکر نہ جاؤں۔ دعا کیجیے گا سر---- میں ایک مدت کے بعد زندہ ہوا ہوں' کہیں میں پھر نہ مر جاؤں۔ دعا کیجئے میری ماں میرا فیصلہ نہ بدل دے---- وہ میرے معاملے میں بہت کمزور ہے۔

کٹ

سین 2 ان ڈور شام کا وقت

(ارشاد کے سامنے پروفیسر عائشہ اور عذرا سلمان بیٹھی ہیں۔)

ارشاد: ایمان اور یقین ایک اونچی کمند ہے پروفیسر صاحب! یہ ماوراء سے پیغامات کھینچ سکتی ہے، وہاں کی آگاہی کا گھیراؤ کر سکتی ہے---- لیکن دماغ بدقسمتی سے وہاں نہیں پہنچ پاتا۔ وہ دنیاوی معاملات ہی سلجھانے کے کام آتا ہے۔

عائشہ: اب اتنی آسانی سے تو عقل اور عقل کی کنٹری بیوشن کو Negate نہ کریں ارشاد صاحب! آج کا عہد---- اس عہد کی ترقی---- انسانی سوجھ بوجھ یہ سب کچھ عقل کے تحفے ہی تو ہیں۔

ارشاد: میں آپ سے ڈس اگری نہیں کر رہا پروفیسر صاحب---- میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ اب ہم نے فراست 'بصیرت اور وجدان کی نعمت سے منہ موڑ لیا ہے اور سائنس دانوں نے اسے پکڑ لیا ہے۔ وہ جب بھی کوئی تھیوری بناتے ہیں 'Speculation کرتے ہیں' کچھ Discover کرنے کی تیاری کرتے ہیں تو ان کا سارا دارومدار ایک یقین پر 'ایک فیتھ پر ہوتا ہے---- اپنی تھیوری کے اعتقاد پر اس کے خواب پر۔

عائشہ: تھیوری کے اعتقاد پر؟

ارشاد: سائنس دان کسی ایک مفروضے پر 'کسی ایک Hunch پر سالہا سال ریسرچ کر سکتا ہے ---- یقین کے ساتھ 'اعتقاد کے ساتھ---- اس کا فیتھ مضبوط نہ ہو تو Discoveries کا سلسلہ بند ہو جائے' دریافتوں کا سلسلہ منقطع ہو جائے۔

عائشہ: آپ سائنس دانوں کو Defend تو کر رہے ہیں 'لیکن ایک عجیب طریقے سے۔

ارشاد: آج کے عہد میں انسانوں کے سوال اور ان کے تقاضے بدل گئے ہیں پروفیسر صاحب! اسی لیے سائنس دانوں کے رویئے کو غور سے دیکھنا پڑتا ہے۔ اگر ڈاکٹر Jonaz Salk کو اس بات کا پختہ یقین نہ ہوتا کہ کہیں نہ کہیں 'کسی نامعلوم میں 'کسی اور معلوم میں پولیو کا نسخہ موجود ہے تو وہ پولیو ویکسین کی کھوج میں یوں نہ نکلتا۔ ڈاکٹر Salk نے بھی کسی پرانے بابے کی طرح پختہ اور کامل اعتقاد کے ساتھ اپنی ریسرچ کو اعتقاد کے حوالے کر دیا۔ سوال ٹیڑھا تھا 'یقین کامل نے جواب صحیح نکال دیا---- اور ایک ڈاکٹر Salk پر ہی کیا موقوف ہے 'سائنس کی بھری پری دنیا میں----

عذرا: لیکن اس وقت جن سوالوں نے ہمیں گھیر رکھا ہے 'ان کے جواب آپ کے بابے نہیں

دے سکتے۔ ان کے جواب تو ڈاکٹرز' سائیکی ایٹ رسٹ' Politicians,Consultants اور Economists وغیرہ ہی دے سکتے ہیں---- جو دو اور دو چار کر کے بتا سکیں.... سارے مسائل ڈسکس کر سکیں ہمارے ساتھ اول سے آخر تک۔

ارشاد: عجیب بات ہے کہ جس طرح پہلے مرشد بات منواتا تھا' گرو سر جھکواتا تھا' اسی طرح اب سائنس دان ایک تھیوری کے آگے' ایک مفروضے کے آگے' ایک یقین کے آگے خود بھی جھکتا ہے اور اپنے چیلے کو بھی جھکاتا ہے---- عقل سے بھی' بصیرت سے بھی اور وجدان سے بھی۔

عذرا: پھر اہمیت کس کو ہوئی---- جسم کو' روح کو یا دماغ کو؟

ارشاد: کمال ہے بیگم صاحبہ! آپ سٹول کی تینوں ٹانگوں کے بارے میں پوچھ رہی ہیں' ان میں سے اہم ترین کون سی ہے کہ سٹول گرنے نہ پائے اور اپنا توازن قائم رکھے۔

عائشہ: تینوں ہی اہم ہیں مسز سلمان اور ایک جیسی اہم ہیں۔

عذرا: مجھے تو سمجھ نہیں آتی بالکل۔ میں تو قدم قدم پر غلطیاں کرتی ہوں اور قدم قدم پر گرتی ہوں۔

ارشاد: انسان غلطی بھی کرتا ہے' گرتا بھی ہے اور ناکام بھی ہوتا ہے---- انسان جو ہوا۔ اس کائنات میں صرف ایک ذات ایسی ہے جو نہ غلطی کرتی ہے اور نہ ہی ناکام ہوتی ہے۔

عذرا: خدا کی ذات!

ارشاد: اب جو لوگ اپنی غلطیوں پر اور کمزوریوں پر کڑھتے ہیں' ان میں کیڑے نکالتے رہتے ہیں' وہ نعوذ باللہ اپنے آپ کو خدا سمجھنے لگ جاتے ہیں---- اور جب ان سے خدا بنا نہیں جاتا کہ یہ ناممکن بات ہے تو پھر وہ شیطان بن جاتے ہیں اور بڑے نقصان کرتے ہیں۔

عائشہ: سارے معاشرے کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

ارشاد: سارے معاشرے کو' اپنے آپ کو' پورے ماحول کو---- (موڈ بدل کر) پاکپتن میں میں نے بابا صاحب کے مزار پر ایک فقیر کو دیکھا کہ ہاتھ میں روٹی رکھے کھا رہا تھا اور اس کے چکلونڈے کبوتروں کو ڈال رہا تھا۔ میں نے کہا "بابا! اس درگاہ میں تم کیا کام کرتے ہو؟" کہنے لگا۔ "صاحب! ہم گرتے ہیں اور پھر اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر گرتے ہیں اور پھر اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔" ہمیں ہمارے بابوں نے مومن کی یہی شان

بتلائی ہے کہ گرے تو پھر اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔ پھسلے تو پھر سنبھل جائے۔ مومن وہ نہیں ہوتا کہ ٹھوکر ہی نہ کھائے۔ مومن وہ ہوتا ہے کہ ٹھوکر کھائے تو ترنت اپنی جگہ پر قائم ہو جائے۔

عائشہ: لیکن میں تھوڑا سا اس سے مختلف سوچتی ہوں ارشاد صاحب.... میرے.... خیال میں....

کٹ

سین 3

آؤٹ ڈور — دن

(فروٹ منڈی کے مختلف مناظر۔ بھیڑ بھاڑ میں بابا غلام دین ماتھے کے آگے رسے کا پھندہ رکھے' کمر پر تین چار بھاری بھاری پٹیاں لاد کر جا رہا ہے۔ اس کے چہرے سے بوجھ کے آثار نمایاں ہیں۔ بابا غلام دین ایک آڑھت کے آگے جا کر رکتا ہے اور آڑھتیا اس کی پیٹھ سے سامان اتارنے لگتا ہے۔)

کٹ

سین 4

ان ڈور — شام کا وقت

(گاؤں کے کچے گھروں میں ایک گھر۔ بوڑھی اماں طالعاں چولہے کے پاس بیٹھی روٹی ہانڈی کر رہی ہے۔ چولہے سے اپلوں کا دھواں اٹھ رہا ہے اور خوبصورت صابر شاکر پر امید اماں بیٹھی رسوئی کر رہی ہے۔ ایک مرتبہ اٹھ کر اندر کوٹھڑی میں جاتی ہے اور کپڑے سے منہ بند ایک کجا اٹھا کر لاتی ہے۔ اس میں شاید گھی ہے۔ کھانے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اتنے میں بابا غلام دین کا ہاتھ پکڑے گاؤں کا کالی داڑھی والا ملا فیلڈ میں داخل ہوتا ہے۔ دونوں آ کر اماں کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بابا غلام دین مجرم سا بنا کھڑا ہے اور اس کے چہرے پر مایوسی اور کرب کے آثار ہیں۔)

طالعاں: بیٹھو مولوی جی' بیٹھو.... موڑھے پر بیٹھو.... منجی پر بیٹھو.... موڑھا کر دے غلام دیناں....

مولوی: نہیں بی بی میں اس وقت نہیں بیٹھوں گا' پھر کبھی حاضر ہو جاؤں گا۔ اس وقت تو میں بابے غلام دین کو واپس کرنے آیا تھا۔

(کیمرہ بابے غلام دین کا چہرہ دکھاتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر داڑھی پر آرہے ہیں۔)

طالعاں: بابے غلام دین کو واپس کرنے آئے ہو مولوی جی؟

مولوی: ہاں بی بی! کچھ میرا علم چلا نہیں بابے پر۔

(اماں بابے کی طرف دکھ بھری نظروں سے دیکھتی ہے۔ بابا اور بھی مایوس اور مجرم سا تصویر یاس بنا کھڑا ہے۔)

طالعاں: (وقفے کے بعد) کیوں غلام دینا! نہیں چلیا کوئی زور؟

(بابا نفی میں سر ہلاتا ہے۔)

طالعاں: (تشفی بھرے انداز میں) کوئی نہیں کوئی نہیں' اللہ خیر کرے گا۔ فضل کرے گا میرا مولا---- سوہنا سائیں---- پالن ہار جہاناں کا۔

مولوی: میں نے پورے چھ مہینے اس کو سبق دیا بی بی۔ بڑی محنت کی اس پر صبح شام۔ پر اس کی زبان ہی نہیں پلٹتی۔ بڑی نیک پاک روح ہے' پر مجبور ہے بچارا۔ اس نے بھی پورا زور لگایا ہے۔ پورا ساتھ دیا ہے---- پر اس کی زبان ہی نہیں پلٹتی۔

طالعاں: کیوں غلام دینا' کچھ بھی نہیں آیا؟

(بابا نفی میں سر ہلاتا ہے۔)

مولوی: میں نے بڑی محنت کی ہے بی بی! اللہ کو حاضر ناظر جان کر اس پر جان کھپائی ہے' لیکن یہ پورے چھ مہینے میں سبحانک اللہ---- کا کہنا بھی نہیں سیکھ سکا۔ بسم اللہ شریف البتہ سیکھ گیا ہے۔ اس کے آگے اس کی زبان ہی نہیں کھلتی۔

طالعاں: (محبت سے) سنا تو بھلا مجھ کو بھی بسم اللہ شریف!

غلام دین: (روتے ہوئے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

(سسکیاں بھر کر رونے لگتا ہے۔)

طالعاں: (اٹھ کر اس کے کندھے پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے) کوئی نہیں غلام دینا' کوئی نہیں۔ تیرا اتنا سیکھ لینا بھی بہت ہے۔ اسی میں ہم دونوں کی بخشش ہو جانی ہے انشاءاللہ!

مولوی: (ہاتھ بڑھا کر) اچھا بابا مجھے اجازت ہے!

غلام دین: (دونوں ہاتھ ملاتے ہوئے' روہانسی آواز میں) مہربانی---- اللہ تیرا بھلا کرے---- اللہ تجھے برکت دے---- رتبے اونچے کرے----

مولوی: اچھابی بی السلام علیکم!

طالعاں: وعلیکم السلام مولوی صاحب اللہ خوش رکھے جی---- بھاگ لگائے---- نبی پاک کا دیدار نصیب کرائے۔

(اماں بابے کا ہاتھ پکڑ کر بڑی محبت سے اس کو چارپائی تک لے جا کر بٹھاتی ہے۔ وہ مایوسی اور نامرادی کی تصویر بنا فضا میں نگاہیں اٹھائے بیٹھ جاتا ہے۔ اماں زمین پر بیٹھ کر اس کے جوتے اتارتی ہے اور پاؤں اٹھانے میں مدد کرتی ہے کہ وہ چارپائی پر اچھی طرح سے بیٹھ جائے۔ اس غم کی تصویر کو اماں بڑی دردمندی سے دیکھتی ہے تو بابا غمناک آواز میں پوچھتا ہے:)

غلام دین: اب میں ساری عمر بسم اللہ بسم اللہ پڑھتا ہوا ہی نماز گزار رہوں گا طالعاں؟

طالعاں: ایہہ بی تو اللہ کا ہی کلام ہے غلام دیناں۔ اس نے کوئی پوچھ کرنی ہے تیرے سے۔ کوئی سارا کلام تو نہیں پوچھنا اس نے۔

غلام دین: پر میری تو نماز نہیں ہوئی ناں طالعاں خالی بسم اللہ پڑھنے سے۔

طالعاں: اب اس میں تیرا کیا قصور غلام دیناں۔ تو نے بھی محنت کری' مولوی جی نے بھی پڑھائی کرائی چھ مہینے۔ نہیں پلٹی تیری زبان۔ تیرا تو کوئی قصور نہیں ناں!

(بابا ہاتھ کا اشارہ کرتا ہے کہ چلو اچھا ہوا' جو ہوا۔)

چا پیئے گا؟

(بابا اثبات میں سر ہلاتا ہے۔ اماں جلدی سے چولہے کی طرف جاتی ہے۔ ہانڈی اتارتی ہے اور پانی کی کھلی دیگچی رکھتی ہے اور نیچے جھک کر چولہے میں پھونکیں مارنے لگتی ہے۔ اسی اثناء میں دور سے مغرب کی اذان کی آواز آتی ہے۔ بابا آہستگی سے پاؤں نیچے اتار کر جوتا پہنتا ہے اور چولہے کے قریب جاتا ہے۔ اس دوران اماں یہ جملے بولتی جاتی ہے۔)

طالعاں: لے میں جمالے کی بیوی کے لیے تعویذ لکھا کر لائی ہوں' وہ آپی سویرے گھر جا بیٹھا ہے پاگل۔ ہے کوئی عقل کی بات! اکھے پیر نے پکا تعویذ کر کے دیا ہے تسلا کر کے---- پر جمالا ہی سویرے گھر چلا گیا۔ اب تعویذ کیا کرے بیچارا!!

غلام دین: میں نماز پڑھ آؤں طالعاں' پھر آ کر چائے پیوں گا۔

طالعاں: بسم اللہ بسم اللہ! جس طرح تیری مرضی----جو تیری روح میں آئے----جو تو چاہے----
جو تو کرے----

کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد اپنے گھر کے پھاٹک پر کھڑا ہے۔ اس کے ہاتھ میں وہ ڈاک ہے جو اس نے ابھی محمد حسین سے وصول کی ہے۔ اس کے سامنے پوسٹ مین محمد حسین اپنی سائیکل تھامے کھڑا ہے۔)

محمد حسین: ارشاد میاں! جب توجہ غیر اللہ سے ہٹ کر اللہ پر مرکوز ہو جاتی ہے تو پھر بہاریں آجاتی ہیں۔ انسان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا حال منال' علم و دانش' کھیت تجارت' صنعت حرفت' رنج و غم اور سود و زیاں جو کچھ بھی ہے' اللہ کے لیے ہے۔ پھر وہ طلب دنیا میں ہر ہر قدم پر طلب مولا کو موجود پاتا ہے۔ کھائے پئے' ناچے گائے' روئے سوئے' ٹارگٹ اس کا اللہ اور اللہ کی ذات ہوتی ہے۔ کچھ لوگ جب ناظم جمہور انسانی اور نگران حقوق انسانی اور آزادی اظہار لسانی کے نعرے مارنے لگتے ہیں تو مولا کی رضا اور مولا کی خوشنودی کا مقصد ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ کام اچھے ہیں لیکن ٹارگٹ بدل جاتا ہے۔ منزل دوسری آجاتی ہے۔ پھر لٹو الٹا گھومنے لگتا ہے بچو جی۔

ارشاد: لٹو کو کس طرح سے بچاؤں سرکار کہ الٹا نہ گھومے؟

محمد حسین: شام کو بستر جھاڑنے سے پہلے ٹوپی پگڑی اتارے بغیر دیوار سے لگ کر پوچھ' آج سب کام تیری رضا کے ہوئے مولا----تیری خوشنودی کے؟

ارشاد: جواب مل جائے گا سرکار؟

محمد حسین: پوچھے گا تو ضرور ملے گا' پر تو نے آج تک کبھی پوچھا ہی نہیں۔ اوئے تیری شہ رگ کے پاس تو اس کا تخت ہے۔ فوراً جواب ملے گا۔ جس زبان میں پوچھے گا' اسی میں ملے گا۔

ارشاد: مجھے تو کبھی سنائی نہیں دیا سرکار!

محمد حسین: اوئے صبح صبح تو اخبار پڑھتا ہے----پھر ٹیلی فون پر دوستوں سے بحث کرتا ہے----محفل میں حالات حاضرہ پر تبصرہ کرنے جاتا ہے----پھر ڈش انٹینا پر باراں سالے دیکھتا ہے----شام کو ہیڈ فون لگا کر بی بی سی' ریڈیو جرمنی اور وائس آف امریکہ سنتا ہے----

اوئے تجھ کو آواز کدھر سے آجاتی ہے۔

ارشاد: مجھے کبھی بھی آواز نہیں آئے گی سرکار؟

محمد حسین: ہمارے حضرت سائیں نور والے فرمایا کرتے تھے۔ "محمد حسین ہر کارے۔" "میں ہاتھ باندھ کر کہتا۔ "جی سرکارے۔" فرماتے "جہاں مولا نہیں' وہاں رولا ہے۔ جوں جوں لوگ مولا سے دور ہوتے جائیں گے' رولا بڑھتا جائے گا۔ اور ایک دن یہی شور ان کو ایسے پکڑ لے گا جس طرح حضرت صالح کی قوم کو چیخ نے پکڑ لیا تھا۔"

ارشاد: اب میرے لیے کیا ارشاد ہے سرکار؟

محمد حسین: تیرے لیے کیا ارشاد ہونا ہے بھائی! میں نے عرض کی تھی ---- فرمایا' وقت آنے پر خود ہی لگ جائے گی مہر۔

ارشاد: آپ خود ہی لگا دیجیے سرکار!

محمد حسین: تجھ پر تو بڑی مہر لگنی ہے بھائی! خزانے کی ---- لاکھ کی مہر جو شام کو سرکاری خزانے پر لگتی ہے۔ یہ ہمارے والی نہیں ڈلیوری کی مہر جو دن میں لاکھوں ہزاروں خطوں پر لگ جاتی ہے۔ تیری مہر بڑی ہے بھائی ---- اونچے رتبے والی!

ارشاد: یہ آپ کیا فرما رہے ہیں سرکار! میرا رتبہ اور اونچا؟

محمد حسین: (غصے سے) اوئے تیرے دربار پر تو محمد حسین ہر کارے جیسے کئی کتے دم ہلاتے آیا کریں گے اور بھنڈارے کا انتظار کیا کریں گے قطار میں بیٹھ کر۔ جا جا ---- بس اب چلا جا اور میرا دل نہ جلا۔ زیادہ بات کی تو میں دہائی دے کر چھاتی پیٹ لوں گا کہ محمد حسین ڈاکیہ پیچھے رہ گیا ---- ماندہ ماندہ ہو گیا ---- درماندہ ہو گیا اور کوٹ پتلون والا سب کچھ لوٹ کر لے گیا۔ جا جا ---- چلا جا۔

(ڈاکیہ اپنے پونے سے بھیگی آنکھیں پونچھتا ہوا سائیکل پر سوار دور نکل جاتا ہے۔ ارشاد اسے دیکھتا رہ جاتا ہے۔

کٹ

سین 6 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(مومنہ زرد رنگ کا لباس پہنے بسنت بہار بنی ارشاد کے گھر کی طرف آ رہی ہے اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہی ہے۔ وہ تھوڑی سی خوفزدہ نظر آتی ہے۔ اس

کے قریب سے ارشاد اپنی کار میں گزرتا ہے۔ دور جا کر بریک لگاتا ہے اور پھر گاڑی ریورس کرتا اس کے قریب پہنچتا ہے۔ تھوڑی دیر کھڑکی میں سے مومنہ کے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ پھر نکل کر باہر آتا ہے اور اس کے ساتھ مزید باتیں کرتا ہے۔ اس کے بعد اسے اپنی ساتھ والی سیٹ پر بٹھاتا ہے اور گاڑی کا رخ موڑتا ہے۔ گاڑی چلی جا رہی ہے اور دونوں کا مکالمہ سپرامپوز ہوتا ہے۔)

ارشاد: ایک تو مجھے تمہاری باتیں ٹھیک سے سمجھ نہیں آتیں مومنہ۔

مومنہ: سر میں تو بالکل ٹھیک بیان دیتی ہوں۔ میں نے تو کبھی کوئی بات چھپائی ہی نہیں آپ سے۔ ادھر میری ایک خالہ رہتی ہے سر ان سے پیسے لینے آئی تھی۔

ارشاد: پیسے لینے آئی تھی؟

مومنہ: وہ سر انہوں نے امی سے ادھار لیے تھے پرائز بانڈ خریدنے کو' لیکن آج تک واپس نہیں کیے۔

ارشاد: لیکن یوں اکیلی؟ ایسی اجاڑ جگہ میں؟

مومنہ: نہیں سر میں اکیلی تو نہیں تھی' رکشہ ڈرائیور تھا میرے ساتھ۔ لیکن وہ مجھے کچھ اچھا نہیں لگا سر۔۔۔ فضول فضول باتیں کر رہا تھا۔ میں نے جہاں وہ ٹرانسفارمر ہے ناں سر' وہاں اسے چھوڑ دیا۔

ارشاد: آئندہ کبھی آؤ تو اپنی امی کو ساتھ لے کر آیا کرو۔

مومنہ: سر امی میرے ساتھ آ رہی تھیں لیکن ادھر آنے کو کوئی سواری ہی نہیں ملی۔

ارشاد: اور وہ رکشہ ڈرائیور جسے تم نے ٹرانسفارمر کے پاس چھوڑا تھا؟ وہ فضول فضول باتیں کرنے والا؟

مومنہ: نہیں سر! وہ تو میں نے ایسے ہی کہہ دیا تھا۔۔۔ آپ کا دل رکھنے کو۔

ارشاد: میرا دل رکھنے کو؟

مومنہ: وہ سر میں نے اس لیے کہہ دیا تھا کہ آپ کو محسوس نہ ہو کہ مومنہ اتنی دور آئی پیدل چل کر۔ ورنہ مجھے تو کوئی سواری ملی ہی نہیں۔ آپ کو برا لگتا ہے ناں سر جب مجھے پیدل چلنا پڑتا ہے۔

ارشاد: نہیں' کوئی ایسا خاص برا تو نہیں لگتا۔

مومنہ: لگتا ہے سر لگتا ہے۔ آپ ایسے ہی میرا دل رکھنے کو کہہ رہے ہیں کہ نہیں لگتا۔ ورنہ

آپ کو تو بہت ہی برا لگتا ہے۔

ارشاد: کیوں؟

مومنہ: آپ بڑے حساس ہیں سر اور آپ کو چھوٹی چھوٹی چیزیں خود ہی نظر آجاتی ہیں۔ یہ کیسے پتہ چل جاتا ہے سر؟

ارشاد: (چڑ کر) کیا پتہ چل جاتا ہے؟

مومنہ: کچھ نہیں سر۔ میں خود تو نہیں کہہ رہی۔۔۔۔ لوگ کہتے ہیں کہ سر ایک بہت بڑے بزرگ ہو گئے ہیں۔ ان کے سر کے پیچھے روشنی کا ایک ہالا ہے زرد رنگ کا۔۔۔۔ بسنتی رنگ کا سر۔۔۔۔ جیسے یہ میرا سوٹ ہے ناں سر' بالکل ویسا۔۔۔۔

ارشاد: اچھا دیکھو جب تک بس سٹاپ نہیں آجاتا' تم نے کوئی بات نہیں کرنی۔ چپ رہنا ہے۔

مومنہ: میں نے تو پہلے بھی کوئی بات نہیں کی سر۔۔۔۔ بلکہ آج تک آپ سے کوئی بات نہیں کی۔ میں تو بس دیباچے سے بول کر چلی جاتی ہوں' اصل کتاب تو میں نے کھولی ہی نہیں اور کھول کے کرنا بھی کیا ہے سر اوہ تو اب جدہ بھی چھوڑ گیا ہے اور کوپن ہیگن پہنچ کر ٹیکسی چلانے لگا ہے۔ سر اس میں غیرت نہیں ہے' عدیل میں سر۔ غیرت ہوتی تو مجھے اس طرح سے چھوڑ کر نہ جاتا۔ میں آپ کو کبھی اصل کہانی سناؤں گی سر' اپنے خاندان کی اور اپنے اباجی کی۔ میرے اباجی بڑے غیرت مند آدمی تھے سر۔۔۔۔

کٹ

سین 7 ان ڈور دن

(شاہدہ' کلثوم' انوشے' جاوید اور رضوان ارشاد کے دروازے کو کھول کر پوچھتے ہیں:)

اے وی کم ان سر؟

(ہاٹ پلیٹ پر ایک صراحی کے اندر پانی کھول رہا ہے اور ارشاد اس پانی کو اور ساتھ سٹاپ واچ کو دیکھ کر ایک کاپی پر تیزی سے نوٹس لے رہا ہے۔ طالب علموں کے گروہ کی طرف دیکھے بنا ہاتھ لہرا کر کہتا ہے:)

ارشاد: شیور شیور' کم ان اینڈ بی سیٹڈ۔

I join you, presto! presto!!

(لڑکے لڑکیاں آہستگی سے سامنے لگے صوفوں کی طرف بڑھتے ہیں اور شریف بچوں کی طرح اپنی اپنی نشست پر بیٹھ جاتے ہیں۔ شاہدہ گردن گھما کر سارے کمرے کا جائزہ لیتی ہے۔

جاوید ہاتھ کے اشارے سے شاہدہ اور اس کی قریبی لڑکی کو بتاتا ہے کہ واہ بھئی خوب ٹھاٹھ ہیں۔

رضوان قریبی تپائی پر سے رسالہ اٹھا کر دیکھنے لگتا ہے۔

ارشاد اس سارے سائنسی عمل کو دیکھتے ہوئے اپنے سفید اوور آل کی اوپری جیب سے کیلکولیٹر نکال کر جلدی سے کوئی حساب کتاب کرتا ہے اور پھر حاصل ضرب دیکھ کر اطمینان کا سانس لیتا ہے کہ اس کی مرضی کے مطابق ہی جواب نکلا۔ اب وہ کیلکولیٹر واپس اپنی جیب میں ڈالتا ہے' ہاٹ پلیٹ آف کرتا ہے' قریب پڑے تولئے سے ہاتھ پونچھتا ہے اور ان طالب علموں کی طرف آتا ہے۔ جونہی ارشاد ان کے قریب پہنچتا ہے' وہ سارے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔)

ارشاد: (ہاتھ کے محبت بھرے اشارے سے) پلیز پلیز۔۔۔۔بی سیٹڈ ! بی سیٹڈ !!

شاہدہ: سر ہم سارے آپ کے پڑوسی ہیں اور نیو کیمپس سے آئے ہیں۔

کلثوم: اور آپ سے ملنے کے اتنے خواہش مند ہیں سر کہ آپ اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

ارشاد: آئی ایم آنرڈ!

جاوید: سر وہ آپ نے ہمارے ساتھیوں کو کیا پٹی پڑھا دی ہے کہ وہ سارے کے سارے بیک وقت آپ کے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

ارشاد: پٹی!

شاہدہ: کچھ سٹوڈنٹ آپ کو ملے تھے سر نہر کنارے۔

ارشاد: نہر کنارے!

جاوید: وہ جو کشتیوں میں بیٹھے قوالی کر رہے تھے۔

ارشاد: اوہ' آئی سی! بالکل ملے تھے۔۔۔۔ ضرور ملے تھے۔ بڑے خوبصورت' نہایت ذہین اور بہت ہی راست باز تھے۔

شاہدہ: وہ آپ کے لیے ایک گانا بھر کر لا رہے ہیں سر۔

ارشاد: گانا بھر کر؟

رضوان: ان کا آرکسٹرا ہے سر---- اور وہ آپ کے لیے ایک کورس تیار کر کے لا رہے ہیں۔

ارشاد: میرے لیے؟ وہ کیوں؟

شاہدہ: وہ آپ کے Followers ہو گئے ہیں سر۔ کیا کہا تھا آپ نے ان کو؟

ارشاد: کچھ نہیں! میں نے ان سے کوئی خاص بات تو نہیں کی۔ میں سیر کر کے لوٹ رہا تھا تو انہوں نے مجھے روک لیا---- اور کہنے لگے' ہمارے درمیان زبردست اختلاف رائے ہے سر اور ہم ہر وقت آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور ہماری دوستیاں دشمنیوں میں بدل رہی ہیں۔ کیا آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں؟

انوشے: وہ آپ کو جانتے تھے؟

ارشاد: بالکل نہیں---- نہ میں ان کو جانتا تھا' نہ وہ مجھے جانتے تھے---- بالکل اسی طرح جیسے میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا۔

انوشے: میرا نام انوشے ہے سر اور میں بائی کے فائنل ایئر میں ہوں۔

شاہدہ: میرا نام شاہدہ ہے سر اور یہ جاوید ہیں' ہم دونوں جرنلزم کے سٹوڈنٹ ہیں۔

کلثوم: میں کلثوم ہوں سر---- اپلائیڈ سائیکالوجی' فائنل ایئر۔

رضوان: میرا نام رضوان ہے سر اور میں نے آپ کو نہر کنارے' بہت لمبی لمبی سیریں کرتے دیکھا ہے۔ میں نے اپنے گھر والوں سے بھی آپ کا ذکر کیا تھا۔

ارشاد: بڑی مہربانی' شکریہ! لیکن اس وقت تو آپ کی کلاسیں ہو رہی ہوں گی۔

کلثوم: وہ سر ہم وہاں سے پھٹا کھا کے آ گئے ہیں۔

ارشاد: (مسکرا کر) وہ کیوں؟

شاہدہ: آپ سے جو ملنا تھا۔ ہم کو بڑی جیلسی ہو رہی تھی سر کہ آپ کوٹری والوں سے تو اتنی لمبی باتیں کر آئے اور ہم پیچھے رہ گئے۔

ارشاد: (ہنس کر) بھئی ان کا ایک مسئلہ تھا۔

جاوید: ہمارے بھی تو بے شمار مسئلے ہیں سر۔

ارشاد: وہ پوچھ رہے تھے کہ ہم اپنے اختلافات سے کیسے سمجھوتہ کریں---- کیسے انہیں ختم کریں کہ لائف Peaceful ہو۔

شاہدہ: ناممکن سر' ناممکن۔

ارشاد: اسی بات پر آپ کے دو ساتھی بھی حیران تھے' نہر کنارے والے۔ لیکن پھر وہ مان گئے' جب میں نے ان سے یہ کہا کہ میری طرف دیکھو---- میں ایک وجود ہوں (سینے پر ہاتھ

مارتا ہے) ایک زندہ وجود اور میرے کچھ اعضاء ہیں---- کچھ اندرونی' کچھ بیرونی اور یہ سارے کے سارے ایک دوسرے سے مختلف عمل کرتے ہیں---- ایک دوسرے سے فرق فرق کاموں میں مصروف ہیں---- ایک دوسرے سے ناموافقت رکھتے ہیں۔ کس لیے بھلا؟

شاہدہ: اس وجود کو زندہ رکھنے کے لیے!

ارشاد: اس وجود کو صحت مند' تنومند' طاقتور اور Healthy رکھنے کے لیے! ان سارے اختلافات کا مرکز یہ وجود ہے۔ ان سارے اختلافات کا مقصد اس وجود کی آبیاری' نگہداری اور پاسداری ہے۔ یہ تو ہوا حیوانی وجود' اور ایک اور بھی زندگی ہے۔ کیوں انوشے؟

انوشے: یس سر' پلانٹ لائف!

ارشاد: کیا کرتا ہے تمہارا پودا اختلاف کے اندر رہ کر؟

انوشے: اس کی جڑیں اندھیرے میں رہ کر خوراک اوپر سپلائی کرتی ہیں سر اور پتے روشنی سے تغذیہ حاصل کر کے سیلز کو زندہ رکھتے ہیں۔

ارشاد: اس کے کام کا کچھ پیارا سا نام بھی ہے!

انوشے: Photo Synthesis سر!

ارشاد: اب اگر آپ لوگ میرے اعضائے بدن کو حکم دے دیں کہ اے بدن کے حصو! اپنے اختلافات بھلا کر سب ایک جیسا کام شروع کر دو تو میں تو شام سے پہلے پہلے فوت ہو جاؤں گا۔

شاہدہ: خدا نہ کرے سر!

ارشاد: اور اگر انوشے کے پودے سے کہیں کہ بھئی ایریکیریا اپنی جڑوں اور پتوں کے اختلافات مٹا کر ان سے ایک ہی کام لیا کرو---- تو اگلے دن مالی آکر کہے گا سارا پودا سوکھ گیا بی بی جی' اس کو کہاں پھینکوں۔

رضوان: یہی بات آپ نے ان سے کی تھی؟

ارشاد: یہی بات میں نے ان سے کی تھی۔

جاوید: آپ نے تو یہ بھی کہا تھا کہ سائنس میں اختلاف ہوتا ہے---- سیاست میں اختلاف ہوتا ہے---- مذہب میں اختلاف ہوتا ہے۔

ارشاد: جس قدر طاقتور اور جاندار اور صحت مند وجود ہو گا' اسی قدر اس کے اندر تنوع ہو گا----

اور یہی تنوع اور یہی فرق اس وجود کی زندگی کا ضامن ہوگا۔ Unity ہمیشہ Diversity میں ہوتی ہے۔۔۔۔ اختلاف میں ہوا کرتی ہے۔

جاوید: تو پھر بننے دیں فرقے دین میں؟

ارشاد: بننے کیا دیں بھائی' بنے ہوئے ہیں۔ آپ کو بس ان کا احترام کرنا ہے۔ جس طرح میرے اس وجود کا بوجھ اٹھانے والی ٹانگیں میرے معدے کا' میرا معدہ میرے منہ کا' میرا منہ میرے ہاتھ کا' میرا ہاتھ میرے اعصاب کا' میرے اعصاب میرے دماغ کا احترام کرتے ہیں بالکل اسی طرح دین کے مختلف فرقے بھی اپنے اپنے اختلافات کے باوجود ایک وجود واحد کی زرشمت میں مصروف رہتے ہیں۔۔۔۔ مذہب کی زرشمت میں۔

شاہدہ: فرقے بھلے ہوں بشرطیکہ ان میں ایک دوسرے کا احترام ہو۔

ارشاد: لو بھئی ہم سب سے تو کلثوم سیانی نکلی۔

شاہدہ: میں شاہدہ ہوں سر' کلثوم یہ ہے۔

ارشاد: اوہ آئی ایم سوری!

جاوید: تو پھر اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بناتے رہیں؟

ارشاد: ضرور۔۔۔۔ بالضرور! لیکن دوسروں کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کا بھی ویسا ہی احترام کریں جس قدر ایک زندہ وجود کے اندر مختلف عمل کرنے والے اعضائے بدن ایک دوسرے کا کرتے ہیں۔ اگر کل کو میری آنکھیں میرے کانوں سے کہنے لگیں' بھئی تم کمال کے ہو' سوائے سننے کے تمہیں کچھ آتا ہی نہیں۔ ادھر تک تو دیکھ نہیں سکتے' تمہارا کیا فائدہ؟ اور میری زبان میری آنکھوں سے کہے حد کرتی ہو بی بیو! ذرا سا بھی مزا چکھ کے نہیں بتا سکتیں۔ ہوا سے اڑ کر ایک ذرہ نمک مرچ تمہارے قریب بھی آجائے تو رو رو کر برا حال کر لیتی ہو۔ دفع کرو یہ اختلاف اور میرے جیسی ہو جاؤ' میں بھی زبان تم بھی زبان بن جاؤ۔۔۔۔ بلکہ سارے اعضائے بدن زبان بن جاتے ہیں۔

جاوید: یہ سب تو ٹھیک ہے سر' لیکن اختلاف ہے بری چیز۔

کلثوم: جاوید کا مطلب ہے سر کہ اختلاف ہونا نہیں چاہیے۔

ارشاد: جہاں سوچ ہوگی' فکر ہوگا۔۔۔۔ تدبر ہوگا' وہاں اختلاف ضرور ہوگا۔ لیکن ہم اختلاف کے باوجود' ناموافقت اور اختلاف کے باوصف ربط وضبط' میل ملاپ اور یکجہتی کی زندگی

بسر کر سکتے ہیں بلکہ کر ہی اس طرح سکتے ہیں اختلاف رکھ کر' اور کوئی طریق ممکن ہی نہیں۔

شاہدہ: (اچانک) اچھا سر کوئی ایسا فارمولا بتایئے جس سے خدا کی محبت پیدا ہو----روحانیت بڑھے۔

ارشاد: خدا کی محبت؟

شاہدہ: جی!

ارشاد: اپنے ہاتھ آپس میں رگڑو----شاباش----رگڑو دونوں ہتھیلیاں۔

شاہدہ: (دونوں ہاتھ زور سے رگڑتی ہے۔)

ارشاد: کیا کوئی گرمی پیدا ہوئی؟

شاہدہ: (دونوں ہاتھ گالوں کو لگا کر) جی سر' بہت!

ارشاد: بس اسی طرح رگڑتے رگڑتے گرمی' محبت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں کام میں لگنا ضروری ہے' پوچھتے پھرنا اور کتابیں پڑھنا ضروری نہیں۔ لوگ پوچھتے ہیں' بلکہ صرف پوچھتے ہی رہتے ہیں۔

کلثوم: ویسے سر منہ زبانی اللہ اللہ کرنے سے کچھ فرق پڑتا ہے؟

ارشاد: کمال کرتی ہو لڑکی! کھٹائی کا نام لینے سے منہ میں پانی بھر آئے اور اللہ کا نام لینے نے دل پر کوئی اثر ہی نہ ہو' یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔

جاوید: سر یہ تصوف کیا چیز ہے؟

ارشاد: اپنے اخلاق سنوارنے اور بہتر انسان بننے کا نام تصوف ہے۔ درود و وظیفہ اس کا سہارا ہیں۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ذکر کرنے سے سارے مرحلے طے ہو جاتے ہیں۔ ان بے چاروں کو کسی نے سمجھایا ہی نہیں کہ معاملات اور اخلاق کی درستگی کے بغیر وظیفے کاٹ نہیں کرتے۔ بس اسی ناسمجھی کی وجہ سے وہ محروم رہتے ہیں۔

رضوان: روحانی ترقی کرنے کا آسان سا طریقہ کیا ہے؟

ارشاد: آسان سا طریقہ تو یہ ہے کہ بزرگوں کے ساتھ لگے لپٹے رہنا چاہیے۔ چاہے خود جس طرح کے بھی ہوں۔ میرا مطلب ہے بزرگانِ دین کے ساتھ' ہر بڈھے بابے کے ساتھ نہیں۔

رضوان: بزرگ کچھ ترقی کروا سکتے ہیں سر' یہ بزرگانِ دین؟

ارشاد: حد کرتے ہو رضوان میاں! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انجن تو فیصل آباد پہنچ جائے اور بوگیاں

ادھر ہی کھڑی رہ جائیں۔

کلثوم: سر آپ پہلے میری ایک بات کا جواب دیں۔

شاہدہ: نہیں سر' پہلے میری بات کا جواب دیں۔

ارشاد: نہیں بھئی اب کلثوم کی باری ہے----جی!

کلثوم: سر آپ یہ بتائیں کہ سود کیوں حرام ہے؟ جوئے کی کیوں مناہی ہے؟ بینک بانگ کی کس لیے اجازت نہیں؟

ارشاد: بس یہ حکم ہیں کلثوم بی بی' اور حکم کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

جاوید: لیکن ہم تو کسی بات کی دلیل مانے بغیر یا اس کی Logic سمجھے بغیر اسے تسلیم نہیں کریں گے۔ ہم پڑھے لکھے لوگ ہیں۔

ارشاد: دیکھو اگر کسی کمرے میں تمہارے جیسے علوم جدیدہ کے ماہر اور اس شہر کے بڑے بڑے دانشور جمع ہوں اور بڑے باریک فلسفوں کی باتیں کر رہے ہوں اور ایک انجینئر ہانپتے ہانپتے آئیں اور کہیں کہ فوراً اٹھو بھاگو بھاگو' یہ بلڈنگ گرا چاہتی ہے تو سب اٹھ کر بھاگ جائیں گے اور ایک شخص بھی دلیل یا Reason نہیں مانگے گا۔

جاوید: لیکن سر یہ تو---- ٹھیک ہے---- مگر----

ارشاد: اگر ڈاکٹر کوئی دوا تجویز کر دے' بلا حیل و حجت استعمال کرنا شروع کر دیں گے کہ یہ اس علم کا ماہر ہے اور اس کے تقاضوں کو جانتا ہے لیکن اگر دین کا عالم کوئی بات کہہ دے تو سو سو طرح کے مسئلے اور باریکیاں نکالیں گے اور مسلسل اعتراض کرتے چلے جائیں گے۔

شاہدہ: مولویوں کی بات کیسے مان لیں سر! ان میں تو آپس کے اختلافات ہی ختم نہیں ہوتے۔ اب کس کی مانیں اور کس کی نہ مانیں!

ارشاد: اتنی دیر میں یہی تو قصہ بیان کرتا رہا اور آپ پھر وہیں پہنچ گئیں۔ دیکھیے اختلاف کہاں نہیں اور کس میں نہیں۔ وکیل حضرات ایک ہی واقعہ میں ایک دوسرے کے خلاف ہوتے ہیں اور خوب خوب جھگڑا کرتے ہیں' بلکہ ان کے جھگڑا کرنے کو اور اختلاف کرنے کو باقاعدہ کٹہرے بنا کر دیے جاتے ہیں۔ جھگڑا کرنے کے لیے سپیشل قسم کا فرنیچر بنا کر دیا جاتا ہے کچہریوں میں---- پھر میں ابھی کہہ رہا تھا کہ ڈاکٹروں میں اختلاف ہوتا ہے' مگر وہاں کوئی نہیں کہتا کہ کس کا علاج کریں' کس کا نہ کریں۔ ان کے تو آپس کے اختلاف ہی ختم نہیں ہوتے۔

شاہدہ: یہ تو ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں سر!

کلثوم: لیکن اس کی وجہ کیا ہے کہ ان کا جھگڑا اور اختلاف ہمیں اختلاف نہیں لگتا اور ان کا لگتا ہے بڑی شدت کے ساتھ 'مذہب والوں کا؟

ارشاد: وجہ اس کی یہ ہے ---- اپنی ----

کلثوم: کلثوم!

ارشاد: وجہ اس کی یہ ہے کلثوم بی بی کہ جو بات کسی کو کرنی ہوتی ہے اور اس کی ضرورت سمجھی جاتی ہے' اس میں خلاف اور ناخلاف کی پروا نہیں کی جاتی۔ دین کی چونکہ پروا نہیں اور اس کی قدر نہیں' اس لیے حیلے بہانے تلاش کیے جاتے ہیں۔

کلثوم: شاید اس کی وجہ یہ ہو سر کہ جان اور مال چونکہ زیادہ عزیز ہوتے ہیں اور لوگ ان کے ----

ارشاد: شاباش! کلثوم تو سوچنے والی لڑکی ہے بھئی۔ بات یہ ہے کہ جان اور مال جس قدر عزیز ہوتے ہیں' اگر ایمان بھی ایسا ہی عزیز ہو تو روح کے علاج کی فکر کی جائے اور پہلو بچانے کے لیے کسی قسم کے بہانے نہ تلاش کیے جائیں۔ (اچانک تیزی سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے) مجھے ایک سیکنڈ معاف کرنا!

(بھاگ کر لیبارٹری کی طرف جاتا ہے۔ وہاں مائیکرو ویو اوون کا سوئچ آف کرتا ہے۔ اوون کا ڈھکنا کھول کر دیکھتا ہے۔ اس میں ڈسک پر پیالہ گھوم رہا ہے۔)

کٹ

سین 8 آؤٹ ڈور عصر کا وقت

(عقب میں عصر کی اذان ہو رہی ہے۔ دیہاتی سی گلی ہے۔ ایک جانب سے غلام دین ایک ٹوکرا اور رسی لیے منڈی سے واپس آ رہا ہے۔ گلی کی دوسری طرف سے ڈاکیہ محمد حسین سائیکل پر سوار آ رہا ہے۔ جونہی وہ غلام دین کو دیکھتا ہے' سائیکل سے اتر جاتا ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو کراس کرتے ہیں۔ غلام دین اسے نہیں دیکھتا۔ ڈاکیہ سلام کرتا ہے۔ غلام دین منہ میں کچھ پڑھتا ہوا آگے گزر جاتا ہے۔ کچھ دور جا کر ڈاکیہ پھر سائیکل پر سوار ہو جاتا ہے۔)

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(مومنہ پھاٹک کے پاس آتی ہے۔ کتوں کا بھونکنا سپرامپوز کیجئے۔ مومنہ پھاٹک کھول کر اندر جاتی ہے۔ ساری طرف کبوتر پھیلے ہیں۔ وہ ان میں سے گزر جاتی ہے اور کبوتروں کو کچھ باجرہ بھی ڈالتی ہے۔)

کٹ

سین 10 ان ڈور کچھ دیر بعد

(ارشاد اپنے کمرے میں بیٹھا ہے۔ اس کے سامنے دو تین کیمرے پڑے ہیں جنہیں وہ صاف کر رہا ہے۔ اس کے سامنے مومنہ عدیل بیٹھی ہے۔)

مومنہ: وہ سر آپ میری بات نہیں سن رہے شاید!

ارشاد: پوری طرح سے سن رہا ہوں مومنہ۔

مومنہ: وہ سر آپ کچھ دیر کے لیے یہ کیمروں کی صفائی بند نہیں کر سکتے؟

ارشاد: ضرور بند کر سکتا ہوں!

مومنہ: سوری سر جب کوئی شخص کام کر رہا ہو تو مجھے لگتا ہے شاید وہ میری بات نہیں سن رہا۔

ارشاد: (کیمرہ ہاتھوں سے رکھ کر) لیجیے----اور فرمایئے!

مومنہ: سر وہ---بات اتنی ہے کہ پتہ نہیں میں کہاں سے شروع کروں۔ سر یہ بات کو شروع کرنا اتنا مشکل کیوں ہوتا ہے؟

ارشاد: بات کو ختم کرنا بھی ایسا ہی مشکل ہوتا ہے مومنہ۔

مومنہ: وہ جی آپ کی فیکٹری میں ہی ہے کوالٹی کنٹرول سیکشن میں----اچھا ہے جی۔

ارشاد: کیا میں اسے ملا ہوں؟

مومنہ: کیا پتہ ملے ہوں سر یا پھر شاید اب آپ کی امی نے بھرتی کیا ہو۔ وہ سر مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔

ارشاد: عامر جیسا ہے؟

مومنہ: نہیں سر عامر سے تو اچھا ہے۔ امیر ہے جی' بڑی کوٹھی ہے اس کی ڈیفنس میں چار کینال کی۔

ارشاد: پھر تو فوراً پکڑ لو سوچو مت۔

مومنہ: سر وہ۔۔۔۔امی کا خیال ہے کہ میں عدیل کے پاس چلی جاؤں۔ وہ لڑکی بھاگ گئی سر جو عدیل کے ساتھ گئی تھی جدہ۔ بتائیں ناں کیا کروں میں؟

ارشاد: تمہارا دل کیا چاہتا ہے مومنہ؟ وہ کیا گواہی دیتا ہے؟

مومنہ: میرا دل سر؟

ارشاد: ہاں' تمہاری اپنی مرضی کیا ہے؟ تم کیا کرنا چاہتی ہو؟

مومنہ: چھوڑیں سر میرے دل کی باتیں۔ دل کی باتیں سنوں تو پتہ نہیں کیا بنے میرا!

ارشاد: پھر بھی کچھ تو تمہاری بھی آرزو ہو گی۔

مومنہ: ہے جی۔۔۔۔بہت بڑی خواہش ہے میری لیکن سر پوری نہیں ہو سکتی۔

ارشاد: کیوں؟

مومنہ: سر میری خواہش ہی ایسی ہے' نہ پوری ہونے والی۔ (اٹھتے ہوئے) سر تو میں اس سے شادی کر لوں۔۔۔۔ مونچھوں والے کو الٹی کنٹرول سے؟

ارشاد: براؤن مونچھیں ہیں اس کی' مجھے کچھ یاد آ رہا ہے۔

مومنہ: براؤن مونچھیں سر اور گرے رنگ کی آنکھیں!

ارشاد: اچھا ہے' بہت اچھا۔ کرا لو!

مومنہ: ٹھیک یو سر۔۔۔۔میں اب امی کو بتاؤں گی تو وہ مائنڈ نہیں کریں گی کہ سر نے اجازت دے دی ہے۔

(چند قدم چلتی ہے' پھر لوٹتی ہے۔)

مومنہ: لیکن ایک بات تھی سر۔۔۔۔میں شادی تو کرا لوں گی اس سے لیکن ایک مشکل ہے سر۔

ارشاد: ارشاد!

مومنہ: میں۔۔۔۔دراصل بات یہ ہے سر میں اس سے محبت نہیں کرتی۔ وہ اچھا ہے۔۔۔۔بہت اچھا ہے لیکن ویسا اچھا نہیں ہے سر۔

ارشاد: عدیل تمہیں ویسا اچھا لگتا تھا۔ مومنہ؟

مومنہ: ہاں جی' وہ لگتا تھا۔ لیکن جب وہ لڑکی مجھ سے جیلس ہو گئی تو سب کچھ الٹ پلٹ ہو گیا سر۔

ارشاد: ایسی صورت میں تم جدے چلی جاؤ۔۔۔۔اب تو وہ لڑکی بھی وہاں نہیں ہے اور تمہاری امی بھی یہی چاہتی ہیں۔

مومنہ: ہاں جی۔۔۔۔یہ فیصلہ بہتر ہے۔ کم از کم اس میں امی تو خوش ہو جائیں گی۔ کیا پتہ ان کی

دعائیں ہی لگ جائیں مجھے۔ اچھا سر خدا حافظ۔ یہی ٹھیک ہے' عدیل ہی بہتر ہے۔

(چلی جاتی ہے۔ ارشاد کیمرہ اٹھا کر صاف کرتا ہے۔ کچھ لمحوں بعد مومنہ پھر دروازے پر ابھرتی ہے۔)

مومنہ: وہ سر میں اندر آسکتی ہوں؟ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔

ارشاد: آیئے' آجایئے!

مومنہ: (بیٹھ جاتی ہے) اب پھر مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ کیسے بات شروع کروں۔

ارشاد: جیسے جی چاہتا ہے' شروع کر دو۔

مومنہ: وہ سر---- بات یہ ہے کہ آپ کی فیکٹری میں کوالٹی کنٹرول سیکشن میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہے جو مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہو۔

ارشاد: تو وہ براؤن مونچھوں اور گرے آنکھوں والا؟

مومنہ: وہ سر میں تو کبھی کوالٹی کنٹرول سیکشن میں گئی ہی نہیں۔

ارشاد: تمہارا مطلب کیا ہے مومنہ؟

مومنہ: سر میں امی کو سمجھا نہیں سکتی کہ اب میں شادی نہیں کرانا چاہتی۔ اگر میں اس کوالٹی کنٹرول منیجر کا ڈھونگ کھڑا نہ کروں گی تو امی مجھے جدہ بھیج دیں گی عدیل کے پاس' زبردستی۔

ارشاد: نہیں نہیں' وہ ایسا نہیں کریں گی۔

مومنہ: آج سے ڈیڑھ سال پہلے اور بات تھی سر' بالکل اور بات۔ میں خوشی سے چلی جاتی لیکن اب مجھے کسی کے ساتھ نہیں رہنا سر' کسی کے ساتھ نہیں---- میں اور میری خواہش بڑی پکی سہیلیاں ہیں۔ امی ہمیں پڑا رہنے دیں ساتھ ساتھ۔ ہم دونوں کسی کو کیا تکلیف دے رہے ہیں۔

(مومنہ آنکھیں جھکاتی ہے۔ ایک آنسو اس کی گال پر گرتا ہے۔ ارشاد جلدی سے کیمرہ اٹھا کر اس کی تصویر بناتا ہے۔ مومنہ حیرانی سے ارشاد کو دیکھتی ہے۔)

کٹ

سین 11 آؤٹ ڈور فجر کا وقت

(بابا غلام دین کا صحن۔ اماں اپنی کوٹھڑی کے سامنے صف بچھائے رحل پر قرآن

پاک رکھے تلاوت کر رہی ہے۔ چولہے سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ اوپر پانی کی دیگچی ہے۔ بابا مسجد سے نماز پڑھ کر گھر میں داخل ہوتا ہے۔ اندر داخل ہو کر سیدھا کوٹھڑی میں جاتا ہے اور کھونٹی سے لٹکا ہوا قرآن پاک اتارتا ہے۔ سینے سے لگا کر باہر آتا ہے۔ جوتا اتار کر صف کے دوسرے کنارے پر بیٹھنے لگتا ہے تو اماں طالعاں تلاوت ختم کر کے قرآن پاک کو بند کر رہی ہے اور اپنی جگہ سے اٹھ رہی ہے۔ بابا بڑی محبت سے قرآن پاک کو بوسہ دے کر اسے کھولتا ہے اور اپنی گود میں رکھتا ہے۔ پھر وہ جگہ نکالتا ہے جہاں اس نے نشانی کے طور پر مور کا پر رکھا ہوا ہے۔ ایک نظر پیچھے کے صفحے کو دیکھتا ہے کہ یقین ہو جائے کہ کل واقعی اس نے یہی پڑھا تھا۔ جب وہ دیکھ چکتا ہے تو صفحے کے درمیان میں آیت پر انگلی رکھ کر کہتا ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اور پھر ہر ہر سطر پر انگلی پھیرتے ہوئے یہ کہتا جاتا ہے۔)

غلام دین: ایہہ میرے صاحب کا فرمان ہے' ایہی سچ ہے۔ ایہہ میرے مولا کا فرمان ہے' ایہی حق ہے۔ ایہہ بھی سچ اے۔ ایہہ بی حق اے۔ ایہی حق اے۔ ایہہ میرے مالک کا فرمان اے' ایہی حق حقیقت ہے۔ ایہہ میرے اللہ کا فرمان ہے' ایہی سچ ہے۔ ایہہ میرے سرکار کا فرمان ہے' ایہی واجب اے۔ ایہی لائق ہے۔ ایہہ میرے صاحب کا فرمان اے' ایہی درست اے۔ ایہہ میرے مولا کا فرمان اے' ایہی حق حقیقت اے۔

(پھر وہ غنغنی آواز میں تلاوت کرنے لگتا ہے۔ کیمرہ اماں پر مرکوز ہوتا ہے جو گرم پانی میں چائے کی پتی ڈال کر اسے ابالا دے رہی ہے۔ پھر اس میں دودھ ڈال کر ابالا دیتی ہے۔ اس میں چینی ڈالتی ہے اور ابالا دیتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تھوڑا سا وقت لیا جائے۔ جتنا بھی وقت پروڈیوسر لے سکے' اتنا ہی اچھا ہے۔ کیمرہ پھر بابا غلام دین پر جاتا ہے جو اپنی تلاوت ختم کر کے بڑی احتیاط کے ساتھ مور کا پنکھ قرآن پاک میں رکھتا ہے۔ قرآن پاک کو احتیاط سے بند کر کے اور اسے بوسہ دے کر جزدان میں بند کرتا ہے۔ پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پانچ چھ مرتبہ بسم اللہ پڑھ کر اور یہی کہتا ہوا منہ پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ قرآن پاک اندر لے جا کر کھونٹی پر لٹکاتا ہے۔ باہر آ کر چولہے کے پاس بیٹھتا ہے اور چائے کی پیالی اور باسی روٹی کا ناشتہ کرتا ہے۔ دور گاؤں کی

گلیوں میں سے محمد حسین ڈاکیہ اپنی سائیکل چلاتا آتا ہے۔ محمد حسین کو جب ہم کافی دیر تک فالو کرتے ہیں تو وہ بابا غلام دین کے گھر کے محاذ میں آجاتا ہے۔ اس سے ذرا پہلے وہ اپنی سائیکل سے اتر جاتا ہے اور اس گھر کے آگے سے یوں گزرتا ہے کہ بابا کے گھر کی طرف اس کی کمر نہ ہو۔ ڈاکیہ دور نکل جاتا ہے تو بابا غلام دین اپنی باربرداری کے رسے کندھے پر ڈال کر گھر کے دروازے پر آتا ہے اور کہتا ہے:)

غلام دین: اچھا طالیاں اللہ حافظ!

طالعاں: رب راکھا غلام دینا رب راکھا!

(بابا گھر سے باہر نکل جاتا ہے۔ اماں گھر کا دروازہ بند کر لیتی ہے۔)

کٹ

قسط نمبر 11

کردار

ارشاد	:	صاحب ارشاد۔ ہیرو
ڈاکیہ محمد حسین	:	ارشاد کا غلام
بابا غلام دین	:	ارشاد کو اپنی گدی عطا کرنے والا
اماں طالعاں	:	غلام دین کی پارسا بیوی
ارشاد کی والدہ	:	فیکٹریوں کو چلانے والی
عذرا	:	نوجوان خوبصورت امیر عورت
کبیر	:	ارشاد کا دوست

یونیورسٹی کے طلبا و طالبات اور چند ضمنی کردار

سین 1 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد کے گھر کا بیرونی حصہ۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں پہلے ارشاد کبیر کے گرد ناچ چکا ہے۔ اس وقت ایک طرف گانے والے نوجوانوں کا پورا بینڈ ہر طرح سے تیار ہے۔ ان کے قریب ہی وہ طالب علم بھی کھڑے ہیں جو پہلے ارشاد کے ساتھ مباحثہ کر چکے ہیں۔ بینڈ والے لڑکے تفریحا گانے کا مکھڑا بجاتے ہیں۔ ارشاد اندر سے باہر آتا ہے۔)

ارشاد: السلام علیکم! ارشاد؟

شاہدہ: سر ہم پھر آ گئے ہیں۔ آپ مائنڈ تو نہیں کریں گے؟

ارشاد: ویلکم ویلکم!

رضوان: دو سر جس طرح ڈیروں پر نہیں ہوتا' Holy Man کے آگے Musicians قوالی کرتے ہیں-----

کلثوم: اس رضوان کو کچھ نہیں پتہ' سر ہم چوکی بھرنے آئے ہیں۔ میرے ڈیڈی مزاروں پر جاتے ہیں۔ وہ بتایا کرتے ہیں کہ وہاں چوکی بھری جاتی ہے۔

جمیل: لیکن سر یہ آپ کو کبھی نہیں بتائیں گے کہ سارا آئیڈیا میرا تھا۔

شاہدہ: خواہ مخواہ! میں نے کہا تھا کہ ہم لوگ ان سے اتنا کچھ حاصل کر کے آئے ہیں' ہم بھی تو کچھ کریں۔

ارشاد: (دونوں ہاتھ اٹھا کر) آہستہ آہستہ۔ بھئی اول بات تو یہ ہے کہ میں Holy Man نہیں ہوں۔ دوسرے-----

رضوان: نہ سہی سر' آپ Wise Man تو ہیں۔

ارشاد: اس کے ساتھ بھی شاید لگا لو!

جمیل: Sir don't be so un-assuming

کلثوم: اس دن آپ نے نہیں کہا تھا جو کسر نفسی کرتا ہے اس کے نفس کو کسر لگ جاتی ہے۔ میں نے اپنی کاپی میں نوٹ کر لیا تھا سر' میں ابھی آپ کو دکھاتی ہوں۔ (کاپی کے صفحے الٹ پلٹ کرتی ہے۔)

ارشاد: اچھا تو اب آپ اور آپ کے ساتھی اپنے فن کا مظاہرہ کریں گے!

جمیل: نہیں سر۔ ہم سب مل کر آپ کو pay Homage کریں گے۔

(رضوان آگے بڑھتا ہے اور میوزک ماسٹر کی ڈیوٹی سنبھالتا ہے۔ اس کے اشارے پر موسیقی شروع ہوتی ہے۔ سب گاتے ہیں۔)

اے بھائی مرے ---- اے بہناں جی
تم اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں
پر ساتھ چلیں گے رستے میں
اور ورد کریں گے رستے میں
ہم سر کو جھکا کر جائیں گے
اور قدم ملا کر جائیں گے

تم اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں
پر ساتھ رہیں گے ہم دونوں
اور ساتھ مریں گے ہم دونوں

اس مسجد کو کس چاہت سے
اپنے پرکھوں نے بنایا تھا
پھر اس کی ہری محرابوں میں
اشکوں سے چراغ جلایا تھا

تم اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں

(جب پہلا بند ختم ہوتا ہے تو آٹھ نو لڑکے لڑکیاں ایک گول دائرہ بنا لیتے ہیں۔ اب وہ اس دائرے کو پہلے دائیں اور پھر بائیں لے جاتے ہیں۔ درمیان میں ارشاد کھڑا ہے۔ جب وہ گیت کے آخر میں آتے ہیں تو اس میں وہی ورد کس کیجے جو

کبیر والے سین میں تھا۔ گانا آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ ہوتا ہے' ورد کی آواز اونچی ہوتی ہے اور ارشاد اسی ورد پر ہاتھ اٹھا کر آنکھیں بند کر کے بڑے جذبے سے ناچتا ہے۔)

کٹ

سین 2 ان ڈور رات

(رات میں کہیں بہت آہستہ ورد جاری ہے۔ ارشاد پلنگ پر سو رہا ہے۔ فون کی گھنٹی بجتی ہے۔ ارشاد اٹھتا ہے اور فون اٹھاتا ہے۔)

ارشاد: ہیلو---- ہیلو---- کون ہے بھئی؟ (کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ کر) ایک بج رہا ہے---- اس وقت کون ہے؟ ہیلو---- یس یس---- یس مار تھا!

I am Irshad here. How are the boys? Yes, ---- Yes my dear. I am a little unwell. At times dizzy, just dizzy ---- dizzy, nothing to worry. I promise I will see a doctor. How is Ishaque? Fine. Don't tell the children. Sickness is a part of health. Thank you for calling. Take care.

(فون رکھ کر اپنا سر دونوں ہاتھوں میں لیتا ہے جیسے شدید درد ہو۔ کیمرہ قریب جاتا ہے۔ ورد اونچا ہوتا ہے۔ ارشاد اسی طرح سر پکڑے غسل خانے کی طرف جاتا ہے۔)

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن

(ایک سڑک کے کنارے جو راستہ ارشاد کے گھر کو جاتا ہے' طالب علموں کا گروپ اسی راستے پر واپس جا رہا ہے۔ اس وقت ان کا بینڈ باجا ساتھ نہیں۔ وہ سب چلتے ہوئے گا رہے ہیں۔ اس گروپ میں سے دو چار لڑکے آگے ہیں' جو جھگڑے کے

انداز میں ناچتے ہوئے لیڈ کر رہے ہیں۔ عقب میں بینڈ سپر امپوز ہوتا ہے۔)

ہم دونوں کا ہے ایک خدا
ہم دونوں کا ہے ایک آقا
قرآن بھی ایک رسول بھی ایک
اور دونوں کا ہے ایک کعبہ

تم اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں
پر ساتھ رہیں گے ہم دونوں
اور ساتھ مریں گے ہم دونوں

صد شکر کرو ہم رنگ ہیں سب
اور اک دوجے کے سنگ ہیں سب
اک آقا کملی والا ہے
ہم اس کے مست ملنگ ہیں سب

تم اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں
پر ساتھ رہیں گے ہم دونوں
اور ساتھ مریں گے ہم دونوں

(جس وقت یہ لوگ گاتے ناچتے جارہے ہیں' سامنے سے عذرا اسلمان کار میں آتی ہے۔ وہ کار روکتی ہے اور ان لوگوں کے گانے کو سنتی ہے)

کٹ

سین 4 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(کامران کی بارہ دری کے قریب طالب علم کشتی چلا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ

ارشاد بھی سوار ہے۔ پورا ایجنٹ بھی کشتی میں موجود ہے۔ ارشاد کچھ تو ان کا گیت سن رہا ہے' کچھ اس کی توجہ سورج غروب ہونے کے منظر پر ہے۔)

جس وقت تمہاری مسجد سے
آواز اذان کی آتی ہے
میری بے تاب سماعت میں
گل رنگ چراغ جلاتی ہے
پھر ساتھ ہماری مسجد سے
آواز اذان کی آتی ہے
دونوں کی صدا کے ملنے سے
نگری جنت بن جاتی ہے
تم اپنی مسجد کو جاؤ
میں اپنی مسجد جاتا ہوں

ڈزالو

سین 5 ان ڈور دن

(اس وقت عذرا سلمان اور ارشاد لیبارٹری میں موجود ہیں۔ اس لیبارٹری میں چھوٹی 16 ایم ایم کی سکرین لگی ہوئی ہے اور ارشاد کچھ دور بیٹھا اپنی Transparencies اس سکرین پر دیکھ رہا ہے۔ جب کیمرہ کھلتا ہے تو سب سے پہلے اسی سکرین پر آتا ہے۔ اس وقت چھوٹی سکرین پر چغتائی آرٹس کی کچھ تصویریں آتی ہیں۔)

عذرا: مجھے یوں لگتا ہے جیسے آپ میری بات قطعی نہیں سن رہے' بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ آج تک کسی نے میری بات سنی ہی نہیں۔

(ارشاد بتی بند کرتا ہے۔ چھوٹی سکرین سفید ہو جاتی ہے۔)

رشاد: آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔ میں ہمیشہ آپ کی بات سنتا ہوں' بڑی توجہ سے بلکہ اس پر غور بھی کرتا ہوں۔

عذرا: پھر بتایئے!

ارشاد: یعنی کیا؟

عذرا: لوگ میری عزت کیوں نہیں کرتے؟ بلکہ اگر میں اس سوال کو ذرا پھیلا دوں تو یہ سوال کچھ ایسے ہو گا کہ مرد عورتوں کی عزت کیوں نہیں کرتے۔ مرد اس کے لیے بہت کچھ کرتا ہے لیکن دل سے اس کی عزت کبھی نہیں کرتا۔ کیوں؟ کیوں؟ کیا واقعی ہم نااہل ہیں؟ کمتر ہیں' نالائق ہیں؟ بتایئے ناں؟

ارشاد: آپ لوگ' یعنی خواتین' عزت کی خواہاں ہیں کہ محبت کی؟

عذرا: دونوں کی! Of Course ہم محبت بھی چاہتی ہیں اور عزت بھی۔

ارشاد: فرض کیجئے کہ ان دونوں میں سے فقط ایک چیز مل سکتی ہو تو آپ کون سی منتخب کریں گی---- عزت کہ محبت؟

عذرا: ضرورت تو دونوں کی ہے۔

ارشاد: میں چونکہ مرد ہوں' تو تھوڑا بہت کچھ مردوں کی جانب سے آدھا پونا جواب دے سکتا ہوں۔ مرد نے غالباً پتھر اور دھات کے زمانے سے یہ طے کر لیا تھا کہ محبت کسی کے دل میں پیدا نہیں کی جا سکتی۔ یہ برے سے' چمٹے سے' ہتھوڑی مار کر' پٹے سے باندھ کر حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لیے اس نے Second Best کو اپنے لیے منتخب کر لیا' عزت کو۔ مرد کو عزت بڑی پیاری ہے۔

عذرا: عورت بھی تو عزت چاہتی ہے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں' اسے عزت ملتی ہی نہیں۔ مرد اپنی گرہ سے عزت کا سکہ کھول کر عورت کی جھولی میں ڈالتا ہی نہیں۔

ارشاد: دیکھئے' یہ بات ذرا مشکل ہے۔ آپ کے پاس وقت ہے؟

عذرا: بے شمار وقت!

ارشاد: انسان کا وجود ایک تو اس کی اپنی ذات ہے اور دوسرے وہ صفات ہیں جو اس ذات کے اندر ملفوف ہیں۔ ذات وہ سب کچھ ہے جو نظر آتی ہے۔ رنگ روپ' قد' وجود' چھب' بال جو کچھ باہر ہے' ذات کا کرشمہ ہے۔ انسان کی صفات---- یعنی وہ کس ہنر میں یکتا ہے' کس درجہ صاحب کمال ہے۔ سخی ہے' دلیر ہے' سچ بولتا ہے وغیرہ وغیرہ---- یہ اس کے اندر ہیں۔ یعنی ذات بوتل ہے' اندر خوشبو ہے---- آپ لوگوں نے' یعنی عورتوں نے بوتل پر بہت توجہ دے رکھی ہے۔ آپ کو خوشبو کی پرواہ نہیں۔

عذرا: ہم خوبصورت لگنا چاہتی ہیں۔

ارشاد: میں بھی یہی کہہ رہا ہوں کہ خوبصورت لگنے کی جو چاہت ہے' درپردہ یہی محبت کی

خواہش ہے۔

عذرا: کمال ہے! تو کیا عورت محبت نہ چاہے؟ محبت اس کا حق ہے بھئی۔

ارشاد: محبت نہ کسی مرد کا حق ہے نہ عورت کا---- یہ تو حسن کا حق ہے' اور اسے یہ حق بلا تکلف ملتا ہے۔ مرد نے اس بات کو ریئلائز کر لیا ہے' اس لیے وہ بے تحاشا محبت کرتا ہے لیکن محبت کے حصول کے لیے بھاگتا نہیں۔

عذرا: یعنی آپ کو ہماری اس خواہش پر بھی اعتراض ہے' محبت پانے کی معصوم خواہش پر؟

ارشاد: خرابی اس وقت شروع ہوتی ہے جب محبت ملتی نہیں۔ پھر مرد عورت کے رابطے میں رخنے پڑنے لگتے ہیں---- تب عورت جھلا کر کہتی ہے دیکھو لوگو' مرد میرا احترام نہیں کرتے---- میری عزت نہیں ہو رہی۔ حالانکہ اس نے کبھی بھی احترام نہیں مانگا ہوتا' محبت طلب ہوتی ہے۔

عذرا: چلیے محبت نہ ملے تو پھر کیا ہم احترام سے بھی ہاتھ دھو لیں؟

(اب پھر کمرے میں اندھیرا چھا جاتا ہے اور چھوٹی سکرین پر تصویریں آنے لگتی ہیں۔ ترکھان' ٹریفک کا سپاہی' کاری گر' کنویں میں موٹر سائیکل' استاد اللہ بخش کی پینٹنگ' بازی گر رسہ پر' مختلف صنعت و حرفت اور آرٹس کے ماہر نظر آتے ہیں۔ ان تصویروں پر ارشاد کی آواز سپر امپوز:)

ارشاد: جس طرح مرد نے اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے اور اپنا احترام کروانے کے لیے صدیوں اپنے ہاتھ سے' اپنے دماغ سے' اپنی روح سے ساری قوت لگا کر اور خوشیاں تج کر اپنے لیے ان گنت راستے کھولے' لاتعداد پروفیشن ایجاد کیے' پھر ان میں صاحب کمال پیدا کیے---- کیا آپ لوگوں نے ایسی کڑی محنت کا تصور کیا؟ آپ لوگ عزت و احترام ترک کر کے اپنی پوجا کرواتی ہیں۔ سو وہ ہوتی رہی ہے اور ہوتی چلی جائے گی' لیکن پجاری تادیر آرتی اتار نہیں سکتا۔ (روشنی ہو جاتی ہے)

عذرا: چلیے اور کسی فیلڈ میں نہ سہی' ایک پروفیشن میں تو مرد عورت کو Beat نہیں کر سکا' آپ مانیں گے کہ کوئی مرد ماں نہیں بن سکا۔

ارشاد: اب دیکھ لیں عذرا جب بھی' جہاں کہیں بھی' کسی بھی حالت میں کسی مرد کو ماں مل جاتی ہے تو کیا وہ اس کے روبرو دست بستہ کھڑا نہیں رہتا---- لرزتا نہیں اس کی حضوری میں---- دل و جان سے احترام نہیں کرتا---- چاہے وہ ماں اس کی اپنی نہ بھی ہو' تب بھی۔

عذرا: (غصے سے کھڑی ہو کر) میں جانتی ہوں آپ مجھے الجھا رہے ہیں---- چالاکی سے گھر کے اندر دھکا دے رہے ہیں---- چار دیواری میں محبوس کرنا چاہتے ہیں۔ As a Human being , As a person اس گھریلو پروفیشن نے عورت کی جڑ مار دی ہے۔ اسے کہیں کا نہیں رکھا۔ یہ ساری خوشامدی مرد کی Tricks ہیں' عورت کو گھر میں قید کرنے کی---- ویسے وہ عورت کی عزت کر ہی نہیں سکتا۔

(یکدم کمرے میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ سکرین پر جین فونڈا کی فلم چلنے لگتی ہے۔ اس میں ورزش کرائی جا رہی ہے۔ پھر کچھ خوبصورت ماڈل گرلز کے فوٹو دکھائے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی امریکن ایکٹرسوں کی تصویریں اور لیڈیز میگزین کے صفحات وغیرہ۔)

ارشاد: دیکھ لیجئے یہ سب ذات کا نکھار ہے۔ اور آپ جانتی ہیں کہ ذات کے نکھار سے محبت کی جاتی ہے' ذات کی پوجا کی جاتی ہے۔ ذات حیرت میں ڈالتی ہے' مسحور کرتی ہے۔ صفات ہوں تو احترام ملتا ہے' عزت ہوتی ہے۔ آپ دنیا بھر کی شاعری لے لیں' ہماری غزلیں دیکھ لیں---- سارا عشق حسن سے وابستہ ہے' کسی کمال سے نہیں۔

عذرا: ارشاد صاحب! میرا سوال تھا مرد اتنا کم ظرف کیوں ہے؟ وہ عورت کی عزت کیوں نہیں کرتا؟

ارشاد: میں بھی اس تجزیے کے اندر الجھا ہوا ہوں کہ عورت نے اپنے اندر کی صفات پر توجہ کیوں نہ دی---- ایسی صفات جن سے احترام ملتا' جنہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ آپ نے جس قدر اپنی ذات کو اور اپنے وجود کو پرکشش بنانے کی کوشش کی ہے' کیا اپنی صفات کو اجاگر کرنے میں اتنا تردد کیا؟

عذرا: (غصے سے) اس لیے کہ عورتوں کی صفات کی پروا ہی کون کرتا ہے۔ کون پوچھتا ہے کہ عورت کس درجہ صاحب کمال ہے۔ مرد کو تو صرف عورت کا سراپا Attract کرتا ہے' وہ بے چاری اس کو نہ سجاتی پھرے تو اور کیا کرے؟ مرد کو عورت کے جسم کے علاوہ کیا درکار ہے؟

ارشاد: اصل میں کچھ عجیب سا بھید ہے۔ عورت محبت کی متلاشی ہے' اور ہر رشتے سے محبت کی طلب گار ہے---- مرد احترام اور عزت نفس کے لیے مارا مارا پھرتا ہے۔ دونوں اپنے اپنے سودے کے طالب ہیں۔

عذرا: اصل میں مرد عورت کو احترام دے ہی نہیں سکتا' اس کا حوصلہ ہی نہیں پڑتا----

تھڑ دلے تنگ نظرے کا۔ وہ عورت کی اندرونی خوبیوں کو Appreciate کر ہی نہیں سکتا۔ وہ جب دیکھے گا' سراپا دیکھے گا---- صورت دیکھے گا۔ جب کوئی توجہ دینے والا ہی نہ ہو تو خوبیوں کو لے کر چاٹنا ہے۔ دفع کرو۔

ارشاد: (قدرے اپنے آپ سے) اسی طرح سے انسان---- فانی اور ناپائیدار انسان' جب خدا سے محبت کا متمنی ہوتا ہے تو یہی مشکل درپیش ہوتی ہے۔ ذات محبت کو وجود میں لاتی ہے---- اپنی طرف کھینچتی ہے---- عشق' لگن اور حب پیدا کرتی ہے۔ خدا کی ذات تک انسان کی رسائی ممکن نہیں۔ ہاں اس کی صفات' ننانوے یا گنتی تصور میں نہ آنے والی صفات کا احترام اور ان کی حمد و ثنا ہو سکتی ہے---- لیکن محبت کرنے والا جو ذات کو آنکھ سے دیکھ کر محبت کرنے کا خوگر ہے' وہ کیا کرے۔ (بہت ہی اپنے آپ سے) لیکن کچھ لوگ ضرور ہوتے ہوں گے جو اس کی ذات کو بھی جانتے ہوں گے۔

عذرا: آپ مجھے اللہ کا حوالہ دے کر ڈرائیں نہیں۔

ارشاد: خدانخواستہ! ہرگز نہیں---- بالکل نہیں۔ میں ڈرانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں تو یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر احترام کا راستہ اپنائیں گی تو بڑے کڑے کوس بھاگنا پڑے گا۔ سخت محنت کر کے صاحب کمال بننا پڑے گا۔ بڑا ہی مشکل سفر ہے۔ اس کے بعد بھی کون جانے تھک ہار کر پھر کہیں ذات کا سہارا نہ لینا پڑ جائے۔

عذرا: آپ سمجھتے ہیں میں مرد کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ عورت محنت نہیں کر سکتی---- تساہل پسند ہے۔ دن رات ایک نہیں کر سکتی۔ چھوڑ دیجئے یہ تاویلیں۔ میں اپنا آپ منوانا چاہوں تو منوا سکتی ہوں۔ پہاڑ گرانا چاہوں تو گرا سکتی ہوں۔ مرد یہ نہ سمجھے کہ اس کے معاشی' معاشرتی' نفسیاتی قید خانوں کو توڑ نہیں سکتی۔

ارشاد: کیوں نہیں---- کیوں نہیں---- ضرور توڑ سکتی ہیں۔ یہ تو من چلے کا سودا ہے۔ بیگم صاحب! محبت یا احترام' سودے دونوں ہی سچے ہیں۔ دونوں اصلی ہیں۔ جو جس کو پسند آئے---- راہیں دونوں کھلی ہیں۔

کٹ

سین 6 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد کے ساتھ نوجوان لڑکا اور لڑکی ہیں۔ ان کا تعلق بینڈ والے گروپ سے

ہے۔ یہ تینوں قذافی سٹیڈیم والے کمپلیکس میں گھوم رہے ہیں۔ پس منظر میں اس کمپلیکس کی خوبصورتی کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ اس سین میں ڈائیلاگ سپر امپوز ہوتے ہیں۔)

ارشاد: (ہنس کر) دیکھو بھئی! میں آپ لوگوں کو کامیابی کا کوئی فارمولا تو نہیں دے سکتا' البتہ ناکامی کا ایک طریقہ ضرور بتا سکتا ہوں۔ آپ زندگی میں ہر شخص کو خوش کرنا شروع کر دیں۔

لڑکا: ہر شخص کو خوش کرنا شروع کر دیں سر؟

ارشاد: جب آپ ہر شخص کو خوش کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جائیں گے تو خود بخود ناکام ہونا شروع ہو جائیں گے۔

لڑکی: ناکام ہونا شروع ہو جائیں گے سر؟

ارشاد: ایک بات کو یاد رکھنا بی اور اس کو اپنے دل کے قریب لٹکا کے رکھنا کہ تم لوگوں کے غلام ہوتے ہو---- ان کے بلا تنخواہ ملازم ہوتے ہو' جن کی تم تصدیق کے اور Approval کے ہر وقت خواہش مند ہوتے ہو۔ اصل میں تمہاری جنگ لوگوں کے خلاف نہیں ہوتی' اپنے ذہن اور اپنی سوچ کے خلاف ہوتی ہے اور تم عمر بھر دوسروں سے لڑتے رہتے ہو۔

لڑکا: ہم نے تو اپنا آپ تبدیل کر کے بھی دیکھ لیا----

لڑکی: پھر بھی لوگوں کے منہ بند نہیں ہوئے۔

ارشاد: ظاہر کی تبدیلی سے مسئلہ حل نہیں ہوتا بچو! آپ اپنے بیرونی وجود کو تبدیل کر لیں' لباس بدل لیں' جوگیا کپڑے پہن لیں' داڑھی رکھ لیں' شہر چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جائیں' ملک تبدیل کر لیں---- کچھ بھی نہیں ہوگا اور آپ کے ساتھ وہی واقعات پیش آتے رہیں گے جو اب تک آتے رہے ہیں۔ جب تک اندر کی تبدیلی نہیں ہوگی' یہ عمل اسی طرح سے جاری رہے گا۔ دیکھو ایک ہوائی جہاز جس کا انجن خراب ہو چکا ہو' اسے پینٹ کر کے اور اس کا رنگ و روغن تبدیل کر کے آپ اسے اڑا نہیں سکیں گے۔ وہ جب بھی اڑے گا اندر کی خرابی دور ہونے سے اڑے گا۔

لڑکی: ہم ایک کلب نہ بنالیں سر' آپ کی سربراہی میں---- لوگوں کا اندر تبدیل کرنے کے لیے---- دکھی انسانوں کی کایا کلپ کے لیے---- مجبوروں کی رہنمائی کے لیے؟

ارشاد: جس قدر کوئی شخص اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے سے محروم ہوگا اور خود کو بدلنے سے

قاصر ہوگا' اسی قدر وہ دوسروں کو تبدیل کرنے پر زور دے گا۔ جس قدر وہ خود اپنے اندر تبدیلی لانے سے معذور ہوگا' اسی قدر وہ انسانی فلاح و بہبود کی انجمنیں بناتا چلا جائے گا۔ آپ کے ارد گرد ہزاروں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے ڈوبتوں کو بچانے کی سوسائٹیاں بنا رکھی ہیں اور وہ خود تیرنا نہیں جانتے۔

لڑکی: چھوڑیں سر' آپ سے تو بات کرنا ہی بیکار ہے۔

ارشاد: (ہنستے ہوئے محبت بھرے انداز میں) اچھا---- اچھا!

کٹ

سین 7 ان ڈور رات

(ارشاد کسی چھوٹے ہال کے سٹیج پر کھڑا ہے اور اس کے سامنے حاضرین کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ وہ ان کے سوالوں کے جواب دے رہا ہے۔)

لڑکی: سر لوگوں کے طعنوں کی اور تنقید کی بوچھاڑ میری طرف ہی کیوں رہتی ہے؟ میں ہی کیوں ہر وقت نشانہ بنی رہتی ہوں؟ مجھ پر ہی کیوں ساری مصیبتیں ٹوٹتی ہیں؟ وائی می' وائی می؟

ارشاد: نشانہ نہ بننے کا اور لوگوں کے طعنوں اور تنقید کی بوچھاڑ نہ سہنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ آپ خود تیر بنا چھوڑ دیں۔ ٹارگٹ اینڈ ایرو---- ہدف اور تیر ہمیشہ ساتھ ساتھ ہوتے ہیں اور یہ ہر وقت آپ کے اندر موجود ہوتے ہیں' ہمیشہ ہر گھڑی۔ جب بھی آپ کسی پر تیر چلاتے ہیں یا حملہ کرتے ہیں تو ایک ٹارگٹ' ایک نشانہ گاہ' ایک ہدف فٹ کر کے ایسا کرتے ہیں۔ ایک بے سمجھ اور بے انصاف آدمی ساری عمر یہی سمجھتا رہے گا کہ وہ ایک ٹارگٹ ہے' ایک نشانہ گاہ ہے اور اس پر مسلسل تیر اندازی ہو رہی ہے۔ لیکن جب وہ خود احتسابی کے عمل سے گزرے گا تو اسے پتہ چلے گا کہ وہ ایک نشانہ ہی نہیں' ایک تیر بھی ہے جو وقت بے وقت چلتا رہتا ہے اور خوب خوب زخم لگاتا ہے۔

لڑکا: سر سلوک کا راستہ اختیار کرنے سے کیا ملتا ہے؟ صوفی ازم سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

ارشاد: صوفی ازم اختیار کرنے سے آپ کے اندر دوئی نہیں رہتی۔ آپ ٹکڑوں میں اور ٹوٹوں میں تقسیم ہونے سے بچ جاتے ہیں اور Dichotomy سے نکل جاتے ہیں۔

دوسرا لڑکا: باطن کے سفر کا رستہ کس طرح سے مل سکتا ہے؟

ارشاد: انا کی مقابلے بازی ختم کرنے سے..... ایگو کا کمپیٹیشن ترک کر کے۔ جب آپ دوسروں کی انا کے ساتھ ' ان کی ایگو کے ساتھ اپنی انا اور ایگو کو بجڑانا بند کر دیتے ہیں تو آپ کو باطن کے سفر کا راستہ نظر آنے لگتا ہے۔

دوسری لڑکی: معاشرے کو کس طرح سے درست کیا جا سکتا ہے؟

ارشاد: اپنے اندر عاجزی' بردباری' حلم اور برداشت کا مادہ پیدا کر کے..... فتح مکہ کا رویہ اختیار کر کے۔

تیسرا لڑکا: پھر اس زندگی میں عمل کا مقام کیا ہوا؟

ارشاد: عمل کا مقصد صرف ایک ہی ہے کہ اپنے اندر کی خامیوں اور غلط فہمیوں کو ایک ایک کر کے پکڑا جائے اور ان کا ازالہ کیا جائے۔

تیسری لڑکی: سر ہم ایک دوسرے کو دکھ کیوں پہنچاتے ہیں؟

ارشاد: اس لیے کہ ہم خوف زدہ ہوتے ہیں۔

تیسری لڑکی: ہم کیوں خوف زدہ ہوتے ہیں سر؟

ارشاد: اس لیے کہ ہم کو معلوم نہیں ہوتا کہ ہم کون ہیں۔

تیسری لڑکی: ہمیں کیوں معلوم نہیں ہوتا کہ ہم کون ہیں؟

ارشاد: اس لیے کہ ہم نے کبھی اس کی تحقیق ہی نہیں کی ہوتی..... کبھی اس کے بارے میں سوچا ہی نہیں ہوتا۔

چوتھا لڑکا: ہم برائی کی پیروی کیوں کرتے ہیں سر؟

ارشاد: ہمارے اندر کچھ ایسے حصے' کچھ ایسے فیکٹر بھی موجود ہیں جو برائی کو اچھائی سمجھتے ہیں۔

عمران: میرا ایک مسئلہ ہے سر' جس کا میں یہاں ذکر نہیں کروں گا' میں اس مسئلے کو کیسے حل کروں؟

ارشاد: مسئلے سے واقفیت حاصل کر کے' اس کی فہم پیدا کر کے۔

عمران: میں اپنے اندر فہم کیسے پیدا کروں سر؟

ارشاد: مسئلے کا خوف دور کر کے!

عمران: خوف کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے سر؟

ارشاد: خوف کو اپنی طرف سے طاقت فراہم کرنا بند کر دو' خوف ختم ہو جائے گا۔

عمران: میں اپنے خوف کو خود کیوں طاقت فراہم کرتا ہوں سر؟

ارشاد: اس لیے کہ تم نے اپنی قوت اور طاقت کی قدر کرنا نہیں سیکھی..... اسے پر تسلیم

نہیں کیا۔

عمران: پھر تو مجھے اپنا آپ پہچاننے کی ضرورت ہے۔

ارشاد: بالکل ہے' بے شک ہے کیونکہ تم ہی تو جواب ہو لیکن تم سوال بن کر اپنے سامنے بیٹھ گئے ہو اور ضد کر رہے ہو۔

چوتھی لڑکی: (اٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہے اور لفظ "سر" کہہ کر روہانسی ہو جاتی ہے۔ اس کا حلق آنسوؤں سے بند ہو جاتا ہے' آنکھیں بھر سی آتی ہیں)

ارشاد: (اس کا سوال سمجھ کر) دیکھو بی بی! کسی شے کے گم ہو جانے پر زیادہ غمگین نہیں ہوا کرتے۔ جو شے گم ہو سکتی ہے' وہ کبھی مل بھی سکتی ہے۔

کٹ

سین 8 ان ڈور رات

(ارشاد پلنگ پر لیٹا ہوا ہے۔ اس کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ ماں اور کبیر پاس ہی کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔)

کبیر: تم سمجھتے ہو ہم تمہارے دشمن ہیں۔

ماں: یہی کچھ سمجھتا رہا ہے ہمیشہ۔ اگر مجھے اپنا دشمن نہ سمجھتا تو اپنے سارے حالات سے آگاہ نہ کرتا مجھے۔

ارشاد: میرے سارے حالات آپ کے سامنے ہیں ماں جی۔

کبیر: تم انتہائی گھنے آدمی ہو ارشاد۔ تمہارے قریبی دوست بھی نہیں جانتے کہ تم کیا سوچتے ہو' کیا چاہتے ہو۔

ماں: تم کن پتھروں سے سر پھوڑ رہے ہو کبیر! تمہارا کیا خیال ہے یہ ہمیں بتائے گا کہ اسے کیا ہوا ہے۔

ارشاد: بتا تو رہا ہوں کہ معمولی زکام ہے--- ہلکا سا بخار ہے۔ ڈاکٹر نے دوائی دی ہے' ٹھیک ہو جاؤں گا۔

ماں: جب تم لندن سے لوٹے ارشاد' میں نے بار بار تم سے کہا کہ تم مجھے ڈاکٹر کی رپورٹ دکھاؤ' تم نے ہمیشہ مجھے ٹال دیا۔

ارشاد: رپورٹ معمولی تھی۔ کوئی خاص بات اس میں درج نہ تھی--- پھر پتہ نہیں میں نے

اسے کہاں رکھ دیا تھا۔

کبیر: یہ کہو---- ہاں یہ کہو ڈاکٹر کی رپورٹ بھی تمہارے لیے بے معنی ہے۔

ارشاد: یہ تم سے کس نے کہا۔

ماں: چلو تمہارے لیے بے معنی تھی' ہوگی---- تم میری تو تسلی کردیتے۔ پتہ نہیں میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ اس بڑھاپے میں تن تنہا تین فیکٹریاں' پوتے پتہ نہیں کہاں ہیں' بیٹا شہر میں ہے اور دنوں مجھے خبر نہیں ہوتی وہ کس حال میں ہے---- پتہ نہیں کون سی خطا ہوگئی ہے مجھ سے۔ (رونے لگتی ہے)۔

کبیر: پتھر دل! یہ حال ہو گیا ہے ماں جی کا تیرے ہاتھوں۔

ارشاد: (سر جھکا کر) اور کچھ ؟ اور کچھ آقا؟ ابھی کتنے الزام' کتنی گواہیاں' کیسے سفر باقی ہیں؟ اور کتنے؟

کبیر: (آہستہ سے ماں کے کان میں) اسے کسی سائیکی ایٹ رسٹ کی ضرورت ہے ماں جی' اور وہ بھی فوراً۔ He needs help۔

کٹ

سین 9 آؤٹ ڈور دن

(چمک دار سورج ساری اجاڑ جگہ کو چمکائے ہوئے ہے۔ ارشاد کار میں سفر کر رہا ہے۔ وہ ایک جگہ رکتا ہے۔ کار سے نکل کر باہر کھڑا ہوتا ہے اور دور ایسے دیکھتا ہے جیسے اسے کوئی عجیب چیز نظر آ رہی ہو۔)

ڈزالو

سین 10 آؤٹ ڈور وہی وقت

(ارشاد جب غور سے سامنے دیکھتا ہے تو نظر آتا ہے کہ اجاڑ میں جابجا چوگاٹھیں گڑی ہیں۔ یہ چوگاٹھیں کم از کم دس ہونی چاہئیں۔ ان پر مختلف قسم کی روشنیاں پڑ رہی ہیں۔ منظر خوابی لگتا ہے۔ ارشاد نے اپنے کندھوں پر بڑی سی چادر اوڑھ رکھی ہے جو ہوا میں لہرا رہی ہے۔ وہ ایک دروازے سے گزرتا ہے تو اس پر

پھولوں کی بارش ہوتی ہے۔ دوسرے دروازے میں سے گزرتا ہے تو اچانک اس پر اوپر سے مٹی گرتی ہے۔ تیسرے دروازے سے گزرنے پر اوپر سے چار پانچ کبوتر اس پر گرتے ہیں۔ اگلے دروازے سے جب وہ نکلتا ہے تو بارش پڑنے لگتی ہے۔ آگے کروما کی مدد سے آبشار دکھایئے جس میں ارشاد داخل ہو جاتا ہے۔)

ڈزالو

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد تھری پیس سوٹ پہنے اپنے پائیں باغ میں کھڑا انار کے قدم آدم بوٹے کو پیوند لگا رہا ہے۔ پیوند کی شاخ تراشی کرنے کے بعد وہ جوڑ بٹھا کر اس پر سن کی رسی مضبوطی سے باندھ رہا ہے۔ دور سے آواز سنائی دیتی ہے)

محمد حسین: (آف کیمرہ) آجا آجا---- اذن مل گیا---- اجازت ہو گئی ارشاد احمد---- تیری منظوری آگئی---- (فیلڈ میں آجاتا ہے)۔

ارشاد: کیسی منظوری آگئی سرکار؟

محمد حسین: تیری منظوری آگئی بھائی دیوانے---- تجھے پروانگی مل گئی۔ آجا میرے ساتھ ---- آجا آجا---- آجا----

ارشاد: (حیران پریشان ہکا بکا الو سا منہ بنا کر تک رہا ہے)۔

محمد حسین: ارے مورکھ جلدی کر---- وقت نکل گیا تو ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ تیرا اذن ہو گیا ہے ---- اجازت مل گئی ہے۔

ارشاد: میں سمجھا نہیں آقا!

محمد حسین: تیری قبولیت کا وقت آگیا ہے۔ چٹھی آگئی ہے تیری۔

ارشاد: میری چٹھی سرکار؟

محمد حسین: اوئے احمقا تیری ٹیلی گرام آگئی ہے---- ٹیلکس آگئی ہے تیری (ذرا وقفہ) اوئے تیری فیکس آگئی ہے۔

ارشاد: (سینے پر ہاتھ رکھ کر بغیر بولے اشارے سے پوچھتا ہے: میری؟)

محمد حسین: اوئے تیری میر کی منظوری آگئی ہے احمقا---- بے عقلا---- جلدی کر' جلدی۔

ارشد: (بوکھلا کر) کدھر حضور؟ کہاں؟ کون ہے؟ کس طرف ہے؟

محمد حسین: آجا میرے ساتھ ---- آجا خوش قسمتا---- خوش منزلا---- خوش نصیبا---- آجا میرے پیچھے پیچھے (چلتا جاتا ہے)۔ کوئی کوئی ساری عمر دھکے دھوڑے کھاتے رہتے ہیں اور راہ کی دھول بھی نہیں ملتی' اور کسی کسی کو بیٹھے بٹھائے بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ فرمانروا دولت دل---- شاہ بندہ نواز---- (ہاتھ اونچا کر کے نعرے کے انداز میں) شاہ بلند نسبت---- شاہ دریا گہر---- شاہ جم جاہ---- شاہ بندہ پرور---- درویش نواز---- شاہ خطاپوش تشریف لاتے ہیں۔ باادب باملاحظہ ہوشیار---- شاہ بندہ پرور' شاہ درویش نواز ----شاہ خطاپوش تشریف لاتے ہیں۔

(محمد حسین آگے آگے ہے اور ارشاد اس کے پیچھے پیچھے تھری پیس سوٹ پہنے سر جھکائے ڈرے ڈرے چل رہا ہے۔ ان دونوں کو ویران سڑکوں پر' نہر کی پٹڑی کے کنارے' گاؤں کے جوہڑ کے کنارے' درختوں کے جھنڈ میں اور پرانے کھنڈروں کے پاس سے گزرتے دکھایا جاتا ہے۔ پھر وہ گاؤں کی گلیوں میں سے ہوتے ہوئے اماں طالعاں کے گھر تک پہنچتے ہیں۔ اماں طالعاں چولہے کے پاس بیٹھی کچھ پکا رہی ہے اور زکام کی وجہ سے بار بار اپنی اوڑھنی سے ناک پونچھتی ہے۔ بابا غلام دین پیڑی پر بیٹھا گود میں قرآن رکھے اس کی تلاوت کر رہا ہے۔ محمد حسین ہاتھ کے اشارے سے ارشاد کو دروازے کے اندر کرتا ہے اور اس کے ساتھ خود بھی صحن میں داخل ہوتا ہے۔ بابا غلام دین ان دونوں کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ وہ دونوں بابا کے دائیں ہاتھ دری پر دوزانو بیٹھ جاتے ہیں۔ بابا غلام دین ذرا سا چہرہ اٹھا کر ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ڈاکیہ دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھتا ہے۔ ارشاد خوف زدہ بیٹھا ہے۔ پس منظر میں کلاک کے پنڈولم کی آواز آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی ہے۔ بابا غلام دین ہاتھ کے اشارے سے محمد حسین کو اٹھ جانے کے لئے کہتا ہے۔ محمد حسین اپنی جگہ سے اٹھ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہے اور دل ہی دل میں نوحہ کرتا ہے۔ جو کیفیت رونے سے پہلے چہرے پر وارد ہوتی ہے' اس کا دھیما سا اور دھندلا نقشہ محمد حسین کے چہرے پر ظاہر ہوتا ہے۔ دروازے سے باہر نکل کر محمد حسین دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر گلی میں بیٹھ جاتا ہے۔ محمد حسین کچھ اس انداز سے بیٹھتا ہے جیسے سگ در کے بیٹھنے کا انداز ہوتا ہے۔

اندر بابا غلام دین ہاتھ کے ہلکے اشارے سے ارشاد کو اپنے قریب بلاتا ہے۔

وہ اسی طرح زمین پر بیٹھے بیٹھے آگے گھسٹتا ہے اور ذرا ذرا ان کے قریب آ جاتا ہے۔ بابا اس کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے اپنے سینے سے رگڑ کر صاف کرتا ہے۔ پھر اس کی انگلی پکڑتا ہے اور قرآن کے متن پر رکھ کر فرماتا ہے:)

غلام دین: پڑھو!

ارشاد: (ان آیات کی تلاوت شروع کر دیتا ہے)

غلام دین: (ہاتھ کے مدھم اشارے سے ارشاد کو روکتا ہے۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی انگلی سطر پر پھیرتے ہوئے کہتا ہے:) ایہہ میرے صاحب کا فرمان ہے' یہ سچ ہے۔

ارشاد: یہ میرے صاحب کا فرمان ہے' یہ سچ ہے۔

غلام دین: یہ میرے مولا کا فرمان ہے' یہ حق ہے۔

ارشاد: یہ میرے مولا کا فرمان ہے' یہ حق ہے۔

غلام دین: ایہہ بھی سچ ہے ایہہ بھی حق ہے۔ یہی حق ہے۔

ارشاد: یہ بھی سچ ہے' یہ بھی حق ہے---- یہی حق ہے۔

غلام دین: ایہہ میرے اللہ کا فرمان ہے' یہی سچ ہے---- یہی بہت ہے۔

ارشاد: یہ میرے اللہ کا فرمان ہے' یہی سچ ہے---- یہی بہت ہے۔

(غلام دین دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر تلاوت بند کروا دیتا ہے اور چہرہ اٹھا کر طالعاں کی طرف دیکھتا ہے۔ وہ اپنی پیڑھی کے پاس سے مٹی کے کورے پیالے کو اٹھا کر لاتی ہے اور بابا کے پاس رکھتی ہے۔ پیالہ پانی سے لباب بھرا ہے۔ بابا اپنے قرآن کے اندر سے گلاب کا ایک سوکھا دبا ہوا پھول نکالتا ہے۔ بابا قرآن بند کر کے اس پھول کو پانی میں ڈالتا ہے اور پیالہ اٹھا کر ارشاد کو دیتا ہے۔ ارشاد پانی پی جاتا ہے اور پیالہ اپنی گود میں رکھ لیتا ہے۔ پھر اماں طالعاں پرانی بوری جیسے کپڑے میں بندھی ہوئی ایک گٹھڑی سی لا کر بابا کو دیتی ہے۔ بابا وہ گٹھڑی ارشاد کو دے کر کہتا ہے:)

غلام دین: اس میں میرا ایک پرانا کمبل ہے اور جوتوں کی ایک پھٹی پرانی جوڑی ہے۔ یہ ورثہ آج سے تیرا ہے۔

(باہر سے کتے کے رونے کی ہلکی سی کوک آتی ہے۔ کٹ کر کے دکھاتے ہیں کہ محمد حسین نے رونے کے لئے آواز نکالی تھی' لیکن خوف اور اس پر قابو پانے کی کوشش میں یہ کوک برآمد ہوئی۔ محمد حسین کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہیں۔ اندر ارشاد گٹھڑی کو چوم کر اپنی گود میں رکھتا ہے۔)

غلام دین: اس میں ایک پتھر بھی ہے' جو حرص وہوس کے ستانے پر تیری مدد کرے گا۔

ارشاد: (اثبات میں سر ہلاتا ہے۔)

(بابا دونوں ہاتھ اٹھا کر جانے کا اذن دیتا ہے۔ ارشاد بائیں بغل میں گٹھڑی اور دائیں ہاتھ میں خالی پیالہ اور اس میں پھول لے کر الٹے قدموں سے دروازے کی طرف چلتا ہے۔ بابا پھر اپنی تلاوت میں مشغول ہوتا ہے۔ ارشاد دروازے سے باہر نکلتا ہے تو ڈاکیہ ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر کہتا ہے:)

محمد حسین: یہ مجھے دے دیجیے سرکار!

ارشاد: یہ آپ کیا فرما رہے ہیں حضرت!

محمد حسین: اپنے اپنے مقدر کی بات ہے مخدوما۔ تیرے سر پر تاج ہے' تو سلطان ہے' فرمانروا ہے ---- محمد حسین ڈاکیہ تیرا بردہ ہے' خادم ہے ---- تیرا داس ہے۔

ارشاد: یہ آپ کیا فرما رہے ہیں حضرت!

محمد حسین: (چیختے ہوئے اور دونوں چیزیں اس سے بزور لیتے ہوئے) میں ٹھیک عرض کر رہا ہوں میرے شاہا ---- میرے والیا ---- میرے مخدوما۔ تو ہی شاہ نافذ الامر ہے۔ تجھی کو الامر منکم بنا دیا گیا ہے۔

(پھول والا پیالہ سر پر رکھ کر اور اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اور گٹھڑی بائیں کندھے پر رکھ کر اپنے صاحب ارشاد کے پیچھے پیچھے چلنے لگتا ہے۔ ان دونوں کو انہی راستوں پر چلتے دکھایا جاتا ہے جن پر چل کر وہ آئے تھے لیکن فرق یہ ہے کہ اس مرتبہ ارشاد آگے آگے ہے اور محمد حسین پیچھے۔ ان پر محمد حسین کے وہی نعرے سپر امپوز ہوتے ہیں۔ ان آوازوں میں ایکو اور Reverberation ہے۔ دونوں لانگ شاٹ میں چلتے جا رہے ہیں۔)

فیڈ آؤٹ

قسط نمبر12

کردار

ارشاد	:	ہیرو۔ بہت بیمار ہے
مومنہ	:	ہیروئن
ارشاد کی والدہ	:	ماں جی۔ دکھوں کی سرحد سے آگے نکل چکی ہے
ڈاکیہ محمد حسین	:	ارشاد کا مرید
سراج	:	دنیادار۔ متذبذب
پروفیسر عائشہ	:	مومنہ کی والدہ
نور محمد	:	توکل کرنے والا ٹھیکیدار
اماں طالعاں	:	بابا غلام دین کی سادہ لوح بیوی
لیب اسسٹنٹ	:	ایک نوجوان ڈاکٹر

اور پانچ ملاقاتی

سین 1 ان ڈور رات

(مومنہ جائے نماز پر بیٹھی ہے اور سو جانا چاہتی ہے۔ وہ اپنی امی کی بات غور سے سن بھی نہیں رہی۔ کبھی جوش کے ساتھ شمولیت کرتی ہے اور کبھی ان مانے جی ہے۔ پروفیسرنی صاحبہ اپنے ناخن کاٹنے میں مشغول ہیں۔ ساتھ ساتھ وہ مومنہ کو سخت گیر ماں کی طرح دبوچنے کی کوشش بھی کر رہی ہے۔)

عائشہ: تو میری بات ہی نہیں سنتی مومنہ۔

مومنہ: سن رہی ہوں امی۔ غور سے سن رہی ہوں۔

عائشہ: شادی کے بغیر عورت کا کوئی فیوچر ہے' بتا؟

مومنہ: ہاں جی' وہ تو ہے۔

عائشہ: تیری عمر کی لڑکیوں کے آگے پیچھے بچے چمٹے ہوتے ہیں۔ وہ ان کی سکول رپورٹوں کے پیچھے دیوانی ہوئی پھرتی ہیں۔ اور تو ہے کہ بس ڈانگ کی ڈانگ' نہ کوئی پتہ نہ پھل نہ پھول----

مومنہ: مجھے کسی اور بات نے دیوانہ بنا رکھا ہے امی۔

عائشہ: کس بات نے؟

مومنہ: (گھبرا کر) وہ امی جی میری ریسرچ میں مشکل پیدا ہو گئی ہے۔ نائیلہ جو Data جمع کرتی رہی ہے' وہ گم ہو گیا سارا۔

عائشہ: بے وقوف کبھی ریسرچ کے سہارے بھی عورت کی عمر کٹی ہے۔ میں نے ساری عمر سروس کی لیکن ایک تیرا سہارا نہ ہوتا تو میں کبھی کی مر کھپ جاتی۔

مومنہ: امی ایک بچہ سارے خلا بھر دیتا ہے کیا؟ ساری تنہائیاں سمیٹ لیتا ہے؟

عائشہ: وہی تو تیل ہے جو عورت کے دیئے میں جلتا ہے۔ تو اللہ کا نام لے کر عدیل کے پاس چلی جا مومنہ---- چلی جا---- خدا کے لیے اتنا نہ سوچ کہ وہ ارادہ بدل لے---- مردوں کے ارادے کا بھی کیا اعتبار!

مومنہ: اور اگر امی میرے دل میں کوئی اور ہو---- خدا کی طرح؟

عائشہ: تیرے دل میں؟ کوئی اور؟

مومنہ: (گھبرا کر) بھلا کوئی ہو سکتا ہے؟ لیکن امی اگر امر بالفرض---- سوچیں ناں اگر سال ڈیڑھ

سال سے کوئی اور بس گیا ہو دل کا خالی مکان دیکھ کر---- پھر امی---- اس کا کیا کروں گی عدیل کے پاس جا کر؟

عائشہ: دل کا بھروسہ نہیں کرتے پاگل۔ کبھی اس نے بھی سیدھی راہ دکھائی ہے۔ اس کم بخت نے بھی کبھی بہتری چاہی ہے انسان کی۔

مومنہ: لیکن امی سر تو کہتے تھے کہ---- کہ قلب کے فیصلے درست ہوتے ہیں ہارٹ کے۔

عائشہ: بھائی وہ اور مقام کے آدمی ہیں۔ ان کے لیے قلب کے فیصلے درست ہو سکتے ہیں---- تیرا میرا کام تو عقل ہی چلائے گی عیاری مکاری سے۔

مومنہ: تو میں چلی جاؤں عدیل کے پاس امی ساری کی ساری---- کہ آدھی پونی؟

عائشہ: پتہ نہیں تجھے کیا ہے مومنہ! عدیل کے پاس تو نے کیا جانا ہے تجھ سے تو اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے سر کو ہی دیکھ آتی۔ کئی دن سے بستر پر پڑے ہیں۔

مومنہ: بستر پر پڑے ہیں! بیمار ہیں ہمارے سر امی! ہمارے سر!! سر ارشاد!!! کیا ہوا ہے انہیں؟

(جلدی سے سلیپر پہنتی ہے اور دروازے کی طرف بھاگ کر جاتی ہے۔)

عائشہ: کہاں جا رہی ہے تو مومنہ؟ پتہ ہے رات کے گیارہ بجے ہیں الٹی کھوپڑی!

(دروازے کے پاس پہنچ کر یک دم مومنہ رکتی ہے جیسے سمجھ گئی ہو کہ اس وقت ماں باہر جانے نہیں دے گی۔ دروازے کے قریبی سوئچ بورڈ پر ہاتھ بڑھا کر بٹن دباتی ہے۔ کمرے میں اندھیرا پھیلتا ہے۔ پھر دروازے کی چٹخنی لگاتی ہے۔ اس دوران اس کی آنکھوں سے آنسو گرتے ہیں اور کیمرہ اس کے چہرے کو مڈ کلوز اپ میں ٹریٹ کرتا ہے۔)

مومنہ: کہیں نہیں امی! میں کہاں جا سکتی ہوں۔ میں تو صرف دروازہ بند کرنے کے لیے اٹھی تھی۔ میں بھلا کہاں جا سکتی ہوں---- کس کے پاس!

عائشہ: میں ناخن کاٹ رہی ہوں پکڑ کے بتی بجھا دی۔

مومنہ: گیارہ بج گئے ہیں امی---- آپ فکر نہ کریں میں عدیل کے پاس چلی جاؤں گی---- بس کچھ مہلت دے دیں مجھے۔

(مومنہ چپ کپ دروازے میں کھڑی ہے۔ جھری میں سے چھوٹی سی لکیر بھر روشنی اس کے چہرے پر گرتی ہے جس میں اس کے آنسو چمکتے ہیں۔ مومنہ کی آواز میں نظم تحت اللفظ سپرامپوز کریں:)

میں نے چاہا آنسوؤں کی بارش سے
دل کا صحن دھل جائے
ایک در تو کھل جائے
تیرگی سمٹ جائے
روشنی سی ہو جائے
میں نے دھویا مل مل کے
آنسوؤں میں جل جل کے
پر مرے گھروندے کی
گیلی گیلی اینٹوں سے
تیری باس چمٹی ہے
کھڑکیوں کے پردوں سے
تیری مہک آتی ہے
جھلملاتی جاتی ہے گنگناتی جاتی ہے
اپنے خانہ دل کو
کیسے مانجھے سے مانجھوں
کون سے ڈیٹرجنٹ سے
آنگنائی کو کھرچوں
تاکہ صحن خانے کا
سارا فرش دھل جائے
ماضی تمنائی
حال بن کے کھل جائے۔

(اس نظم کے پیچھے آواز کے ساتھ ہلکا ہلکا طبلہ بھی سنگت کرتا ہے۔)

کٹ

سین 2 ان ڈور صبح کا وقت

(ارشاد پلنگ پر لیٹا ہے۔ کہنی کے بل اٹھتا ہے۔ چائے کی پیالی ساتھ تپائی پر دھری ہے۔ اسے اٹھا کر لبوں تک لے جاتا ہے لیکن پیتا نہیں واپس دھر دیتا ہے

جیسے چائے سے طبیعت نفور کرتی ہو۔)

ماں: میں پلادوں ارشاد---- چچ چچ؟

ارشاد: نہیں اماں' جی نہیں چاہتا۔

ماں: تو خود ہی کہا کرتا ہے کہ من کو تو مارنا ہی پڑتا ہے۔ پی لے تھوڑی سی' کچھ تو اندر جائے۔
(ارشاد بڑی نقاہت کے ساتھ پھر کہنی کے بل ہو کر بڑے ان مانے جی سے چائے پیتا ہے۔)

ماں: شکریہ!
(وقفہ---- خاموشی جس میں ماں مضطرب نظر آتی ہے۔)

ماں: تو مجھے بتائے گا نہیں کہ تجھے کیا ہے---- کیا کہتے ہیں ڈاکٹر؟

ارشاد: ان کی ساری رپورٹیں دکھا تو دی ہیں۔

ماں: ان سے مجھے کیا پتہ چلے گا۔

ارشاد: بس ماں مجھے کچھ نہیں ہے۔ میں ایک چھوٹا سا کورا گھڑا ہوں' چھوٹا سا---- اور بڑے سمندر کے پاس بیٹھا ہوں۔ سمندر مجھ میں سما نہیں سکتا اور میں اپنا گھڑا توڑ کر سمندر میں شامل نہیں ہو سکتا۔ یہی---- یہی میری بیماری ہے اور یہی میرا روگ ہے۔

ماں: یہی تو تیری باتیں ہیں جو میرے اور تیرے درمیان کی پہیلی ہیں۔ سچ سچ بتا تجھے کیا ہے؟

ارشاد: سچ بتاؤں' پورا کہ آدھا؟

ماں: پورا!!

ارشاد: میں وصل کا آرزومند ہوں ماں' اور میرا یہ وجود درمیان کا حجاب بن گیا ہے۔

ماں: میں نے تو تجھے کہا تھا شادی کروا لے' سارے دکھ مٹ جائیں گے۔ تنہائی بڑا عذاب ہوتی ہے بیٹے۔

ارشاد: واقعی ماں' جدائی بڑا عذاب ہوتی ہے۔

ماں: کوئی ہے تیری نظر میں؟

ارشاد: ہے ماں---- لیکن میرے گھڑے میں سماتا نہیں' مجھے اپنے ساتھ ملاتا نہیں۔ میں ایسے محبوب کا کیا کروں ماں' کس سے شکایت کروں۔ تو مجھے بھول نہیں سکتی ماں!

ماں: (ایک آنسو اس کی آنکھ سے گرتا ہے) میں بھی یہی سوچتی رہتی ہوں ارشاد کہ کیسے تجھے گود میں اٹھاؤں---- کیسے تیری جوتیاں اتار کر تیرے پاؤں سہلاؤں---- تجھے بانہوں میں جھلاؤں---- پر تو بھی بہت بڑا ہو گیا ہے ارشاد۔ اصل میں تیرا میرا اب کوئی

ساتھ نہیں رہا---- لیکن کوئی ماں کبھی مانی ہے کہ اولاد سے اس کا ساتھ چھوٹ گیا ہے؟
(محبت سے ارشاد کا ہاتھ پکڑتی ہے)۔

ارشاد: کم از کم تو ہی مان جاماں---- میری خاطر!

ماں: کیسے؟ تجھے کیا پتہ ارشاد ممتا کتنی اندھی، کیسی احمق اور کس قدر بے انصاف ہوتی ہے۔

کٹ

سین 3 آؤٹ ڈور دن

(مومنہ کار چلا رہی ہے۔ پچھلی سیٹ پر تکیہ لگائے ارشاد نیم دراز ہے۔ مکالمے سپر امپوز ہوتے ہیں۔)

ارشاد: تم کیوں مجھے لئے لئے پھرنا چاہتی ہو مومنہ؟

مومنہ: اپنی عادت کی وجہ سے سر! بچپن میں مجھے بھیک مانگنے کا بہت شوق تھا۔ ہم جب بھی گھر گھر کھیلتی تھیں تو میں ہمیشہ فقیرنی بن جاتی تھی۔ میر سہیلیاں بڑی کمینی تھیں سر۔ وہ کبھی باسی پھولوں کے پتے تک میری جھولی میں نہ ڈالتی تھیں۔

ارشاد: اور اب تم کیا مانگنا چاہتی ہو؟

مومنہ: اب سر؟ اب آپ کی صحت---- آپ کی خوشی---- آپ کی لمبی عمر---- فقیرنی اور کیا مانگ سکتی ہے سر!

ارشاد: (آنکھیں بند کر کے نقاہت کے ساتھ) میں بھی حیران تھا کہ وہ کون ہے جو میری خواہش کے خلاف عمل کر رہا ہے---- جو مجھے آگے جانے سے روک رہا ہے---- اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر سامنے کھڑا ہے۔

(دونوں بڑی ذو معنی خاموشی کے ساتھ چپ ہو جاتے ہیں۔ کار چلتی رہتی ہے۔ پھر کسی کلینک کے آگے جا کر کار رکتی ہے۔ مومنہ بھاگ کر اندر جاتی ہے۔ تصویر سٹل ہوتی ہے۔)

کٹ

سین 4 آؤٹ ڈور دن

(حضرت میاں میر کی درگاہ کے چبوترے پر مومنہ جھاڑو پھیر رہی ہے۔ پھر وہ

سیڑھیاں صاف کرتی ہے۔ آخری سیڑھی پر بیٹھ کر اوپر دیکھتی ہے اور جیسے دل ہی دل میں ارشاد کے لئے دعا مانگ رہی ہو۔ نہ تو وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتی ہے اور نہ بڑبڑانے کے انداز میں کچھ پڑھتی ہے' بس اس کی آنکھوں اور چہرے کا انداز ہی اس کی مرضی کو ظاہر کرتا ہے۔)

کٹ

سین 5 آؤٹ ڈور دن

(داتا کے دربار میں جہاں جوتیاں پکڑتے ہیں' مومنہ اپنی جوتیاں اتار کر دیتی ہے۔ اس وقت ایک عورت نیاز کے چاول لے کر آتی ہے اور مومنہ کو جھولی پسارنے کو کہتی ہے۔ مومنہ اپنا خوبصورت دوپٹہ آگے پھیلاتی ہے۔ دوسری عورت اس میں چاول ڈالتی ہے۔)

ڈزالو

سین 6 آؤٹ ڈور دن

(پچھلے سین سے ڈزالو کر کے دکھاتے ہیں دربار شاہ ابوالمعالی' درگاہ حضرت میراں زنجانی' داتا دربار۔ ان تینوں سینوں کے پیچھے سپرامپوز کریں:

"عشق دی نویں نویں بہار"

کٹ

سین 7 ان ڈور / آؤٹ ڈور دن

(ایک میڈیکل لیب۔ کیمرہ ساری مشینوں اور کام کرنے والے نوجوانوں کو رجسٹر کراتا ہے۔ لیب اسسٹنٹ روشنی میں ایکسرے لگا کر دیکھ رہا ہے۔ قریب پریشان حال مومنہ کھڑی ہے۔ ڈاکٹر دیکھنے کے بعد ایکسرے ایک بڑے لفافے میں ڈال کر مومنہ کو دیتا ہے۔)

مومنہ: ڈاکٹر صاحب اس میں کیا ہے سر؟ کون سی بیماری نظر آتی ہے آپ کو؟---- کیا خرابی ہے؟

اسسٹنٹ: (الگ الگ لفافے دیتا ہے) یہ آپ کے سر کا ایکسرے ہے۔ یہ ان کے الٹراساونڈ کا پرنٹ ہے اور یہ ان کا ای سی جی ہے۔

مومنہ: (ڈر کر) یہ سب تو ٹھیک ہے سر' لیکن میں پوچھ رہی ہوں کہ سر کو کیا بیماری ہے---- ان کی Sickness کس قسم کی ہے---- اور اگر انہوں نے----

اسسٹنٹ: دیکھیں بی بی! تشخیص کرنا ہمارا کام نہیں۔ ان کے ڈاکٹر نے جس جس ٹسٹ کی رپورٹ چاہی تھی' وہ ہم نے تیار کر دی ہے۔ وہ کچھ اور پوچھنا چاہیں' ہم وہ بھی تیار کر دیں۔ بلڈ کلچر پر ابھی تین دن اور لگیں گے۔

مومنہ: میرا مطلب ہے سر---- کہ کوئی خطرے والی بات تو نہیں۔ کوئی سیریس قسم کی بیماری تو نہیں---- ایسی بیماری سر---- جس کا نام نہیں لیا کرتے۔

اسسٹنٹ: میں کچھ کہہ نہیں سکتا بی بی! یہ ساری تفصیلات تو ان کے ڈاکٹر سے پوچھیں۔ لیکن میرے خیال میں کچھ اچھا نہیں ہے۔ (اندر کو جاتا ہے اور دروازہ بند کرتا ہے)۔

مومنہ: (تڑپ کر پیچھے جاتے ہوئے) کیا اچھا نہیں ہے ڈاکٹر صاحب؟ کیوں اچھا نہیں ہے؟---- ایک منٹ میری بات تو سنیئے---- مجھے بتایئے تو سہی سر کہ کیا اچھا نہیں ہے۔

(دروازے کو دھکیل کر دیکھتی ہے لیکن دروازہ اندر سے بند ہے۔ ہاتھوں میں لفافے لئے یاس و حرمان کی تصویر بنے لیبارٹری سے نکلتی ہے اور آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگتی ہے۔ باہر کار تک آتی ہے جس کی پچھلی نشست پر ارشاد نیم دراز ہے اور قدرے تکلیف میں ہے۔ مومنہ رپورٹوں کے لفافے سامنے کی سیٹ پر رکھتی ہے اور خود ڈرائیو کرنے کو بیٹھتی ہے۔ کسی بات کے بغیر کار سٹارٹ ہوتی ہے اور معروف سڑکوں سے گزرتی ہوئی نہر کے کنارے آجاتی ہے۔ اس دوران مومنہ گردن گھمائے بغیر مورتی کی طرح سیدھی بیٹھی پوچھتی ہے:)

مومنہ: آپ کو کیا بیماری ہے سر؟
(جواب نہ پاکر:)
میں نے پوچھا تھا سر آپ کو کیا بیماری ہے؟

ارشاد: اوہ---- مجھے؟---- مجھے کیا بیماری ہے؟

مومنہ: جی سر!

ارشاد: میرا یہ جسم ہی بیماری ہے مومنہ ---- یہ وجود ہی آزار ہے۔ جب یہ ختم ہو جائے گا نابود ہو جائے گا تو یہ بیماری بھی جاتی رہے گی۔ جب تک سارا گھڑا اکھل نہیں جاتا' بیماری ساتھ رہے گی۔

(مومنہ کوئی جواب نہیں دیتی اور اسی طرح بیٹھی رہتی ہے۔ کلوز اپ میں اس کی آنکھوں سے دو آنسو نکلتے ہیں جو گالوں سے پھسل کر نیچے کو ڈھلک جاتے ہیں۔)

کٹ

سین 8 ان ڈور شام کا وقت

(سراج ایک بڑا سا مٹھائی کا ٹوکرا اٹھائے کمرے میں آتا ہے اور اسے بڑی توجہ سے قالین پر رکھتا ہے۔ پھر اسے لگتا ہے کہ یہ کافی نمایاں نہیں ہوا۔ پھر اسے اٹھا کر ایک کشن پر رکھتا ہے۔ اس وقت ارشاد داخل ہوتا ہے۔ اس کے جسم پر ہلکا سا دوشالہ ہے۔ وہ بیمار ہے لیکن سراج پر ظاہر نہیں کرتا کہ وہ کس قدر تکلیف میں ہے۔)

سراج: سلام علیکم سرکار! حضور انور!!

ارشاد: وعلیکم وعلیکم! بسم اللہ!! بیٹھئے بیٹھئے۔ میرے آنے پر کھڑے نہ ہوا کریں پلیز۔

سراج: لیجئے سر میرا تو جی چاہتا ہے آپ کی حضوری میں ہمیشہ کھڑا رہوں' سر وقد۔

(دونوں بیٹھ جاتے ہیں)

ارشاد: زہے نصیب آپ آئے---- ایک بات کہوں---- آپ کی اجازت سے؟

سراج: کہئے حضور---- سو باتیں کہئے---- لاکھ کہئے۔ (ٹوپی اتار کر' پھر بعد میں پہنتے ہوئے) آپ سو جوتے ماریئے' سر حاضر ہے۔ آپ ہی کی تو ساری برکت ہے۔

ارشاد: بات اتنی سی ہے کہ ہم مشرقی لوگوں میں مروت بہت ہوتی ہے۔ یہی مروت----

سراج: (بات کاٹ کر) نہ سرکار نہ---- اگر آپ کا خیال ہے کہ میں یہاں مروت کی وجہ سے آیا ہوں تو آپ جان لیں' ایسی کوئی بات نہیں۔ میرے ساتھ تو معرکے کا معجزہ ہو گیا سر---- زندگی بدل گئی۔ یہاں سے میں ناراض نکلا ناں سرکار' تو کرم ہو گیا---- فضل ہو گیا۔ بس آپ کی نظر کا کرشمہ ہوا سرکار---- آپ کا دھیا کام آیا میرے۔

ارشاد: مہربانی ہے خدا کی!

سراج: کس لئے مہربانی کی خدا نے؟ میں اس چوکھٹ سے لگا تھا۔ کتوں والی سرکار! اللہ نے مجھے اس لئے نہیں دیا کہ میرے اعمال کچھ ایسے تھے' بس چھپر اس لئے پھٹ گیا کہ اس جگہ سے لوٹ رہا تھا---- اس مقام سے!

ارشاد: آپ اللہ کی مہربانی کا کریڈٹ مجھے دے رہے ہیں۔

سراج: اور کس کو دوں سر؟ سرکار' آٹھ سال سے بیٹی گھر میں بیٹھی تھی ایم اے کر کے---- اپنوں میں رشتہ ملتا نہیں تھا' پرائے کیوں پوچھتے---- اس در سے اٹھا---- گھر پہنچا مائی باپ تو گھر کے آگے چار کاریں کھڑی تھیں---- بیٹی کا رشتہ پوچھنے آئے تھے۔

ارشاد: تو ہو گیا رشتہ؟

سراج: سارے کام ہو گئے سر' سارے۔ ان کی یعنی میرے بیٹی کے سسرال والوں کی ریڈی میڈ کپڑوں کی فیکٹری ہے۔ سارا مال امریکہ جاتا ہے۔

ارشاد: چلئے رزق کی طرف سے چھٹی ہوئی۔

سراج: بیٹا بھجوا دیا جی ان لوگوں نے لندن---- میری بیوی حج کرنے گئی ہے بیٹی کی ساس کے ساتھ---- لہر بہر ہو گئی سر---- کچے کوٹھے پکے ہو گئے---- مریض گھر کے چلنے لگے---- بچے پڑھنے لگے---- اور تو اور مجھے اب راتوں کو نیند آنے لگی ہے۔

(اٹھ کر مٹھائی پیش کرتا ہے۔ ارشاد تھوڑی سی مٹھائی نکال کر کھاتا ہے۔)

ارشاد: چلئے آپ کے گھر سکھ کی بارش ہوئی۔ مبارک ہو!

سراج: اب ایک عرض تھی سرکار---- چھوٹی سی' معمولی سی!

ارشاد: فرمایئے؟

سراج: آپ اپنے کتوں کے ساتھ مجھے بھی چارپائی ڈال لینے دیجئے---- دو پہر کے کتے کو!

ارشاد: (ہنس کر) یہاں رہ کر آپ کیا کریں گے سراج صاحب؟

سراج: آپ کی خدمت---- آنے جانے والوں کی سیوا---- دراصل مجھے ڈیروں کا ماحول بہت پسند ہے۔ میرا یقین ہے کہ مجھے یہاں سے سب کچھ مل جائے گا۔

ارشاد: سراج صاحب! آپ کو یقین ہے کہ جو کچھ آپ کو ملا' میں نے دلایا؟

سراج: سو فیصد یقین ہے سرکار! ہم نے تو گھر بھی بدل لیا سرکار۔ شادمان میں چھوٹی سی کوٹھی بنالی ہے۔ اگر آپ قدم رنجہ فرمائیں تو---- تو حضور میں بہت ہی خوش نصیب سمجھوں گا اپنے آپ کو' یقین زور نہیں سرکار۔

ارشاد: بات یہ ہے سراج صاحب---- جو کچھ کسی کے پاس ہوتا ہے' وہی تقسیم کر سکتا ہے۔ جس

کے پاس دولت ہو' وہ سخی ہو سکتا ہے۔ خوش آدمی' خوشی تقسیم کر سکتا ہے۔ جس فقیر کے پاس دنیا ہوتی ہے' وہ دنیا ہاتھ پکڑاتا ہے۔ جس کے پاس تقویٰ ہو گا' وہی صبر شکر جھولی میں ڈالے گا۔

سراج: تو آپ دیں ناں مجھے اپنے خزانے سے---- بنائیں اپنا خلیفہ---- لگائیں اپنے خزانے کی مہر مجھ پر۔

ارشاد: دراصل سراج صاحب' میں مہر لگانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ کوئی اور حکم کریں جو میرے بس کا ہو۔

سراج: ایک عرض تھی جی چھوٹی سی---- بالکل چھوٹی سی!

ارشاد: ارشاد!

(دروازے پر دستک ہوتی ہے۔ مائی طالعاں کی آواز آتی ہے:)

طالعاں: گپ چپ نہ بیٹھا رہ' کچھ غریبوں کی فکر بھی کر آ کر۔

ارشاد: ابھی آیا سراج صاحب! ابھی۔

سراج: بسم اللہ بسم اللہ!

(کھڑا ہوتا ہے۔ ارشاد باہر جاتا ہے اور ایسی جھرجھری لیتا ہے جیسے لرزہ طاری ہو۔)

ڈزالو

سین 9 آؤٹ ڈور کچھ دیر بعد

(بالکل پچھلے سین کی مانند ارشاد جھولے پر بیٹھا ہے۔ اس کے پاس میز پر پانی کے گلاس میں پن ہے۔ وہ غور سے مائی کو دیکھ رہا ہے۔ مائی طالعاں فرش پر بیٹھی ہے۔)

طالعاں: لیکن ویرا تو مجھے پہلے یہ بتا---- کہ تیرے کتے ہیں کہاں؟ بھونکتے تو انت کا ہیں پر شکل نہیں دکھاتے۔

ارشاد: کیا عرض کروں بی بی' جن کو نظر آتے ہیں' ان پر بھونکتے نہیں---- اور جن پر بھونکتے ہیں انہیں نظر نہیں آتے۔

طالعاں: بڑی کرامتوں والا ہے تو ویرا' میری بہو اور بیٹا کل شام آپی آ گئے۔ آ کر باپ کے پاؤں

پکڑ لیے' معافی مانگی۔ غلام دین نے سینے سے لگالیا دونوں کو۔

ارشاد: (نظریں ادب سے جھکا کر) ہاں جی! وہ سینے سے لگا سکتے ہیں۔ وہ سب کو سینے سے لگا لیتے ہیں۔

طالعاں: لے پیرا میرے پاس ٹیم تھوڑا ہے' تو شتابی کر کے مجھے ایک تعویذ لکھ دے۔

ارشاد: میں ---- میں آپ کو تعویذ لکھ دوں؟ آپ کو؟

طالعاں: لے تو اور کیا ---- میری بھینس نے کٹی دی تھی۔ کٹی خدا کا کرنا مر گئی۔ اب بھینس لگنے ڈنگ ہو گئی ہے۔ صبح مل جائے تو شام ناغہ' شام کو دودھ دے تو دوجے دن ناغہ۔

ارشاد: لیکن بی بی جی' میں آپ کو کیسے تعویذ دوں ---- میری کیا ہستی ہے!

طالعاں: لے بھلا تیرے علاوہ اور کون تعویذ دے سکتا ہے پیرا۔

ارشاد: وہ جی' وہ سرکار غلام دین صاحب ---- ان جیسا رتبہ کس کا ہے۔ وہ تو سارے کل کے بادشاہ ہیں۔

طالعاں: بادشاہ تو وہ ہیں' میں کب مکرتی ہوں سیانیاں ---- پر تو جان بادشاہ کب کام کرتا ہے۔ اس کے توکولے کام کرتے ہیں۔ (ارشاد نفی میں سر ہلاتا ہے) کہیں جو تجھے کپڑا دھلانا ہو تو دھوبی کے پاس جائے گا کہ بادشاہ کے پاس؟ جس نے تعویذ لکھوانا ہو گا' وہ تیرے پاس ہی آئے گا کہ بادشاہ غلام دین کے پاس جائے گا؟ لے لکھ میرا بیٹا!

ارشاد: بلاشبہ میرے پاس حضور بی بی صاحب' بلاشبہ میرے پاس۔ (ہاتھ باندھتا ہے)۔

طالعاں: نوکری ہی کام کرتے ہیں پیرا ---- گولے ہی سفارش کر سکتے ہیں بادشاہوں کے آگے۔

ارشاد: سفارش؟ میں آپ کی بات سمجھا نہیں۔

طالعاں: لے اتنی باتیں سمجھ گیا اور یہ ناکاری سی بات پلے نہیں پڑی تیرے۔

ارشاد: نہیں جی!

طالعاں: مورکھا! جے کر تو کسی نائی کا دوست ہو' حجامت بنانے والے کا ---- اور وہ شاہی خلیفہ ہو بادشاہ کی حجامت بنانے والا' سرکار کے دربار میں جانا ہو روز ---- اور کسی دن تجھے کام پڑ جائے بادشاہ کے ساتھ' تو کیا کرے گا تو؟

ارشاد: پتہ نہیں جی کیا کروں گا؟

طالعاں: جلدی سفارش کر دے اپنے محکمے میں ---- کہ میری مجبرسو ناغہ نہ کرے بالکل۔ میرا نوبت گھر آ گیا ہے' اب دودھ پت کی بڑی ضرورت ہے۔

(ارشاد تعویذ لکھتا ہے۔ طالعاں بولتی جاتی ہے۔ منظر آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ

ہوتا ہے۔)

طالعاں: لے پیرا! میری عمر کوئی ایویں چھ سال کی ہونی اے' میری ماں نے میرے کان ونائے۔ کرنی خدا کی ساتھ ہی برسات لگ گئی۔ میرے تو کان پک گئے۔ ماں میری کبھی ہلدی لگائے کبھی تیل' پر کچھ نہیں۔ پھر ایک دن سیانا مل گیا تیرے جیسا۔ اس دن ماں میری نے (کیمرہ ارشاد پر جاتا ہے۔ وہ حیرانی سے دیکھتا ہے) کہا' آجا طالعاں ---- سئے خیراں ہوگیاں ---- آجا ----

فیڈ آؤٹ

سین 10 ان ڈور کچھ دیر بعد

(سراج اسی طرح مؤدب قالین پر بیٹھا ہے۔ دروازہ کھول کر ارشاد آتا ہے۔ وہ آتے ہوئے کبھی کرسی پکڑتا ہے' کبھی میز پر ہاتھ رکھتا ہے لیکن یوں نہ کرے کہ سراج کو اس کی بیماری کا احساس ہو۔)

ارشاد: معاف کیجئے' مجھے کچھ دیر ہوگئی۔

سراج: نہیں نہیں سر! دیر تو مجھے ہوگئی' جو اب اس چوکھٹ پر پہنچا۔

ارشاد: کوئی تمنا؟ کوئی خواہش؟ صلاح مشورہ؟

سراج: بس جی ---- پتہ نہیں عرض کروں نہ کروں' بڑے پردے کی بات ہے۔ گیارہ برس ایک درگاہ پر باقاعدہ جاتا رہا۔ بڑے وظیفے پڑھے' پر حضور ایسا ہوتا جیسے بریتی پڑی سوکھتی ہے دریا میں ---- پانی چڑھے یا اترے' وہ سدا خشک۔ ایسا کیوں ہے سرکار ---- کچھ ایک نظر میں پہنچتے ہیں' کچھ بھٹکتے ہیں ساری عمر چکروں میں اور نکل نہیں پاتے؟

ارشاد: بس بھائی سراج' محنت کا یہی المیہ ہے۔ محنت اچھی چیز ہے ---- کرنی چاہیے' اس کا حکم ---- پر نتائج پر اختیار نہیں۔

سراج: میں ایک عرض لے کر آیا تھا۔ ویسے اگر ---- جناب ----

ارشاد: تو فرمایئے' ارشاد!

سراج: شرم آتی ہے سر! میں نے کبھی کسی کو اپنے اندر جھانکنے کی اجازت نہیں دی۔ آپ ہنسیں گے کہ یہ دیکھو سراج دین مانگتا بھی ہے تو کیا!

ارشاد: آپ بلا تکلف ارشاد فرمائیں!

سراج: سر میں نے ساری عمر فرائض کی زندگی بسر کی ہے۔ ماں باپ کی خدمت کی ---- بیوی کے حق بطریق احسن ادا کیے ---- اولاد کی ضرورتوں کا دھیان رکھا ---- دوستوں کا خیال رکھا ---- لیکن سرکار میرا دل محبت سے خالی ہے۔ میں ---- میں ---- میں سرکار کبھی محبت نہیں کر سکا کسی سے۔ گیارہ سال میں نے چلے کاٹے اور دعائیں مانگیں کہ میرا دل گداز ہو لیکن اس میں جونک نہیں لگ سکی، بس پتھر کا پتھر لیے پھرتا ہوں سینے میں۔ بوجھ سا ہے سرکار!

ارشاد: دیکھو سراج بھائی! اگر تم کو کچھ مانگنا ہے تو کوئی رتبہ مانگ لو ---- مثلاً کوئی کرامت مانگ لو ---- کسی بیماری کا علاج مانگ لو ---- کوئی ولایت لے لو۔ بڑے بڑے مقام ہیں، مزے میں رہو گے۔ لیکن محبت کا نام بھول کر بھی نہ لینا۔ یہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ اس کا منتر ہر ایک کو نہیں ملتا۔

سراج: سر میرے دماغ میں تو یہی دھن سمائی ہے۔ ایک بار محبت کا ذائقہ چکھ لوں، پھر جو ہو سو ہو۔ محبت کی تعریف بہت سنی ہے سرکار!

ارشاد: کہاں سے سنی ہے محبت کی تعریف؟

سراج: ہر ایک جگہ سے سنی ہے سرکار۔ مسجد سے، مندر سے، ریڈیو ٹی وی سے، سٹیج سے، جلسے جلوس سے لیکن دکھائی نہیں دیتی ---- پکڑائی نہیں دیتی ---- ہوتی نہیں حضور۔

ارشاد: محبت وہ شخص کر سکتا ہے سراج صاحب جو اندر سے خوش ہو، مطمئن ہو اور پُر باش ہو۔ محبت کوئی سہ رنگا پوسٹر نہیں کہ کمرے میں لگا لیا ---- سونے کا تمغہ نہیں کہ سینے پر سجا لیا ---- پگڑی نہیں کہ خوب کلف لگا کر باندھ لی اور بازار میں آ گئے طرہ چھوڑ کر۔ محبت تو آپ کی روح ہے ---- آپ کے اندر کا اندر ---- آپ کی جان کی جان ----

سراج: بس اسی جان کی جان کو دیکھنے کی آرزو رہ گئی ہے حضور! آخری آرزو!!

ارشاد: لیکن محبت کا دروازہ تو صرف ان لوگوں پر کھلتا ہے سراج صاحب جو اپنی انا اور اپنی ایگو سے اور اپنے نفس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ہم لوگ تو محض افراد ہیں، اپنی اپنی انا کے کھونٹے سے بندھے ہوئے۔ ہمارا کوئی گھر بار نہیں ---- کوئی آگا پیچھا نہیں ---- کوئی رشتہ نہیں ---- کوئی تعلق نہیں۔ ہم بے تعلق اور نارشتہ دار سے لوگ ہیں۔

سراج: بے تعلق لوگ ہیں حضور؟

ارشاد: اس وقت اس دنیا کا سب سے بڑا مرض اور سب سے بڑی Recession محبت کی کمی ہے ---- اور آج دنیا کا ہر شخص اپنی اپنی پرائیویٹ دوزخ میں جل رہا ہے اور چیخیں مار رہا

ہے ---- اور ورلڈ بینک ' آئی ایم ایف اور دنیا کی حکومتیں اس روحانی کساد بازاری کو اقتصادی مندے سے وابستہ کر رہی ہیں۔

سراج: (اصل موضوع نہ سمجھ کر ---- ذرا رک کر' ڈر کر' شرما کر) ویسے سر' محبت گو مشکل سہی لیکن اپنا یہ ---- عشق مجازی تو آسان ہے۔

ارشاد: عشق مجازی بھی اسی بڑے پیڑ کی ایک شاخ ہے سراج صاحب! یہ بھی کچھ ایسا آسان نہیں۔

سراج: آسان نہیں جی؟

ارشاد: دیکھیے! اپنی انا اور اپنے نفس کو کسی ایک شخص کے سامنے پامال کر دینے کا نام عشق مجازی ہے اور اپنی انا اور اپنے نفس کو سب کے آگے پامال کر دینے کا نام عشق حقیقی ہے۔ معاملہ انا کی پامالی کا ہے ہر حال میں!

سراج: بس جناب پھر تو ہماری آخری آرزو ایسے ہی رہ گئی۔ خوف اور بڑھ گیا۔

ارشاد: خوف بڑھ گیا؟

سراج: دراصل میں ایک خوفزدہ انسان ہوں سرکار' اور سارا وقت ڈر اور بھو میرے ساتھ چمٹے رہتے ہیں۔ میرا اندر ہر وقت کانپتا رہتا ہے اور میں ایک ڈور پر نکتا نہیں۔

ارشاد: ذرا کان لایئے میرے پاس!

(سراج ادب سے سر جھکا کر قریب کرتا ہے۔)

تھوڑا سا وقت لگے گا لیکن یہ خوف' یہ ڈر بھو خود ہی دور ہو جائے گا آہستہ آہستہ۔

(سرگوشی کے انداز میں گاتا ہے)

بھو، بھاگت بھاگے' رنگ لاگت لاگے

بہت دنوں کا سویا منوا' جاگت جاگے

(ارشاد کے گانے کے ساتھ ہی سراج کا گانا مل جاتا ہے۔ دونوں بڑے مگن ہو کر گاتے رہتے ہیں۔)

فیڈ آؤٹ

سین 11

ان ڈور رات

(ارشاد اپنی لیبارٹری میں۔ سامنے فلاسک میں پانی تیزی سے ابل رہا ہے۔ ارشاد کے ہاتھ میں ایک سٹاپ واچ ہے۔ وہ اس کی Readings لے رہا ہے اس سٹاپ واچ کے

حوالے سے اپنی نوٹ بک میں درج کر رہا ہے۔ پھر ہیٹر کا سوئچ آف کر کے چار خانوں والے تولیے سے ہاتھ پونچھتا ہوا اپنے ڈرائنگ روم کی طرف آتا ہے۔ زمین پر بیٹھا ہوا ایک شخص اٹھ کر کھڑا ہوتا ہے۔ جب اس پر روشنی پڑتی ہے تو ناظرین دیکھتے ہیں کہ یہ ڈاکیہ محمد حسین ہے۔ ارشاد ذرا سا لڑکھڑا جاتا ہے۔)

ارشاد: ارے رے رے---- یہ آپ کیا کرتے ہیں محمد حسین صاحب! ادھر بیٹھیے صوفے پر' میرے ساتھ' میرے قریب۔

محمد حسین: نہیں حضور---- یہ میرا مقام نہیں۔ آپ تشریف رکھیں' میں اسی جگہ بہت خوش ہوں۔

ارشاد: بھئی یہ تو آپ تکلف کر رہے ہیں۔

محمد حسین: نہیں سرکار' بالکل نہیں! مجھے آپ کے قرب کی سعادت ملنی چاہیے' بیٹھنے یا کھڑے رہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (بالکل سامنے فرش پر چوکڑی مار کر بیٹھ جاتا ہے۔)

ارشاد: (سامنے پڑے صوفے پر بیٹھتے ہوئے) آپ چائے پئیں گے یا کافی؟

محمد حسین: نہیں سرکار! مجھے ان دونوں میں سے کچھ بھی درکار نہیں۔ مجھے تو دوائی چاہیے۔

ارشاد: دوائی؟

محمد حسین: حضور اصل حقیقت یہ ہے کہ میری طبیعت کوشش کے باوجود خرابیوں کی طرف جھکتی ہے اور اچھائیوں سے گریز کرتی ہے۔ کچھ اس کا علاج فرمایا جائے!

ارشاد: یہ اس کی شان ہے۔ محمد حسین صاحب! کبھی ٹھنڈے میٹھے پانی کا دریا لہریں مارتا ہے اور کبھی کڑوے زہر کھاری پانی کی طغیانی تلاطم پیدا کرتی ہے' لیکن یہ دونوں شانیں سرکاری ہیں---- ظہور ایک ہی ذات پاک کا ہے کیونکہ سیاہی سفیدی دونوں سرکاری رنگ ہیں' اس میں دوئی نہیں۔

محمد حسین: جی سرکار؟

ارشاد: آپ تو خوب جانتے ہیں کہ جب آرمی ایکسر سائز ہوتی ہیں تو آدھی فوج کا نام دشمن رکھ دیتے ہیں اور آدھی کا قومی فوج۔ دونوں میں صبح شام خونریز جنگ ہوتی ہے' دن بھر گولہ باری اور جنجم دھاڑ ہوتی ہے۔ شام کو دشمن فوج غالب آگئی اور سرکاری فوج کو شکست ہوگئی---- لیکن در اصل ہر صورت میں فتح سرکار ہی کی ہوتی ہے کیونکہ دشمن کیا اور قومی کیا' باغی کیا اور سرکاری کیا---- دونوں لشکر سرکار ہی کے تھے---- اور دونوں سرکار کے لشکر---- دونوں کو سرکار سے تنخواہ مل رہی تھی---- اور دونوں کا راشن سرکار سے پہنچ رہا

تھا ---- دونوں کے حال پر سرکاری مہربانی برابر تھی۔ نہ دشمن گروہ کے واسطے کچھ کمی' نہ سرکاری اور قومی لشکر کے لیے کچھ زیادہ۔ کوئی جیتے کوئی ہارے' نہ سرکار کو شکست کا غم' نہ فتح کی خوشی۔ سرکار دونوں باتوں سے پاک ہوتی ہے محمد حسین صاحب! دوئی نہیں ہوتی ---- دونوں پارٹیاں ایک ہی ہوتی ہیں۔

محمد حسین: لیکن سرکار یہ رنگارنگ مورتیاں ---- یہ شکلیں شباہتیں ---- یہ دھینگا مشتی ---- مار دھاڑ ---- کھینچاتانی یہ کیا؟ کوئی کوئی پہلے کا بھاگا' سالوں کی محنت والا (بھرائی آواز) پیچھے رہ گیا ---- کوئی بعد کا آنے والا آگے نکل گیا۔ یہ کیا دھندا ہے سرکار؟

ارشاد: میاں محمد حسین صاحب راج دلارے! نہ کوئی ساجد ہے نہ مسجود ---- نہ عابد نہ معبود ---- نہ آدم نہ ابلیس ---- صرف ایک ذات قدیم صفات رنگارنگ میں جلوہ گر ہے۔ نہ اس کی ابتدا نہ انتہا ---- نہ اس کو کسی نے دیکھا نہ سمجھا ---- نہ فہم قیاس میں آئے نہ وہم گمان میں سمائے ---- جیسا تھا ویسا ہی ہے اور جیسا ہے ویسا ہی رہے گا ---- نہ گھٹے نہ بڑھے' نہ اترے نہ چڑھے ---- وہ ایک ہے' لیکن ایک بھی نہیں کہ اس کو موجودات سے اور موجودات کو اس سے الگ سمجھنا نادانی اور مورکھتا ہے۔ دنیا میں طرح طرح کے کاروبار اور رنگارنگ پروفیشن موجود ہیں۔ ایسے ہی خداشناسی اور خداجوئی بھی ایک دھندا ہے۔ اس کا کوئی سر پیر نہیں۔

محمد حسین: جب اس کا کوئی سر پیر ہی نہیں حضور تو پھر ڈھونڈنے والا کیا ڈھونڈے اور کرنے والا کیا کرے؟

ارشاد: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا مولا! تیری بارگاہ میں میرا کون سا فعل پسندیدہ ہے تاکہ میں اسے زیادہ کروں اور بار بار کروں۔ حکم ہوا کہ یہ فعل ہم کو پسند آیا کہ جب بچپن میں تیری ماں تجھے مارا کرتی تھی تو مار کھا کر بھی اسی کی طرف دوڑا کرتا تھا اور اسی کی جھولی میں گھستا تھا۔ تو بھائی محمد حسین صاحب! ڈھونڈنے والے کو بھی یہی لازم ہے کہ گھر کیسی بھی سختی ہو' کیسی بھی ذلت و خواری پیش آئے لیکن ہر حال میں خدا کی طرف رجوع کرے اور اسی کے فضل کو پکارتا رہے۔

محمد حسین: اب حضور منہ سے تو ہم لاالہ الااللہ محمد الرسول اللہ کہتے ہیں لیکن باطن کا حال معلوم نہیں ہوتا کہ ہم کون ہیں اور کیا ہیں۔ کوئی کہتا ہے باطن کے اندر خدا ہے۔ کوئی کہتا ہے ایک نفس اور ایک شیطان بھی باطن میں گھسا ہوا ہے۔ اب اصل حقیقت وہی جانے۔ اگر اس باطن میں خدا ہے تو ان دوسروں کا گزارا کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ بھی باطن میں ہی

رہتے ہیں۔

ارشاد: (ہنس کر) کیوں نہیں بھائی! اگر نفس اور شیطان باطن میں بطور خدمت گاروں اور چپراسیوں کے رہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ آخر آقا کو نوکروں کی بھی تو ضرورت ہوتی ہے اور نوکر لوگ اسی گھر میں رہا کرتے ہیں۔

(محمد حسین اسی طرح بیٹھے بیٹھے آگے کو گھسٹ کر ارشاد کے تسمے کھولنے کی کوشش کرتا ہے اور گھسٹتے وقت کہتا ہے:)

محمد حسین: آپ دونوں پاؤں اوپر کر کے آرام سے بیٹھیں سرکار!

ارشاد: (تڑپ کر اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر) یہ آپ کیا کر رہے ہیں محمد حسین صاحب! ناں ناں پلیز---- میں بڑے آرام میں ہوں---- بہت خوش ہوں۔

(اتر کر اس کے ساتھ فرش پر آجاتا ہے۔ اس کے فقروں میں محمد حسین پر سپرامپوز کیا جاتا ہے: آپ تھک گئے ہوں گے سرکار، تھوڑا سا آرام کر لیں---- ریسٹ کر لیں)

فیڈ آؤٹ

سین 12 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد باغ کے گوشے میں ٹہل رہا ہے لیکن مارے تھکان کے ٹہل نہیں سکتا۔ دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ کر وہیں بیٹھ جاتا ہے۔ تصویر چند ثانیے کے لیے سٹل ہوتی ہے۔)

ڈزالو

سین 13 آؤٹ ڈور شام کا وقت

(ارشاد کسی اور باغ میں بہت آہستہ چل رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں چھڑی ہے اور وہ چلنے میں دقت محسوس کر رہا ہے۔ ان دونوں سینوں پر حامد علی کی آواز میں سپرامپوز کیجیے: ہو بھاگت بھاگت بھاگے 'من جاگت جاگت جاگے۔ موسیقی پر بجتی ہے۔ کچھ فاصلہ چلنے کے بعد ارشاد رکتا ہے اور ایک ہاتھ سے

سر پکڑتا ہے۔ مومنہ بنچ سے بھاگ کر آتی ہے اور اسے سہارا دے کر بنچ تک لے جاتی ہے۔)

مومنہ: آپ کوشش نہیں کرتے سر!

ارشاد: بس ایک ہی کام تو چھوڑا ہے کوشش والا۔

مومنہ: برا کیا ناں سر۔ پتہ ہے ڈاکٹر نے کتنی تاکید کی تھی سیر کرنے کی!

ارشاد: قدم اب اٹھتے ہی نہیں مومنہ ---- ڈاکٹر کی بات سر آنکھوں پر لیکن اب ---- چلا نہیں جاتا۔

مومنہ: (منہ پرے کرتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ جب وہ ارشاد کو بنچ پر بٹھالیتی ہے تو حامد علی خان والا گیت بند ہو جاتا ہے) سر اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو؟ ----

ارشاد: تو جدائی ختم ہو جائے گی ---- وصال ہو جائے گا ---- آنند مل جائے گا۔

مومنہ: جدائی ختم ہو جائے گی؟

ارشاد: ہاں مومنہ ---- اب اور جیا نہیں جاتا ---- یہ جسم کا پتھر روح کی گردن سے اتر ہی جائے تو اچھا ہے۔

مومنہ: اور اگر آپ کے جانے سے کوئی جیتے جی مر گیا تو سر ---- پھر؟

ارشاد: کون جیتے جی مر گیا مومنہ؟

مومنہ: (وقفہ) آپ کی والدہ سر ---- آپ کی ماں جی ---- آپ کے بیٹے!

ارشاد: (ہنس کر) نہیں نہیں ---- وہ لوگ ٹھیک ٹھاک رہیں گے۔ دنیا ان کا دل لگاتی رہے گی ---- انہیں بہلاتی رہے گی۔

مومنہ: سر ایسا کیوں ہے؟

ارشاد: کیسا کیوں ہے؟

مومنہ: انسان کے اتنے بڑے بڑے نقصان کیوں ہو جاتے ہیں سر ---- نفع کے مقابلے میں ہمیشہ نقصان ہی کیوں ہوتا ہے سب کا؟

ارشاد: اس لیے کہ ہمیں تولنے کا طریق نہیں آتا' ماپنے کا ڈھنگ نہیں آتا۔ ہم زندگی کو ٹکڑوں میں دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں ---- حصوں بخروں میں ٹوٹوں میں! ہم زندگی کو اس کے تسلسل میں نہیں دیکھ سکتے ---- اسے ایک اکائی نہیں سمجھتے ---- اسے ایک مکمل یونٹ نہیں سمجھتے۔

مومنہ: مکمل یونٹ سر؟

ارشاد: ہم ہر وقت زندگی کی ترکیب نحوی کرتے رہتے ہیں۔ یہ جملہ فعلیہ ہوا---- یہ جملہ اسمیہ ہے---- یہ جار ہے---- یہ مجرور ہے---- لیکن زندگی کی تقطیع نہیں ہو سکتی۔ نہ اس کا وزن ہوتا ہے نہ یہ ردیف قافیے میں بندھی ہوتی ہے۔ زندگی تو بس زندگی ہوتی ہے' آخری سانس کی آخری گانٹھ تک---- آخری فل سٹاپ سے پہلے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ دوگھانے میں رہا یا فائدے سے سرشار ہو گیا۔

مومنہ: جانے دیں سر' جانے دیں۔ آپ کا کبھی نقصان ہوا ہی نہیں' آپ کو کیا پتہ نقصان کیا ہوتا ہے---- آپ کو کیا معلوم کہ ایک لمحہ دوسرے لمحہ سے اور ایک پل دوسرے پل سے کس قدر بھاری ہوتا ہے---- آپ کو کیا خبر کہ جب کوئی----

کٹ

سین 14 آؤٹ ڈور دن

(1- گلبرگ کے کسی علاقے میں جہاں کوئی بڑی عمارت تعمیر ہو رہی ہو لیکن جغرافیائی طور پر یہ علاقہ آج سے بیس بائیس سال پہلے کا ہو' نور محمد ٹھیکیدار صاحب سوفٹ لمبا کھلا فیتہ لے کر بلڈنگ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور فیتے کا آخری سرا ارشاد اپنے ہاتھ میں پکڑے ان سے سوفٹ کے فاصلے پر آرہا ہے۔

2- ارشاد ایک ایسے کمرے میں دروازے کے پاس کھڑا ہے جہاں مشین کے ساتھ چپس کے فرش کی رگڑائی ہو رہی ہے۔ نور محمد اچکن پہنے قراقلی ٹوپی لگائے دروازے کے قریب سے گزرتے ہیں۔ مکالمے سپرامپوز ہوتے ہیں۔)

ارشاد: (سپرامپوزڈ ڈائیلاگ) جب میں ایم بی اے کر کے ولایت سے نیا نیا لوٹا تو میرے پاس کوئی کام نہ تھا۔ ملازمت کے لیے دو تین جگہ کوشش کی مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اتنا سرمایہ نہیں تھا کہ اپنا کوئی کاروبار شروع کر سکتا۔ ناچار بے روزگاری سے تنگ آ کر ایک ٹھیکیدار صاحب کے ساتھ کام شروع کر دیا۔ نور محمد صاحب تھے تو ٹھیکیدار لیکن سوچ کے اعتبار سے عجیب و غریب شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے پاس ایک ایسا سری علم تھا جو انہیں بھیلے بھر کے نفع یا غم کھانے نہیں دیتا تھا۔ بڑی سے بڑی آزمائش ان پر حملہ آور ہو کر کبھی کامیاب نہ ہو سکی اور وہ ہمیشہ بڑی سے بڑی بدبختی اور بھاری سے بھاری

مصیبت سے ہنستے کھیلتے اور کپڑے جھاڑتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے زندگی میں ان سے بہت کچھ سیکھا' بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ کتابی علم تو میں نے سکولوں کالجوں سے حاصل کیا لیکن زندگی کا سبق نور محمد صاحب ٹھیکیدار سے لیا تو ہر گز غلط نہ ہوگا۔ ایک مرتبہ ان کا زیر تعمیر تین منزلہ پلازہ دوسری چھت کے بوجھ تلے بلبلے کی طرح بیٹھ گیا اور ساری عمارت ملبے کا ڈھیر بن گئی----

کٹ

سین 15 ان ڈور دن

(نور محمد صاحب کی بیٹھک میں پانچ آدمی بیٹھے چائے پی رہے ہیں۔ وہ نور محمد صاحب اور ان کے ساتھ نوجوان ارشاد سے باتیں کر رہے ہیں۔)

پہلا آدمی: نور صاحب میں نے جب اخبار میں پڑھا تو پھر مجھے کچھ نہیں سوجھا۔

دوسرا: کسی کو بھی کچھ نہیں سوجھا کریم صاحب! وہ تو خدا کا فضل ہو گیا کہ کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

تیسرا: اوہ جناب! یہ جانی نقصان سے کم ہے' سارے بزنس کا بھٹہ بیٹھ گیا۔

چوتھا: تقریباً---- میرا مطلب ہے نور محمد صاحب---- کتنا نقصان ہو گیا؟ ساری بلڈنگ ہی بیٹھ گئی۔

تیسرا: کیوں جی ارشاد صاحب؟

ارشاد: تقریباً انیس لاکھ کے قریب لگا تھا اور ابھی ایک منزل----

نور محمد: (ارشاد سے) اوں ہوں ارشاد میاں!

پہلا: دیکھو جی بیس لاکھ ہو گیا ایک طرح سے۔ بھائی نور محمد صاحب تو تباہ ہو گئے۔

تیسرا: اتنا نقصان سہ جانا بڑے حوصلے کی بات ہے!

پہلا: جاپانی سیٹھ تو ہارا کیری کر جاتے ہیں مالی نقصان پر۔

نور محمد: ایسی تو کوئی بات نہیں بھائی صاحب---- لینٹر ڈالا تھا گر گیا۔ اس میں نقصان' نا نقصان کی کیا بات ہے۔

چوتھا: اوہ تو بہ میری' آپ اس کو نقصان ہی نہیں سمجھتے۔ ساری زندگی تباہ ہو گئی۔

نور محمد: یہ ایک واقعہ ہے بھائی صاحب---- ایک ٹوٹا ہے---- حصہ بخرہ ہے۔ آپ اس کو ساری

زندگی بنا رہے ہیں۔

پہلا: کمال ہے! آپ اس کو حصہ بخرہ کہہ رہے ہیں نور صاحب!

تیسرا: او بھائی ان کو کیا پرواہ---- بادشاہ آدمی ہیں۔

نور محمد: پرواہ اور بادشاہ کی بات نہیں ہے سر۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ ایک واقعہ ہے اور اس کو خوش قسمتی یا بدقسمتی کا نام کس طرح سے دیا جا سکتا ہے! یہ واقعہ پوری زندگی تو نہیں ہے۔

پہلا: اچھا جناب---- میں تو اب اجازت چاہوں گا۔

تیسرا: ایک منٹ---- اچھا ارشاد صاحب---- نور محمد صاحب۔

(اس اثنا میں سبھی لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ باہر نکلنے لگتے ہیں۔)

کٹ

سین 16 آؤٹ ڈور دن

(کسی کنسٹرکشن سائٹ پر لانگ شاٹ میں چھت پڑتی دکھائیں۔ ٹرالی اوپر نیچے آجا رہی ہے۔ یہیں کہیں ارشاد اور نور محمد صاحب گھوم رہے ہیں۔ اس پر ارشاد کا یہ مکالمہ سپر امپوز کریں:)

ارشاد: اتنے بڑے نقصان کے بعد بھی نور محمد صاحب اسی سکون' اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ کام کرتے اور ان کے ماتھے پر شکن تک نہ ابھری۔ ایک شام داڑھی بڑھائے' لمبا ساچغہ پہنے اور پرانی وضع کی ترکی ٹوپی سر پر لگائے ایک شخص نور محمد صاحب سے ملنے آیا۔ اس نے اپنی کار سے کینوس کے دو تھیلے نکالے اور نور محمد صاحب سے کہا' یہ آپ کے پورے اکیس لاکھ روپے ہیں جو میں گیارہ برس پہلے دبا کر عراق بھاگ گیا تھا۔ اب مجھ پر اللہ کا فضل ہے' لیکن میرا ضمیر مجھے سونے نہیں دیتا۔ یہ ساری مدت میں نے بڑی مشکل سے بسر کی ہے۔ مہربانی فرما کر اپنی رقم لے لیجئے اور ساتھ ہی مجھے جپھی ڈال کر معاف کر دیجئے---- نور محمد صاحب اس کی یہ بات سن کر ہنس پڑے اور جپھی ڈال کر اسے بڑی دیر تک جھلاتے رہے۔

کٹ

سین 17 ان ڈور رات

(نور محمد صاحب کی بیٹھک کا سین۔ وہی پانچ آدمی لیکن ان کے لباس تبدیل ہیں۔)

پہلا: آپ کی تو زندگی بن گئی نور محمد صاحب! اتنے سال کی ڈوبی ہوئی رقم واپس مل گئی۔

دوسرا: اتنے سال کی ڈوبی ہوئی اور اتنی زیادہ ---- واقعی آپ بڑے خوش نصیب انسان ہیں۔

تیسرا: میری بیوی سونے سے پہلے ہر رات آپ کا تذکرہ کرتی ہے کہ ملک بھر میں نور محمد صاحب سب سے زیادہ خوش قسمت انسان ہیں۔

چوتھا: اوہ جناب خوش قسمتی تو ان کے گھر کی چپڑاسن ہے۔ پلازہ چھت بیٹھنے سے جو نقصان سانپ کی پھنکار بن گیا تھا' وہ کوئل کی کو کو میں بدل گیا۔

پانچواں: اللہ کے رنگ بھی نرالے ہیں۔ نور محمد صاحب کی تو زندگی بن گئی۔

(اس ساری گفتگو کے دوران نور محمد صاحب معنی خیز نگاہوں سے ارشاد کو دیکھتے رہتے ہیں۔)

پہلا: ویسے نور محمد صاحب' زندگی آپ کے ساتھ سپیشل کھیل ہی کھیل رہی ہے۔ کوئی اس قدر مقدر والا نہیں ہوتا۔

نور محمد: یہ ایک واقعہ ہے بھائی صاحب ---- ایک ٹوٹا ہے ---- ایک حصہ ہے زندگی کا اور آپ اسی کو پوری زندگی کا روپ دے کر ساری زندگی کو خوش نصیب بنا رہے ہیں۔

چوتھا: پھر بھی جناب' یہ ٹوٹا بھی کمال کا ٹوٹا ہے۔

نور محمد: میں یہ عرض کر رہا ہوں عابد صاحب کہ یہ واقعہ اور یہ تجربہ میری ساری زندگی تو نہیں' اس کا ایک حصہ ضرور ہے اور حصے کو پکڑ کر آپ ساری زندگی پر خوش قسمتی یا بد قسمتی کا حکم کیسے لگا سکتے ہیں!

تیسرا: ٹھیک ہے جناب' پھر جیسے آپ کی مرضی!

پہلا: اچھا جناب میں تو اب اجازت چاہوں گا۔

تیسرا: دلو بھائی ---- آپ اکیلے کیوں! اکٹھے آئے تھے' اکٹھے جائیں گے۔

(سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان میں جو سریلا ہے' وہ ذرا منہ دبا کر گانا گاتے ہوئے ان سب کو ساتھ لے کر نکلتا ہے:)

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے تے سجناں وی مر جاناں
ڈیگر تے دن پیا محمد اوڑک نوں چھپ جاناں
کٹ

سین 18 آؤٹ ڈور گہری شام

(سنسان گلیوں اور بے رونق محلوں کو کیمرہ اپنی نظروں میں سمیٹتا ہے۔ ان پر ارشاد کی آواز سپر امپوز ہوتی ہے۔)

ارشاد: جس روز عراق سے آنے والا تاجر نور محمد صاحب کی ڈوبی ہوئی رقم لوٹا کر گیا تو بنک کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ نور محمد صاحب نے اکیس لاکھ روپے کے دونوں توڑے اپنے پلنگ کے نیچے ٹرنکوں کی اوٹ میں رکھ دیئے۔ میں نے انہیں ایک پرائیویٹ لاکر کا پتہ بھی دیا' لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ اصل میں ان کے ذہن میں کوئی خطرہ نہیں تھا اور نہ ہی وہ پریشان رہنے کے فن سے آشنا تھے۔ ان کو اپنی کم خوابی پر بڑا مان تھا اور وہ تھوڑے سے کھٹکے پر آسانی سے جاگ جایا کرتے تھے۔ لیکن اس رات میں نے ان کا ساتھ نہ دیا اور اپنے دوست سے ایک پستول مانگ کر ان کے پورچ میں آ کر سو گیا۔

ڈزالو

سین 19 ان ڈور صبح سویرے

(نور محمد صاحب کی بیٹھک اور وہی پانچ آدمی۔ ان کے لباس ذرا سی تبدیلی کے ساتھ مختلف ہیں۔)

پہلا: حد ہو گئی نور محمد صاحب! آپ کو پتہ ہی نہیں چلا کہ کوئی شخص آپ کے پلنگ کے نیچے گھسا ہوا ہے؟

نور محمد: (نفی میں سر ہلاتا ہے)

دوسرا: دونوں توڑے لے گیا' دونوں.... اکیس لاکھ؟

نور محمد: (اثبات میں سر ہلاتا ہے)

تیسرا: کوئی نشان.... کوئی پیڑ.... کوئی کھوج؟

نور محمد: (نفی میں سر ہلاتا ہے)

چوتھا: (ارشاد سے) سنا ہے آپ تو پستول لے کر آئے تھے اپنے یار سے' نہیں چل سکا؟

ارشاد: جی نہیں!

پہلا: دیکھو جی بنی بنائی قسمت پلٹا کھا گئی۔

دوسرا: اپنی گڈی جھپ کھا کے نہیں گرتی ٹھا کر کے---- نور محمد صاحب کے ساتھ بھی یہی ہوا۔

تیسرا: اس کو کہتے ہیں واہ اوئے قسمت دلیا پکایا' کھیر ہو گیا دلیا۔

پانچواں: دیکھو جی بدقسمتی جب بھی آتی ہے' کالی اندھیری بن کے آتی ہے۔

پہلا: کیا اچھا کام بن گیا تھا بھائی نور محمد صاحب کا۔ اب زندگی برباد ہو گئی ساری عمر کے لیے۔

پانچواں: مقدروں کے لکھے کو کوئی نہیں موڑ سکتا بھائی صاحب۔

تیسرا: اور موڑ بھی سکے تو وہ وقت واپس نہیں لا سکتا نور محمد صاحب' خوش بختیوں والا۔

نور محمد: آپ کی محبت کا اور آپ کی توجہ کا بہت بہت شکریہ---- لیکن صرف ایک واقعے سے آپ میری ساری زندگی کو بدقسمت کیوں بنا رہے ہیں۔ روپیہ آیا تھا' ایک واقعہ تھا۔ روپیہ چوری ہو گیا ایک اور واقعہ ہے۔ اس سے میری ساری زندگی کس طرح برباد ہو گئی!

چوتھا: اکیس لاکھ کوئی کم نہیں ہوتے نور صاحب' چاہے انسان لاکھ بادشاہ ہو۔

نور محمد: میں رقم کے کم یا زیادہ ہونے کی بات نہیں کر رہا عزیز صاحب۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ میری زندگی کا ایک حصہ' ایک ٹوٹا' ایک بخرہ میری ساری زندگی پر کس طرح حاوی ہو گیا۔ میری زندگی تو اسی طرح کے بے شمار ٹوٹوں کا مجموعہ ہے۔ ان میں کوئی بدرنگ ہے' کوئی خوش رنگ!

پہلا: اچھا جناب! میں تو اجازت چاہوں گا۔ مجھے تو ایک ضروری کام یاد آ گیا۔

تیسرا: مجھے تو بلکہ پہلے سے ضروری کام تھا۔ میں تو از راہ ہمدردی حاضری دینے آ گیا تھا۔

پانچواں: آپ تو ابھی بیٹھیں گے عزیز صاحب' نور محمد صاحب سے حقیقت حال سمجھنے کے لیے۔

چوتھا: نہیں جی' میری تو آج بلکہ تاریخ ہے۔

(سب اسی طرح اٹھنے لگتے ہیں اور سریلا آدمی منہ گھٹ کے گانے لگتا ہے:)

گیا بھج تقدیر دے نال ٹھوٹھا' قیمت اساں تو لے کے ہٹ دی وے
تقدیر اللہ دی نوں کون موڑے' تقدیر پہاڑ نوں پٹ دی وے

سین 20   آؤٹ ڈور   گہری شام

(گاؤں کا پس منظر۔ کلر زدہ زمین 'سرکنڈے کا علاقہ' پرانے کھنڈر۔ اس پر ارشاد کی آواز سپر امپوز ہوتی ہے:)

ارشاد: نور محمد صاحب کے گھر سے جو چور رقم کے تھیلے اٹھا کر بھاگے تھے انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے بارڈر کراس کر جانا ہی مناسب سمجھا۔ جس محفوظ مقام سے انہوں نے بارڈر عبور کرنے کی کوشش کی 'وہاں رینجرز کی ایک ٹکڑی چھالیا کے سمگلروں پر گھات لگائے بیٹھی تھی۔ انہوں نے دونوں چوروں کو پکڑ لیا۔ رقم کے دونوں توڑے جیپ میں رکھے اور نور محمد صاحب کے گھر لے آئے۔ چوروں کو پولیس کے حوالے کیا اور خود واپس آ کر پھر گھات میں بیٹھ گئے۔

کٹ

سین 21   ان ڈور   دن

(وہی پانچ آدمی اور وہی بیٹھک)

پہلا: ایسا زندگی میں کبھی ہوا نہیں نور محمد صاحب 'لیکن ہو گیا۔

دوسرا: اور سب کی نظروں کے سامنے ہوا۔۔۔۔ تاریخ کے اسی دور میں جب معجزے ہونے بند ہو چکے ہیں۔

تیسرا: آپ سے زیادہ خوش قسمت آدمی اس دنیا میں اور کوئی نہیں نور محمد صاحب۔

دوسرا: اس دنیا میں کیا 'ماضی مستقبل میں کوئی نہیں۔

چوتھا: حیرانی یہ جناب عالی کہ چور رینجروں کے ہتھے چڑھے۔ اگر کسی اور کے قبضے میں آ جاتے تو رقم بھی گئی تھی اور چور بھی 'کچھ ملنا ہی نہیں تھا۔

پانچواں: سیانے کہہ گئے ہیں کہ روپ روئے اور کرم کھائے۔

پہلا: واہ جی واہ کیا نصیبہ لے کر آئے ہیں نور محمد صاحب۔

دوسرا: نصیبہ نہیں بھائی 'خوش نصیبہ۔ کبھی چوری گیا مال بھی ملا ہے آج تک۔ واہ جی واہ!

پانچواں: اس کو کہتے ہیں بزرگوں کی دعائیں 'مرشد کی بخشش اور ماں کی مہربانیاں!

چوتھا: واہ جی واہ۔۔۔۔ واہ جی واہ۔۔۔۔ واہ واہ!

نور محمد: دیکھئے جناب! یہ میری زندگی کا ایک واقعہ ہے۔۔۔۔ ایک حصہ ہے' میری پوری زندگی

نہیں ہے۔

پہلا: اوہ جناب اسی ایک واقعے سے پوری زندگی بن گئی کہ ---- اس کے بعد کون سی پوری زندگی رہ جاتی ہے۔

چوتھا: جب ڈوبی رقم گھر آگئی تو پھر اور کیا رہ گیا!

نور محمد: میں یہ عرض کر رہا ہوں حضرات کہ یہ واقعہ اور یہ تجربہ میری ساری زندگی نہیں ہے' زندگی کا ایک حصہ ہے ---- اور اسے جانچ کر ساری زندگی کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

چوتھا: دیکھو جناب! ہم تو ہیں مَلّے دار آدمی' ہم کو تو خوشی ہے آپ چاہے مانیں چاہے نہ مانیں۔

نور محمد: آپ بھی بادشاہ لوگ ہیں حضرات! جزو کو دیکھ کر کل پر حکم لگا دیتے ہیں ---- کانٹا ہاتھ میں لے کر سارے ببول کا فیصلہ کر دیتے ہیں ---- ایک بوجھ کو پوری زندگی کا وبال سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ روپیہ چوری ہو گیا تھا' واپس آگیا۔ اتنی سی بات ہے فقط۔

(اب کی بار کوئی بولتا نہیں۔ پہلا اٹھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور سر ہلا کر دوسرے کو سینت مارتا ہے۔ دوسرا کھنگورا مارتا ہے۔ تیسرا آنکھ سے اشارہ کرتا ہے اور سب اٹھ کر بیٹھک سے نکلنے لگ جاتے ہیں۔)

فیڈ آؤٹ

سین 22 ان ڈور گہری شام

(ارشاد پلنگ پر دراز ہے۔ اس کی حالت اچھی نہیں' صرف قوت ارادی کے سہارے مسکراتا ہے۔ مومنہ ٹرے میں سوپ لے کر آتی ہے اور پلنگ کے پاس فرش پر بیٹھتی ہے۔)

مومنہ: ذرا سا سوپ پی لیں سر ---- تھوڑا سا ---- میری ---- اماں جی کی خاطر!

ارشاد: (نفی میں سر ہلاتا ہے)

مومنہ: اگر آپ صرف چار چمچ سوپ پی لیں گے سر تو میں سو نفلیں پڑھوں گی ---- پچیس نفلیں فی چمچ!

ارشاد: (مسکرا کر منہ کھولتا ہے۔ مومنہ اس کے منہ میں سوپ کا چمچ ڈالتی ہے۔ پانچ چھ چمچ لے کر) چار نفل کافی نہیں مومنہ!

مومنہ: سر پلیز آپ مجھے یہاں رہنے دیں۔ میں نے فیکٹری سے چھٹی لے لی ہے ایک مہینے کی۔

پچھلے سرونٹس کوارٹر میں سر ---- میں آپ کو تنگ نہیں کروں گی۔

ارشاد: نہیں نہیں! رات کو عامر رہے گا میرے پاس۔

مومنہ: کیوں سر؟ وہ زیادہ اچھا ہے!

ارشاد: یہ بات نہیں مومنہ ---- زیادہ اچھی تو تمہی ہو لیکن رات کو کوئی ایمرجنسی ہو سکتی ہے۔

(ایمرجنسی کا لفظ سن کر مومنہ بت بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کلوزاپ سے اس کی تشویش نمایاں ہوتی ہے۔ وہ سوپ کا ٹرے لے کر تپائی پر رکھتی ہے۔ دوازے کی جانب جاتی ہے' پھر بتی بند کرتی ہے اور دروازہ کھولتی ہے۔)

ارشاد: کہاں جا رہی ہو مومنہ؟

مومنہ: میں کہاں جاؤں گی سر' زیادہ سے زیادہ عدیل کے پاس چلی جاؤں گی۔ اور ہم لوگوں کے پاس جانے کو ہوتا ہی کیا ہے ---- میں دروازہ کھولنے آئی تھی سر۔

ارشاد: لیکن تم نے بتی کیوں بند کر دی مومنہ؟

مومنہ: کمرے میں ہوا بہت کم ہو گئی تھی سر' اس لیے میں نے بتی بجھا دی ---- اندھیرے میں ہواؤں اور طغیانیوں کو بڑی آسانی رہتی ہے سر' اندر باہر خوشی سے آ جا سکتی ہیں ----

(آخری فقرے میں اس کا چہرہ دیکھتے ہیں جو آنسوؤں سے بھیگا ہوا ہے اور اس کی ناک کرب سے پھڑک رہی ہے۔ اسی پر "تیرے من چلے کا سودا" فیڈ ان ہوتا ہے۔)

فیڈ آؤٹ

قسط نمبر 13

کردار

ارشاد : صاحب ارشاد۔ ہیرو

مومنہ : ہیروئن

ابراہیم : ارشاد کا بیٹا

ڈاکیہ محمد حسین : ارشاد کا مرید خاص

موچی رمضان : ارشاد کو راستہ دکھانے والے

گڈریا عبداللہ : ارشاد کے رہنما

ارشاد کی والدہ : فیکٹریوں کی مالکہ

ندیم : نائب۔ ارشاد کا خلیفہ

سلمیٰ : ریسرچ آفیسر

عامر : ریسرچ آفیسر

اماں طالعاں : بابا غلام دین کی بیوی

شجاع : ارشاد کا دوست

کبیر : ارشاد کا دوست

عمران قریشی : ارشاد کے مقام سے بے خبر نوجوان

بشرٹ والا آدمی : غیر مقلد شخص

اور ارشاد کے تمام عقیدت مند

سین 1 ان ڈور سہ پہر کا وقت

(ارشاد ڈھیلا ڈھالا نائٹ سوٹ پہنے ہسپتال کے پلنگ پر لیٹا ہے۔ سامنے کی کھڑکی سے دھوپ چھن چھن اندر آرہی ہے۔ وہ بستر پر نیم دراز ہے۔ اس کا سرہانہ اونچا کر دیا گیا ہے۔ مومنہ ہاتھ میں سوپ کا پیالہ لئے اس کے سامنے بیٹھی ہے اور سر جھکائے بڑی مایوسی سے پیالے میں چمچ پھیر رہی ہے۔)

ارشاد: یہ کوئی بیماری نہیں مومنہ' نہ ہی کسی کتاب میں اس کا کوئی ذکر ملتا ہے۔ یہ زندگی کا ایک مختلف روپ ہے۔

مومنہ: یہ زندگی ہے سر؟

ارشاد: اصل میں یہ زندگی کا ایک حصہ ہے۔ (وقفہ) مومنہ! موت زندگی کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ پیدائش کے عمل کا ایک اہم جزو ہے۔ موت کبھی بھی اچانک اور آناً فاناً وارد نہیں ہوتی' یہ زندگی کے ساتھ لگی لپٹی آتی ہے.... اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر....اس کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر۔

(مومنہ گہرے غم کے ساتھ بھرپور نگاہوں سے ارشاد کو دیکھتی ہے)

لیکن اس پیدائش سے پرے ایک اور بڑی زندگی بھی ہے۔ جب تک اس کا حصول نہیں ہو گا' ہم اسی طرح مارے مارے پھریں گے اور دردمند زندگی بسر کرتے رہیں گے.... خوار' پریشان.... پائمال اور پژمردہ....

(مومنہ پیالہ اسی طرح ہاتھ میں لے کر اس میں چمچ چلاتی کمرے کے کونے میں جاتی ہے جہاں لوہے کا میز رکھا ہے اور جس پر کچھ بوتلیں اور ایک ٹرے ہے۔ اتنے میں ہسپتال کے برآمدے سے قدموں کی آہٹ کے ساتھ بیڑیوں کی جھنکار آنے لگتی ہے۔ ارشاد گردن گھما کر ادھر دیکھتا ہے۔ مومنہ ساکت ہو کر اپنا چہرہ اٹھاتی ہے اور کان اس آواز پر لگاتی ہے۔ فضا بیس سیکنڈ تک اسی طرح آواز سے Tense رہتی ہے۔ پھر دروازے پر دوہری ہتھکڑی لگے اور بیڑیاں پہنے ندیم نظر آتا ہے۔ اس کے ساتھ دو سپاہی ہیں۔)

ندیم: (دروازے پر) مے آئی کم ان سر؟

ارشاد: ضرور ضرور!

ندیم: (داخل ہوتے ہوئے) مجھے بڑی مشکل سے پانچ منٹ کی اجازت ملی ہے سر۔

ارشاد: اس کے لیے تو ایک سیکنڈ کی مدت بھی بہت ہوتی ہے ندیم! (ہاتھ کے اشارے سے) یوں ہوتا ہے اور پھر یوں ہو جاتا ہے۔

(مومنہ کو پیالہ ہاتھوں میں لیے چپ چاپ کھڑے رجسٹر کرتے ہیں۔)

ندیم: سر آپ بہت جلد اچھے ہو جائیں گے ---- میرا دل کہتا ہے ---- اور میرے اندر سے آواز آتی ہے ----

ارشاد: (اپنی رسٹ واچ اتارتے ہوئے اور اسے سٹریپ سے پکڑ کر ندیم کلوز اپ میں لٹکاتے ہوئے) یہ آج سے تمہاری ہے۔

ندیم: میری سر!

ارشاد: یہ تو اسی روز تمہارے لیے طے ہو گئی تھی جس وقت تم میرے گھر کی دیوار سے میرے صحن میں کودے تھے۔

ندیم: (ہتھکڑی لگے ہاتھوں سے گھڑی لیتے ہوئے) لیکن سر ---- آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ ---- میں ----

ارشاد: مجھے معلوم ہے ہی تو میں یہ تمہیں دے رہا ہوں۔ ایک خاص وقت' ایک مخصوص ساعت آنے پر تم اس سلسلے کی ایک کڑی بن جاؤ گے اور یہ گھڑی تمہیں وہ وقت بتا دے گی۔

ندیم: (حیرانی سے) میں! سر میں!! میں!!!

ارشاد: اور وہ وقت کچھ اتنا دور بھی نہیں کہ تم کو بہت سا کام کرنا ہے ---- میرے حصے کا باقی ماندہ اور اپنے حصے کا سارے کا سارا۔

ندیم: لیکن مجھے تو پھانسی کی سزا ہو چکی ہے سر!

ارشاد: (غصے سے تحکمانہ انداز میں) بکواس بند کرو! جن کے ذمے اہم کام ہوتے ہیں' انہیں پھانسی کے تختے سے اتار لیا جاتا ہے۔ تمہارے نام پر مہر لگ چکی ہے اور تم اپنی جان چھڑا نہیں سکتے۔

ندیم: (ڈرتے ڈرتے) جی سر!

ارشاد: تم سمجھتے ہو تم یہاں اپنی تجویز سے آئے ہو۔

ندیم: نو سر!

ارشاد: جانتے ہو یہ اگلا دور' تمہارا دور ہے۔

ندیم: جی سر!

ارشاد: اور تمہیں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر دھرنا ہے---- ایک ایک لمحہ سوچ کے وضع کرنا ہے۔

ندیم: جی سر!

ارشاد: اور تم اتنے بے حیا ہو کہ تم نے ابھی تک کوئی تیاری نہیں کی۔

ندیم: آپ کے ہوتے ہوئے سر----

ارشاد: (غصے سے) ہم نہیں ہیں---- نہیں ہیں---- نہیں ہیں۔ اب صرف تم ہو---- اور تمہارے ساتھی ہیں---- اور تمہارے ہم عصر ہیں اور ایک بہت اچھا' بہت ہی سہانا اور بہت ہی خوش گوار وقت آنے والا ہے---- جب لوگ لوگوں سے اچھی بات کیا کریں گے---- زمین پر پاؤں مار کر نہیں چلیں گے---- انصاف کی بات کہیں گے خواہ معاملہ اپنے رشتہ داروں کا ہی کیوں نہ ہو---- رشتہ داروں' مسکینوں اور مسافروں کو ان کے حق دیا کریں گے---- اور جب لوگ صرف پاک اور حلال رزق کھائیں گے---- اتنی ساری نعمتوں کو سمیٹنے کے لیے تم نے ابھی تک کوئی جھولی تیار نہیں کی اور بے فکری کے ساتھ ننگے بدن گھوم رہے ہو' دامن پھیلائے بغیر۔

ندیم: جی سر!

ارشاد: تمہارے پاس وقت بھی ہے' زندگی بھی' طاقت بھی اور جوانی بھی---- تم کو یہ مشن ہم لوگوں سے بہت آگے لے کر جانا ہے۔ تم مختلف ہیں سر کہ کر وقت نہیں ٹال سکتے۔

ندیم: آپ کا حکم کیسے ٹالا جا سکتا ہے سر! آپ صاحب امر ہیں---- صاحب ارشاد ہیں۔ آپ جو حکم دیں گے' پورا ہو گا۔

ارشاد: جاؤ---- خدا تمہیں آسانیاں عطا فرمائے اور آسانیاں تقسیم کرنے کا شرف عطا فرمائے!

(ندیم سر جھکا کر اور دونوں ہتھکڑی زدہ ہاتھ باندھ کر آہستہ آہستہ کمرے سے باہر نکلتا ہے۔ اس کی بیڑیوں کی جھنکار' آف کیمرہ دیر تک سنائی دیتی ہے۔)

موحد: (آگے بڑھ کے اور قریب آکر ڈرتے ڈرتے) یہ تو قاتل ہے سر---- پھر آپ نے اس کو اپنی گھڑی کیوں دے دی' اس قدر قیمتی؟

(ارشاد ضعف سے آنکھیں بند کرتا ہے' کوئی جواب نہیں دیتا۔ موحد اسی طرح

کھڑی ہے۔)

ارشاد: (تھوڑی دیر کے بعد) اس الماری میں میرا ایک کمبل' جوتوں کی ایک جوڑی اور ایک پتھر ہے۔ وہ کمبل مجھے اوڑھا دو۔

(مومنہ جا کر الماری سے کمبل نکالتی ہے جس میں بڑے بڑے سوراخ ہیں اور جو بہت ہی بوسیدہ ہے۔ وہ حیرانی سے اسے دیکھتی ہے۔ پھر آگے بڑھ کر وہ کمبل ارشاد پر پڑے سرخ کمبل پر بچھا دیتی ہے۔ کمبل کے اڑے ہوئے چیتھڑے اور سوراخ آہستہ آہستہ واضح ہوتے ہیں۔ کیمرہ قریب ہوتا جاتا ہے اور سکرین پر یہ گدڑی پڑی نظر آتی ہے۔)

ڈزالو

.

(سورج کے غروب ہونے کا منظر---- ریگستان---- ایک آدمی اونٹ کے ساتھ صحرا میں۔)

سین2 ان ڈور رات

(ہسپتال کی لمبی گیلری۔ ماں چھڑی ٹیک کر چل رہی ہے۔ اس کے ساتھ کبیر خان اور ایک ڈاکٹر ہے۔ یہ تینوں ایک فاصلے سے چلے آرہے ہیں۔)

کبیر: لیکن اتنی جلدی اور ایسی تیزی کے ساتھ اس کی صحت کیسے جواب دے گئی؟

ڈاکٹر: سر کچھ بیماریاں ابھی تک پراسرار ہیں اور ان کا کوئی بھید نہیں مل سکا۔ اعضا کیوں جواب دے دیتے ہیں؟ سارا سسٹم اچانک کیوں Collapse کر جاتا ہے؟ اس کا ٹھیک جواب کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں۔

ماں: لیکن---- (رو کر) لیکن کوئی تو بنیادی وجہ ہو گی؟ کوئی تو بیماری ہو گی ناں ڈاکٹر صاحب؟

ڈاکٹر: میرا خیال ہے---- انہیں کوئی بیماری نہیں ہے He has stopped to exist----:: جینا نہیں چاہتے۔ وہ اپنی ساری Will Power ہماری کوششوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور بڑے کامیاب ہیں۔

کبیر: عجیب سنگ دل انسان ہے! جس قدر نعمتیں اسے ملتی ہیں' یہ انہیں دور پھینک دیتا ہے۔ اب صحت جیسی نعمت سے انکار کر رہا ہے۔

ڈاکٹر: اگر یہ تھوڑا سا کو آپریٹ کریں---- یعنی یہ نہیں کہ وہ ہماری ہر بات مانیں---- وہ صرف اندر سے زندہ رہنا چاہیں---- تو بہت جلد صحت ہو سکتی ہے۔
(کیمرہ ماں پر آتا ہے۔ اب وہ یہ مکالمہ بہت آہستہ ادا کرتی ہے۔)

ماں: میں تیرے چندن بدن کو کیسے خدا کے حوالے کروں ارشاد؟---- کس طرح؟---- کیوں؟ سب کچھ خدا کو دیا جا سکتا ہے' پر کوئی ماں اپنا بیٹا اسے نہیں سونپ سکتی۔ اگر بیٹا زندہ ہو تب بھی نہیں---- اور---- اگر---- تب بھی نہیں---- یا اللہ تب بھی نہیں----

کٹ

سین 3 ان ڈور رات

(ہسپتال کا وہی کمرہ جہاں ارشاد لیٹا ہے۔ پورا کمرہ نیم اندھیرے میں ہے لیکن ایک کھلے دروازے سے ایک تختہ بھر لائٹ ارشاد کے تکیے پر اور مومنہ پر پڑ رہی ہے۔ یہ دونوں بہت واضح نظر آتے ہیں---- ارشاد آخری دموں پر ہے لیکن خوش ہے۔ اس کے چہرے سے اطمینان اور خوشی کا اظہار ہو رہا ہے مگر اس کو جسمانی تکلیف ساتھ ساتھ ہے۔ اس کے مکالموں کی ادائیگی پہلے سے بھی خوشگوار ہو گئی ہے۔)

مومنہ: کیا بات ہے سر؟ آپ اتنے خاموش کیوں ہیں؟

ارشاد: میں نے زندگی میں بڑے سفر کیے ہیں مومنہ' لمبے لمبے---- چھوٹے چھوٹے---- یک روزہ فوری سفر---- ملک کے اندر' ملک سے باہر---- بوئنگ کے' کھوکھوڑے کے---- لیکن اس قسم کا جھوٹا میں نے پہلے کبھی نہیں لیا۔ اس کا اپنا ہی لطف ہے۔

مومنہ: کس قسم کا جھوٹا سر؟

ارشاد: یہی جو میں اب لینے والا ہوں---- یہی جس میں میرے اعضائے بدن اپنے محبوب پر نثار ہو رہے ہیں اس کی حمد و ثنا کر رہے ہیں۔ یہ اپنی طرز کا ایک بے حد خوشگوار اور Adventurous سفر ہے---- بہت ہی پر لطف اور معلومات افزا---- اس سے میرے علم میں اضافہ ہو گا۔ میں ایک جماعت اوپر ہو جاؤں گا---- ویسے مومنہ ایہ

سفر لائف سیونگ ہو نہ ہو' Life Enriching ضرور ہو گا۔

مومنہ: یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں سر نارد دینے والی!

ارشاد: (مسکرا کر) دیکھو مومنہ! میرا سوٹ کیس پیک ہو گیا ہے---- میرے سارے بل ادا ہو چکے ہیں---- زندگی کا ایک ایک پیسہ اتر چکا ہے---- میں کسی کا مقروض نہیں ہوں---- میرا پاسپورٹ Intact ہے' اس پر ویزا لگ چکا ہے---- ٹکٹ میری جیب میں ہے اور میں اس سفر پر روانہ ہو رہا ہوں جس کے انتظار میں آج تک زندہ رہا---- جس کی میں اس وقت تک راہ دیکھتا رہا۔

مومنہ: (بھری ہوئی آنکھوں کے ساتھ' لیکن جذباتی ہوئے بغیر) آپ کو پتہ ہے سر---- پتہ ہے کہ میں آپ سے کس قدر محبت کرتی ہوں۔

ارشاد: میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں مومنہ! جو تم ہو' اس وجہ سے بھی اور جو تم آگے چل کر ہونے والی ہو' اس وجہ سے بھی۔

مومنہ: پھر آپ میری ادنیٰ سی خواہش پوری نہیں کر سکتے---- زندہ رہنے کی!

ارشاد: (خوشگواری سے) میں تمہاری خواہشوں کے لیے دعا کرتا ہوں---- دل سے دعا کرتا ہوں مومنہ کہ وہ ارفع ہوں' اعلیٰ ہوں اور بلند سے بلند تر ہوں---- لیکن ان کے پورا ہونے کی دعا نہیں کرتا---- خواہش پوری ہونے سے انسان سکڑ جاتا ہے---- محدود ہو جاتا ہے۔

مومنہ: آپ کو پتہ ہے سر----

ارشاد: مجھے پتہ ہے مومنہ!

مومنہ: آپ میرے وجود کا وہ خوش رنگ پھول ہیں جس سے میری زندگی کی ڈور بندھی ہے۔

ارشاد: اور خوش رنگ مطمئن پھول وہ ہوتا ہے مومنہ جس کی پتیاں بس گرنے ہی والی ہوں۔ تم ساری زندگی یہی نہیں رہو گی' جو اب ہو۔ ہمیں آگے چلنا ہے اور اپنی اپنی منزل کی طرف بڑھنا ہے---- اور اس سفر میں میں تمہارے ساتھ ہوں اور اسی سفر کی بنا پر ہم دونوں کی محبت قائم ہے اور ہمیشہ رہے گی---- میں پتی پتی ہو کر محبوب کے راستے میں بکھر جانا چاہتا ہوں۔

(خاموش ہو جاتا ہے۔)

مومنہ: (ارشاد کا ہاتھ پکڑ کر) آپ کو نیند آ رہی ہے سر!

ارشاد: تم اس کے پاس چلی جانا مومنہ---- (وقفہ) کیا نام ہے اس کا؟

مومنہ: عدیل سر!

ارشاد: ہاں عدیل کے پاس---- (بے ہوشی میں ڈوب جاتا ہے۔)

مومنہ: (ارشاد کا ہاتھ سہلاتے ہوئے) آپ بھی اماں کی طرح ہیں سر---- میں ان سے اس قدر خوفزدہ رہتی تھی کہ ساری زندگی کبھی سچ نہ بول سکی---- پھر مجھے آپ مل گئے سر اور میں آپ سے بھی ڈری ڈری سی رہنے لگی---- آپ سے بھی کبھی پورا سچ نہ بول سکی----

(تلبیہ شروع)

ارشاد: کس قدر تیز تیز خوشبوئیں آرہی ہیں---- کیسے کیسے پروں کی پھڑپھڑاہٹ ہے---- سنو سنو! یہ وصل کی گھڑی کی سنسناہٹ ہے---- سمندر آگے بڑھ رہا ہے---- میرا کمبل اوپر کر دو مومنہ----

(مومنہ پھٹا ہوا کمبل اوپر کرتی ہے۔ حاجیوں کے تلبیہ پڑھنے کا آڈیو بڑی مدھم آواز میں فیڈ ان ہوتا ہے۔)

مومنہ: (تلبیہ بند) مرد کو تو خدا سے وصال کا شوق روز ازل سے ہے سر لیکن ہم عورتیں کہاں جائیں۔ ہم کس دیوار سے سر پھوڑیں اور کس کا سہارا پکڑیں۔ ہم تو بس کہیں اسی دنیا میں---- کسی کے خیال میں---- کسی کے تصور کے بازوؤں میں دفن ہو جانا چاہتی ہیں اور ہمیں وہ مرقد بھی نصیب نہیں ہوتا۔ میں آپ کو کیسے سمجھاؤں سر کہ میرے اور عدیل کے درمیان وہ اندھا شیشہ کون ہے۔

ارشاد: بولو مت مومنہ! بات مت کرو---- مجھے نثار ہونے دو۔

مومنہ: (پرواہ کیے بغیر) آپ کو کیا پتہ سر کہ عورت کی ذات پر کتنا بڑا ظلم ہوا ہے' روز ازل سے لے کر اب تک۔ اسے مرد کی روح میں اترنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ مرد کی محبت اور مرد کا عشق خدا نے صرف اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ مرد کافر ہو' دہریہ ہو' نافرمان ہو' نہ ماننے والا ہو---- اس کے اندر تاریک ترین گوشوں میں ایک روشن Dot ضرور موجود رہتا ہے جو بڑے نور میں گم ہونے کے لیے ہر وقت وائبریٹ کرتا رہتا ہے۔ مرد کو معلوم ہو یا نہ ہو---- احساس ہو یا نہ ہو---- خیال ہو یا نہ ہو' اس کا دل اپنے محبوب میں ہی اٹکا رہتا ہے۔ وہ جس جنت سے نکلا تھا سر' آج تک اسی جنت کے مالک کی حضوری میں سرگرداں ہے۔ مرد جنگیں لڑتا ہے سر' خون بہاتا ہے' ایجادیں کرتا ہے' بت بناتا ہے' شعر لکھتا ہے' افکار کھیلتا ہے لیکن اس کے اندر ایک ہی محبوب کا تو نبہ بجتا ہے۔ وہ

سے نہ نے---- جانے نہ جانے---- پہچانے نہ پہچانے' تار ادھر ہی کھڑکتی ہے اس کی۔ لیکن ہم کیا کریں سر---- ہم کدھر جائیں۔ ہم اس جھوٹے' مکار' فریبی اور بے وفا سے دل کیوں لگائیں جو ہمیں آخری وقت چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے---- میں آپ کو کیا بتاؤں سر (آنسو)---- کیسے بتاؤں کہ کون مجھے عدیل کے پاس جانے نہیں دیتا---- کس نے میری راہ روک رکھی ہے---- کس نے مجھے قید کر رکھا ہے۔

(آخری جملوں میں وہ ارشاد کا ہاتھ ذرا زور اور سختی سے جھلاتی ہے تو ہاتھ اس کے ہاتھ سے پھسل کر نیچے لٹک جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک پینگ ہوتا ہے۔ مومنہ چیخ مارتی ہے اور نو---- نو---- نو سر---- نو---- کہتی ہوئی بھاگ کر کمرے کے نیم اندھیرے میں تحلیل سی ہو جاتی ہے۔ پھر وہ سسکیاں بھرنے لگتی ہے۔ جوں جوں اس کی سسکیاں بلند ہوتی ہیں' تکبیہ ان پر حاوی ہونے لگتا ہے اور پھر سارا کمرہ تکبیہ کی آواز سے بھر جاتا ہے۔ ارشاد کا پر سکون اور خوبصورت چہرہ دکھاتے ہیں جس پر مسکراہٹ منجمد ہو گئی ہے۔)

فیڈ آؤٹ

سین 4 آؤٹ ڈور دن

(تکبیہ آڈیو کے ذریعہ جاری رہتا ہے۔ گڈریا عبداللہ اپنے مخصوص مقام پر بکریاں لیے جا رہا ہے۔ اس کی پشت کیمرے کی طرف ہے۔ کہیں سے ارشاد وہی پھٹا پرانا کمبل اوڑھے اس کے پہلو میں آ جاتا ہے۔ دونوں شل ہوتے ہیں۔ پھر دونوں چلنے لگتے ہیں لیکن ایک کو دوسرے کا مطلق احساس نہیں ہے۔ کچھ دور جا کر ارشاد گڈریے کے پہلو سے غائب ہو جاتا ہے' جیسے روح اپنے پیارے سے ملنے آئی اور جدا ہو گئی۔ چرواہا اکیلا چلا جا رہا ہے اور اس پر ورد جاری ہے۔ ساری فضا اس آواز سے اور خوبصورت بکریوں کے سین سے بھر چکی ہے۔)

کٹ

(Time lapse ---- اب یہاں مختلف شاٹس کی مدد سے گزرتے ہوئے وقت کا پتہ دیا جاتا ہے۔ پرندہ---- طلوع آفتاب---- پرندہ جھاڑیوں پر اور آسمان میں

---- ہرن بھاگتا ہوا---- پرندہ دریا پر اڑتا ہوا---- بہتا پانی اور اڑتا پرندہ۔)

کٹ

سین 5 ان ڈور دن

(مومنہ اپنے کچن میں کھڑی ہے اور آلو چھیل رہی ہے۔ اس کے چہرے کے سامنے ایک کھڑکی ہے جس سے باہر کے مناظر نظر آتے ہیں۔ وہ آلو اور چھری ہاتھ میں پکڑے پکڑے پتھر کی مورت بن جاتی ہے اور یادوں میں گم ہو جاتی ہے۔ اس پر وہی نظم سپر امپوز ہوتی ہے: میں اپنے دل کے فرش کو کس مانجھے سے مانجھوں----)

کٹ

(عرس بابا فرید، دھمال شہباز قلندر، عرس حضرت علی ہجویری کے مختلف سین)

کٹ

سین 6 آؤٹ ڈور دن

(ارشاد کے مزار پر عرس کا سین۔ پروڈیوسر کی ضرورت اور سہولت کے مطابق Setting کی جائے۔ چبوترے پر ایک مناسب جگہ قوال پارٹی بیٹھی ہے۔ ان کے سامنے ان کے ساز پڑے ہیں لیکن انہوں نے ابھی قوالی شروع نہیں کی۔ لوگوں کے انبوہ میں ڈاکیہ محمد حسین صاحب تشریف فرما ہیں۔ ان کے اردگرد لوگوں کا دائرہ ہے۔ محمد حسین صاحب لوگوں سے باتیں کر رہے ہیں مگر صرف اشاروں سے ان کی گفتگو واضح ہوتی ہے۔ دور سے ایک سینی میں مٹی کے چار دیئے روشن کر کے لماں طالعاں آ رہی ہے۔ وہ مزار کی طرف بڑھتی ہے اور ایک ایک کر کے چاروں دیئے تعویذ کے سرہانے رکھتی ہے۔ ایک درمیانے قد بت کا پتلون شرٹ والا کھرچ دار آدمی اسے روک کر کہتا ہے:)

شرٹ والا: آپ کو پتہ ہے بی بی یہ بدعت ہے جو آپ کر رہی ہیں۔

طالعاں: پتہ ہے بیبا' پتہ ہے۔

بشرٹ والا: اور یہی بدعت آدمی کو شرک تک لے جاتی ہے۔

طالعاں: ٹھیک ہے ویرا' ٹھیک ہے۔ پر ہم غریب نمانے بھی کیا کریں' کس دیوار سے سر ٹکرائیں۔

بشرٹ والا: کیوں بی بی---- کیوں؟

طالعاں: وے ویرا! تم جیسے بے بدعتی لوگ اللہ کے پیارے' اچے مراتبے' اچھے تعلقاں والے' اک دوجے کے سہارے---- آپ کو کیا پرواہ ہے۔

بشرٹ والا: (حیران اور بھونچکا سا کھڑا ہے۔ وقفہ)

طالعاں: ہمارے لوکاں کے پاس لے دے کر بس اکو ای سہارا ہوتا ہے' اک دیوے کا اور چھٹانک بھر تیل کا' ایک ہری چادر تے دوباسی ہاروں کا۔ یہ بھی کھوہنتا ہے تو یہ بھی کھولو۔---- اس کو بھی ڈھاتا ہے تو یہ بھی ڈھا دیو---- ہے تو بدعت ای ویر میریا پر جب تک تم ہم کو ساتھ نہیں ملاؤ گے' اپنے بھائی بہن نہیں سمجھو گے اوس وقت تک بدنصیباں کو بدعتاں کا سہارا ای لے لینے دو---- اللہ تم کا دونوں جہانوں میں بھلا کرے' نبی پاک کے صدقے!

بشرٹ والا: میرا یہ مطلب نہیں تھا بی بی!

طالعاں: جو مسلمان اپنے غریب بھائی بہن کو---- مجبور بھائی بہن کو---- مظلوم بھائی بہن کو ساتھ ملانا نہیں چاہتا' وہ ان کو بدعت شرک کا طعنہ دے کر ہی دھکا مار سکتا ہے بچارا---- وہ بھی آخر دوسروں کا بوجھ کس طرح اٹھائے۔

بشرٹ والا: توبہ توبہ---- یہ حالت ہے ہمارے قوم کی اور یہاں تک آ پہنچی ہے جہالت کی بیماری!

(یہ فقرہ ادا کرتے ہوئے فیلڈ سے نکل جاتا ہے)

کٹ

سین 7 آؤٹ ڈور دن

(کار پر ابراہیم کوارٹروں کی جانب آتا ہے۔ کار رکتا ہے اور اوپر جاتا ہے۔ پھر لوٹتا ہے' کار کا دروازہ کھولتا ہے اور ڈائری نکال کر پڑھتا ہے۔ پھر کوارٹروں کی طرف دیکھتا ہے' جیسے اندازہ لگا رہا ہو کہ مطلوبہ کوارٹر کہاں پر ہے۔)

کٹ

سین 8 ان ڈور دن

(سلمٰی اور عامر دونوں خوبصورت لباس پہنے اپنے گھر میں موجود ہیں۔ سلمٰی میز پر کھانا لگا رہی ہے۔)

عامر: سلمٰی پلیز روٹی پکانا سیکھ لو۔ ہر روز بازاری روٹی نہیں کھائی جاتی مجھ سے۔

سلمٰی: دیکھو عامر! میں نے تم کو پہلے بتا دیا تھا کہ میں روٹی پکانا نہیں جانتی بتایا تھا ناں؟

عامر: بتایا تھا--- بالکل سو فیصد بتایا تھا۔

سلمٰی: اور تم نے پھر بھی مجھے قبول کر لیا--- کیا تھا ناں!

عامر: غلطی ہو گئی!

سلمٰی: (مسکرا کر محبت سے) کچھ مہلت دو گے؟

عامر: کیسی مہلت؟

سلمٰی: اس بار جب گاؤں جاؤں گی تو اماں سے سیکھوں گی۔ پھپھو کی ٹیوشن رکھ لوں گی۔

عامر: (محبت سے سلمٰی کے ہاتھ پکڑ کر) گولی مارو روٹی کو---- میں ان ہاتھوں کو روٹی پکانے دوں گا۔

(گھنٹی بجتی ہے۔)

سلمٰی: کون ہے بھئی؟

عامر: تایا تکریم ہوں گے' اور کون ہو گا!

سلمٰی: وہ تو ابھی گئے ہیں' وہ کیسے ہوں گے۔

(گھنٹی پھر بجتی ہے۔)

عامر: کم ان پلیز!

(دروازہ کھول کر ابراہیم اندر آتا ہے۔)

ابراہیم: ایکسکیوزمی! میں بڑا بے وقت آیا ہوں۔ آپ کے گھر فون نہیں تھا' ورنہ ضرور ٹائم لے کر آتا۔

سلمٰی: پلیز بیٹھیں سر! آپ سر ارشاد کے بیٹے ہیں ناں---- میں نے آپ کو فیکٹری میں دیکھا تھا۔

ابراہیم: راحت اب میرے لیے آسانی ہو گئی---- دراصل میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں----

سلمٰی: انگریزی میں کہ اردو میں؟

ابراہیم: بدقسمتی سے میری اردو اچھی نہیں۔ فی الحال تو میں انگریزی میں لکھ رہا ہوں اور یہ کتاب ہو گی بھی Foreign Consumption کے لیے۔

عامر: بڑی اچھی بات!

ابراہیم: میں مغربی لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہاں جو لوگ آنے والی زندگی کے لیے تیاری کر رہے ہیں' وہ دراصل----

They are searching for a bigger meaning of life---- ایسے لوگ انہیں اور اپنے West Oriented Educated لوگوں کو چاہے پاگل لگیں' لیکن ایسے دیوانے بڑے سرمست لوگ ہیں۔

عامر: آپ کی اردو تو بڑی ٹھیک ٹھاک ہے۔

ابراہیم: ٹھینک یو! اچھا تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے میرے والد کو کیسا پایا؟

سلمٰی: کیا مطلب؟

ابراہیم: آپ لوگ تو انہیں ملتے رہے ہیں۔ کیا واقعی وہ صوفی تھے؟ کیا ان کا جھکاؤ Fundamentalism کی طرف تھا؟ آپ لوگوں کو تو علم ہو گا کہ ان کی زندگی کیسی تھی؟

سلمٰی: میں اور تو کچھ نہیں جانتی ابراہیم صاحب' لیکن وہ واحد شخص تھے جو لوگوں کو سوچنے پر مجبور کرتے تھے----دل سے محسوس کرنے پر اکساتے تھے۔ انہوں نے مجھے پہلی بار یہ احساس دلایا کہ دوسروں کو ٹھیک کرتے رہنا' ان میں کیڑے نکالنا یا لوگوں کو سیدھی راہ دکھانے سے کہیں بہتر ہے کہ انسان اپنی سمت درست کر لے---- اپنے ارادے کا صحیح استعمال جان لے---- اپنی Will کو کسی ایک چوکھٹ پر جھکانا سیکھ لے----دوسروں کی انگو سے اپنی انگو بھڑانا بند کر دے۔

ابراہیم: اتنا سب کچھ آپ اتنی تعلیم اور مغربی ہواؤں کے باوجود سیکھ گئیں؟

عامر: ابھی کچی ہے سر' بار بار جھولتی ہے---- اپنی خوشی کو آسانی سے قربان نہیں کر سکتی۔ (سلمٰی منہ بناتی ہے) اور اکیلی یہی کیا' ہم سب اس معاملے میں مجبور ہیں۔

ابراہیم: (کیمرہ آن کر کے) اور اگر میں آپ دونوں سے یہ پوچھوں کہ جب میرے والد نے اپنی فیکٹریاں چھوڑیں اس وقت----

فیڈ آؤٹ

سین 9 ان ڈور دن

(خوبصورت پوش قسم کے ایک دفتر میں ادھیڑ عمر کے ایک فیشن ایبل صاحب بیٹھے کچھ فائلیں دیکھ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد تینوں فون باری باری سے بجتے ہیں اور صاحب انہیں مستعدی کے ساتھ سنتے ہیں۔ چپڑاسی کے پیچھے پیچھے ابراہیم داخل ہوتا ہے۔)

ابراہیم: (شجاع سے ہاتھ ملاتے ہوئے) میرا نام ابراہیم ہے اور میں ارشاد صاحب کا بیٹا ہوں۔

شجاع: لیکن آپ تو کلاسگو میں رہتے ہیں شاید---- دونوں بھائی۔

ابراہیم: جی---- میں اپنے والد کے عرس پر پاکستان آیا ہوں اور---- ان کے دوستوں سے اور ملنے والوں سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میرے والد کون تھے کیا تھے اور وہ اپنی زندگی میں----

شجاع: معاف کرنا ابراہیم میاں! تمہارے والد ایک بے عمل 'ست الوجود' ناکارہ اور کاہل انسان تھے۔ وہ زندگی کو Face کرنے سے گھبراتے تھے اور مسلسل جدوجہد سے کتراتے تھے۔ انہوں نے تین چلتی چلاتی اعلیٰ درجے کی فیکٹریاں---- انٹرنیشنل قسم کی---- لاکھوں ڈالر کماتی ہوئی---- اچانک چھوڑ دیں اور الگ ہو کر کھڑے ہو گئے۔

ابراہیم: اس کے پیچھے ان کا کوئی Motive تو ضرور ہوگا' کوئی زبردست تحریک؟

شجاع: کوئی Motive نہیں' کوئی تحریک نہیں---- بس حماقت' کاہلی' بے تعلقی۔ میرے خلاف چیمبر آف کامرس کا الیکشن لڑا' بھاری اکثریت سے جیتے اور پھر وہ سیٹ بھی چھوڑ دی۔

ابراہیم: آپ کے خیال میں انہوں نے کچھ اچھا نہیں کیا؟

شجاع: اچھا؟ اچھا ابراہیم میاں---- اچھا!!! انہوں نے تو اپنا' اپنے خاندان کا' اپنے ملک کا اور پوری انسانیت کا بڑا نقصان کیا۔

ابراہیم: نقصان سر!

شجاع: انسان اس دنیا میں کوشش کرنے کے لیے آتا ہے' جدوجہد کرنے کے لیے کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے---- ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے کے لیے نہیں آتا' رہبانیت اختیار کرنے کے لیے نہیں۔ انسان مقابلے کے لیے آتا ہے' کمپی ٹیشن کے لیے آتا ہے---- زندگی میں دوسرے لوگوں کو پچھاڑ کر خود آگے بڑھنے کے لیے آتا ہے۔

اور یہی انسان کی سب سے بڑی معراج ہے---- یہی انسان کا سب سے بڑا مقام ہے کہ وہ ایک مقابلے باز کی' ایک صاحب عمل کی' ایک صاحب کشمکش کی زندگی بسر کرے ---- نہ کہ تمہارے باپ کی طرح سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بیٹھ جائے' ہاتھ پر ہاتھ دھر کر۔

ابراہیم: گویا آپ کے خیال میں انہوں نے غلطی کی؟

شجاع: غلطی؟ بہت بڑی غلطی ---- ---- ---- ---- ---- ---- ---- ----

Big mistake, Mamoth mistake! ۔ تم دیکھ نہیں رہے کہ اس وقت ساری دنیا کوشش' پیہم جدوجہد' عمل اور مسلسل بھاگ دوڑ سے کیسی تیزی کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہے---- کس قدر آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں اس عہد میں---- کس قدر اطمینان ہے---- کس قدر عزت ہے انسان کی' احترام ہے' توقیر ہے---- کیوں؟ Struggle کی وجہ سے---- کوشش کی وجہ سے---- کٹ تھروٹ کمپی ٹیشن کی وجہ سے۔ آج کی ترقی یافتہ قومیں کیوں ترقی یافتہ ہیں' کس لیے کامیاب ہیں---- ان کا ایک ہی اصول ہے' ایک ہی موٹو ہے!---------

Struggle, Attempt, Hassle, Strive and then Strike ۔ تمہارا والد اس ترقی یافتہ دور کو پتھر اور دھات کے زمانے میں لے جانے کا خواہش مند تھا۔ سوری! ویری سوری!!

کٹ

سین 10 آؤٹ ڈور دن

(موچی رمضان اپنے اڈے پر بیٹھا جوتا سی رہا ہے۔ اس کے پاس ابراہیم آ کر رکتا ہے اور کھڑا ہو جاتا ہے۔ موچی سر اٹھا کر اسے دیکھتا ہے اور دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔)

گ: آپ ہی کا نام رمضان موچی ہے؟

رمضان: جی بھائی جان' میرا ہی نام رمضان موچی ہے۔ فرمایئے! السلام علیکم!!

ابراہیم: وعلیکم السلام! میں ولایت سے آیا ہوں۔ (رکتا ہے)

رمضان: (غور سے اور مہاندرا ملا کر) آپ ارشاد صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ (ابراہیم اثبات میں سر ہلاتا ہے) کون سے؟ اسحٰق صاحب یا ابراہیم صاحب؟

ابراہیم: ابراہیم!

رمضان: او بسم اللہ ---- بسم اللہ بھائی جان! (کھڑے ہوتے ہوئے) تشریف رکھیے ---- بیٹھیے! آپ تو ہمارے مخدوم ہیں ---- ہمارے شاہ ہیں ---- ہمارے صاجزادہ صاحب ہیں۔

ابراہیم: میں آپ سے فقط یہ پوچھنے کے لیے آیا ہوں کہ میرے ابا کون تھے؟

رمضان: آپ کے ابا ہمارے حضور تھے ---- ہمارے سرکار ---- ہمارے مخدوم ---- آقائے وقت۔

ابراہیم: No no! I want to know what was my father?

رمضان: آپ کے فادر ایک بزرگ تھے ---- ولی اللہ تھے ---- محرم اسرار اور واقفِ رموزِ نہانی تھے۔

ابراہیم: میں ان کی بابت کچھ جاننا چاہتا ہوں!

رمضان: Your father was a thinker, a philosopher, a scientist.

ابراہیم: But I think................

رمضان: And in the last chunk of his life, he was shaken by the experience of presence.

ابراہیم: Presence!

رمضان: One hot sultory Thursday, he came to me and said, "Oh you cobbler of souls and seeker of the path ... I want to speak as simple, as tenderly and as clearly as I can; God can be found!"

ابراہیم: God can be found Sir?

رمضان: yes, he said there comes a time when the presence steals upon you .... one walks in the world, yet above the world as well, meeting the daily routine yet never losing the sense of presence.

ابراہیم: When was it?

رمضان: Exactly two weeks before his death.

ابراہیم: (تھوڑی دیر بعد) ٹھیک ہے!

(جب ابراہیم جانے لگتا ہے تو رمضان موچی جلدی سے جھک کر اپنی صندوقچی سے ایک بھنی ہوئی مکئی کی چھلی اسے دیتا ہے۔ ابراہیم محبت سے یہ تحفہ وصول کر کے اسے اپنے لبوں سے لگاتا ہے اور پھر ہاتھ ملا کر رخصت ہوتا ہے۔)

فیڈ آؤٹ

سین 11 آؤٹ ڈور دن

(عرس کے ہجوم سے نکل کر ڈاکیہ محمد حسین اور ابراہیم کسی پرانے درخت کے ٹھنٹھ پر بیٹھے ہیں۔)

محمد حسین: قبلہ کعبہ جناب ارشاد صاحب ہم لوگوں کے درمیان ایک بہت ہی بڑی اور عظیم شخصیت کے حامل تھے۔ وہ چھوٹے چھوٹے سال خوردہ پیڑوں کے درمیان شاہ بلوط کے ایسے سربلند درخت تھے جس نے اپنی زندگی کے سو سال گزار کر ابھی ابھی پہلا قدم جوانی میں رکھا ہو۔

ابراہیم: لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے سلوک کی پہلی منزلیں آپ کی حضوری میں طے کیں؟

محمد حسین: لوگ تو بہت کچھ کہتے ہیں ابراہیم میاں---- اور لوگ عام طور پر کہنے کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ ارشاد صاحب 'صاحب ارشاد تھے۔ وہ ہمارے صاحب تھے---- مخدوم تھے۔ ان کا فیض جب بھی جاری تھا' اب بھی جاری ہے اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا جائے گا' اس فیض کی گہرائی اور پھیلاؤ میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

ابراہیم: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صاحب نسبت پہلے ضرور موجود تھے' مگر اب نہیں ہیں۔ اگر یہ بات----

محمد حسین: ہمارے سرکار سائیں نوروالے صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس ماضی کا حال شاہد نہ ہو' وہ ماضی جھوٹا ہے۔

ابراہیم: یعنی؟

محمد حسین: یعنی یہ کہ اگر ماضی میں ایسے ایسے بزرگ ہوتے رہے ہیں جن کے تذکرے کتابوں میں ملتے ہیں' تو ان کو اب بھی ہونا چاہیے۔ لیکن اگر اب ویسے بزرگ ملنے ناممکن ہیں تو پھر یقیناً ماضی میں بھی ایسے بزرگ نہیں تھے' سب قصے کہانیاں ہیں۔

ابراہیم: کیا روحانی قوتوں کے حامل بزرگ ساری دنیا میں ہوتے ہیں؟

محمد حسین: ساری دنیا میں ہوتے ہیں۔

ابراہیم: لیکن ہمارے ویسٹ میں تو کوئی ایسا نظر نہیں آتا۔

محمد حسین: انہیں جاننے کے لیے دیکھنے والی آنکھ کی شرط ضروری ہے۔

ابراہیم: یہ آنکھ کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

محمد حسین: اگر بی اے کرنے پر چودہ اور ایم بی بی ایس کرنے پر سترہ سال لگ سکتے ہیں تو روحانی کورس کے لیے بھی چند سال وقف کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔

ابراہیم: کیا میرے والد آپ سے آگے نکل گئے تھے؟

محمد حسین: بہت آگے --- بہت ہی زیادہ آگے۔ میں نے تو ابھی پہلا قدم ہی اٹھایا تھا کہ انہیں منزل پر بلا لیا گیا۔

ابراہیم: اس سے آپ کو کچھ جیلسی ہوئی؟

محمد حسین: ہوئی!

ابراہیم: اس اعتراف سے کچھ فائدہ ہوا؟

محمد حسین: ہوا!

ابراہیم: اب آپ کس مقام پر ہیں؟

محمد حسین: ندیم محبوس کے قریب --- ان سے ایک درجہ پیچھے۔ وہ میرے خلیفہ ہیں۔

ابراہیم: میرے فادر کا موٹو کیا تھا سر؟

محمد حسین: حضرت ارشاد احمد صاحب --- صاحب ارشاد کا فرمان ہے کہ دنیاوی کامیابیاں حاصل کرنے کی نسبت روحانی ترقی کے لیے کوشش کرتے ہوئے مر جانا اور سچائی' نیکی اور تقویٰ کے حصول کے لیے جان دے دینا بدرجہا بہتر ہے --- کیونکہ یہی انسانیت کی معراج ہے۔

ابراہیم: کیا میں آپ سے پھر مل سکتا ہوں!

محمد حسین: آپ ہمارے مخدوم ہیں --- ہمارے آقا ہیں --- صاحبزادہ صاحب ہیں۔ آپ جہاں بھی حکم کریں گے' میں سر کے بل حاضر ہو جاؤں گا۔

ابراہیم: **Thank you very much indeed**

کٹ

سین 12 آوٹ ڈور دن

(کھیتوں میں چلتے ہوئے مکالمے پر امپوز کیجیے۔)

ابراہیم: آپ میرے والد کو جانتے تھے؟

عمران قریشی: بہت اچھی طرح سے---- بہت قریب سے---- بالکل Intimately۔

ابراہیم: وہ کیسے انسان تھے؟

عمران: وہ ایک چالاک انسان تھے' معاف کیجیے گا---- ایک ٹھگ اور مکار شخص تھے۔ انہوں نے اپنے اصل پر پردہ ڈال رکھا تھا۔

ابراہیم: کس قسم کا پردہ؟

عمران: فقیری کا---- درویشی کا---- خاکساری کا---- لیکن وہ بڑے Comfortable لوگوں میں سے تھے۔ ان کے پاس اعلیٰ درجے کا بنگلہ تھا---- قیمتی کار تھی---- رکھوالے کتے تھے---- خدمت کے لیے سارا گاؤں تھا---- زندہ رہنے کے لیے بینک بیلنس تھا۔

ابراہیم: تو گویا وہ ایک صوفی نہیں تھے؟

عمران: صوفی ازم ان کا ایک مشغلہ تھا---- ایک ہابی تھی۔ یہ ان کی پی آر کا ایک ذریعہ تھا---- اپنی پاپولیریٹی کا ایک لیور تھا۔ وہ صرف افسروں کے پیر تھے' غریبوں کو پاس نہیں آنے دیتے تھے---- ان پڑھ اور جاہلوں سے بات تک نہیں کرتے تھے۔

ابراہیم: آپ ان سے زندگی میں کتنی بار ملے؟

عمران: میں ان سے زندگی میں بیسیوں مرتبہ ملا ہوں۔ وہ میری فیس دیتے تھے' میرے ہاسٹل کا خرچ دیتے تھے لیکن یہ بھی ان کا ایک Trick تھا۔ وہ لوگوں میں پاپولر ہونا چاہتے تھے اور کامیاب زندگی بسر کرنے کے خواہش مند تھے۔ I hope you don't minde my criticism.

ابراہیم: Not at all, not at all.

عمران: (خفیہ طریق پر) پتہ نہیں آپ کو کسی نے بتایا کہ نہیں' انہوں نے ایک خفیہ شادی بھی کر رکھی تھی۔ سب لوگوں کو اس حقیقت کا علم نہیں' لیکن ہم جیسے قریبی لوگ بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ان کی اندرونی زندگی کس قسم کی تھی ---- ---- ----

I am very sorry but it is true.

ابراہیم: Oh please! I am happy that I met a truthfu person. Thank you!

کٹ

سین 13 ان ڈور آدھی رات

(ابراہیم اپنے کمرے کی بتی جلائے اپنی کتاب لکھ رہا ہے۔ جو کچھ وہ لکھ رہا ہے اس کی آواز پہلے ریکارڈ ہو کر سپر امپوز ہو رہی ہے۔ وہ صرف قلم کے ساتھ لکھتا جاتا ہے۔ اس سین میں نہایت خوبصورت' سہانی' ملکوتی اور آسمانی لائٹنگ کرائی جائے۔ لکھنے والے کے بالوں پر نور اتر رہا ہو۔ اس کا چہرہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ معصوم اور زیادہ پرکشش ہو۔ سارے سین کی روشنی بہت ہی ملائم ہو گویا ابھی یہاں سے ایک فرشتے کی صدا بلند ہونے والی ہے۔)

ابراہیم: (آواز)

Mysticim, it seems, was a way of life with my father. He is distinguished by his genius for religious experimentation and moral stamina. He had the character and the fixity of purpose to strive for the organization of his inner life and in his struggle to rise superior to the accidents that befell on his spiritual pilgrimage. To him, moral quality in mysticism is of great importance and he believed that in order to see God one must be pure in heart because without moral preparation, the vision, will not be granted.

ڈزالو

سین 14 آؤٹ ڈور دن

(عرس بھرپور چل رہا ہے۔ لوگ لنگر کھا رہے ہیں۔ ایک جانب قوالوں کی ٹولی گا رہی ہے۔ ان سے ہٹ کر طالب علموں کی ٹولی اپنا گیت گا رہی ہے۔ وہ بار بار یہی الفاظ دہراتے ہیں:)

یہ ساتھ رہیں گے ہم دونوں

اور ساتھ مریں گے ہم دونوں

(قوالی کی دھن ایسی ہو جو "مسجد کو جائیں" والی دھن سے نکلی ہو۔ یہ کٹ ٹوکٹ میں ایک دوسرے میں مدغم ہوتی نظر آئے اور ناگوار نہ گزرے۔ منظر کٹ ٹوکٹ چلتا ہے۔)

1-(قوال قوالی کرتے ہیں) تیرے من چلے کا سودا ہے

کٹ ٹوکٹ

2-(طالب علموں کا گروہ) پر ساتھ چلیں گے ہم دونوں

کٹ ٹوکٹ

3-مزار پر عقیدت مندوں کا ہجوم

کٹ ٹوکٹ

4-قوالی جاری رہتی ہے

کٹ ٹوکٹ

5-(طالب علموں کا گروہ) پر ساتھ چلیں گے ہم دونوں

کٹ ٹوکٹ

6-مزار پر دھمال

کٹ ٹوکٹ

7-(طالب علموں کا گروہ) پر ساتھ چلیں ہم دونوں

کٹ ٹوکٹ

8-مزار (ہر طرح کی آواز بند کر دیجیے)

کٹ ٹوکٹ

9-اونٹ کا سایہ (گھنگھرو کی آواز)

ڈزالو

(یہ سایہ کافی دیر تک رہتا ہے۔ اس پر ڈ کر جاری ہوتا ہے۔)

ڈزالو

سین 15 . آوٹ ڈور دن

(گڈریا عبداللہ ہاتھ میں عصا لیے نہر کنارے چلتا آ رہا ہے۔ ایک مقام پر رک کر ناظرین کو مخاطب کر کے کہتا ہے:)

گڈریا عبداللہ: سن بابا لوکا! فقیری ایک بات ہے کان میں کہنے کی ---- یا تو انسان ادھر تھا یا پھر ادھر ہو گیا ---- گویا کسی نے آگ میں پھونک مار دی۔ نہ اس کے لیے وقت اور زمانہ درکار ہے نہ عبادت و تسبیح' نہ وِرد نہ وظیفہ ---- بس چھوٹا سا فیصلہ ---- ارادہ ---- منظر بدل جاتا ہے آپی آپ۔

(یہ بات کہہ کر گڈریا بڑی آہستگی سے مڑتا ہے اور ہولے ہولے قدم اٹھاتا ہوا نہر کنارے چلنے لگتا ہے۔ کیمرہ اسے جاتے ہوئے دیر تک اور دور تک دکھاتا ہے۔ یکدم سکرین پر اونٹ کا سایہ آنے لگتا ہے اور ایک بلاسٹ کے ساتھ آتا ہے: تیرے من چلے کا سودا ہے)

فیڈ آوٹ